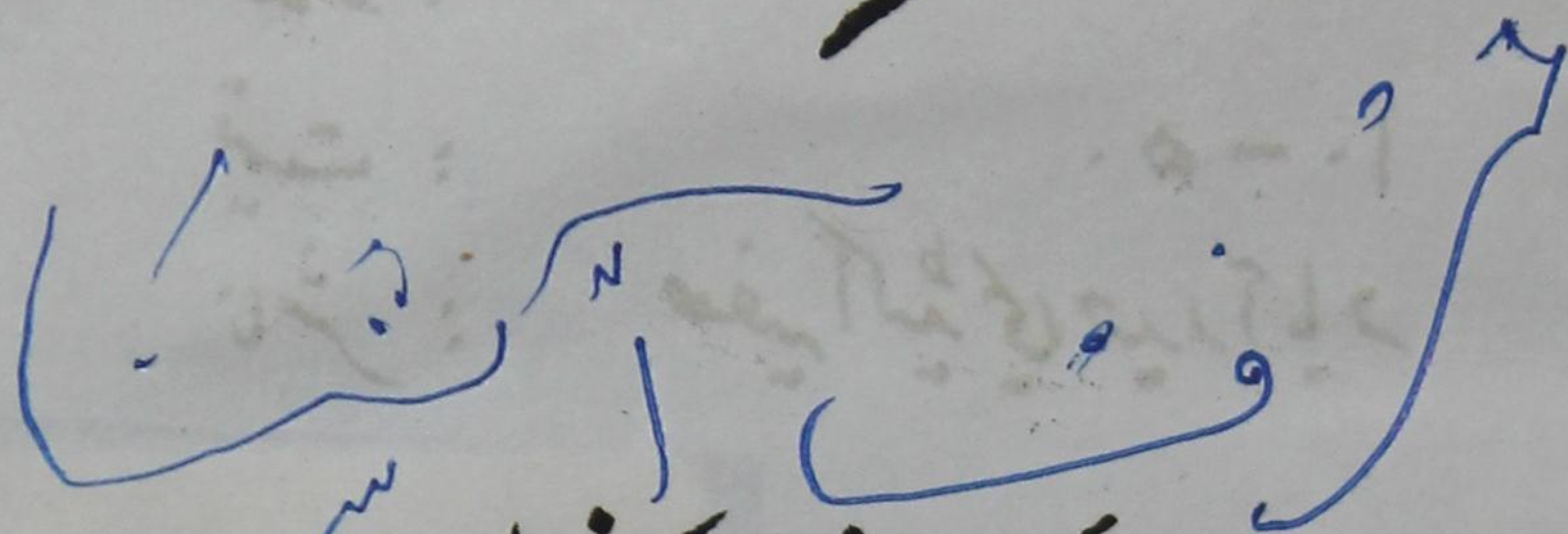
حرفِ آشنا



صفیہ اختر کے خطوط
جاں نثار اختر کے نام

اکتوبر ۴۳ء سے
نومبر ۴۷ء تک



صفیہ اختر

تعداد : ۲۵۰

قیمت : ۵۰-۱۰

ناشر : صفیہ اکیڈمی حیدر آباد





پیش لفظ

۱۹۴۲ء کی بات ہے، جاں نثار کی شادی کا مسئلہ گھر میں چھڑا ہوا تھا۔ جاں نثار برابر ٹالتے رہتے۔ اس کا سبب چاہے انہیں کے بقول "کوئی چپکے سے مرا ہاتھ دبا دیتا ہے" رہا ہو، چاہے وہ آزادانہ روش جو اپنے رومانس کی ناکامی کے بعد انھوں نے پچھلے دو سال سے اختیار کر رکھی تھی۔ چچی (جاں نثار کی والدہ) جاں نثار کی رضامندی کے لیے مجبوراً بھی زور ڈلواتیں اور آخر چند مہینے کے ردّ و قدح کے بعد میں جاں نثار کو سمجھا لینے میں کامیاب ہو گئیں۔ جاں نثار کی بچپن کی نسبت انھیں کے گھرانے میں فیض الحق صاحب کی صاحبزادی کے ساتھ تھی۔ لیکن وہ اب اپنی پسند سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ خاصا وقت لیکر آخر انھوں نے اپنا فیصلہ سنا ہی دیا۔ اور یہ قرعۂ فال صفیہ کے نام تھا۔ صفیہ کا نام اس وقت تک میرے لیے انجانا تھا اور کہاں آج کہ اس سے زیادہ جانا پہچانا نام ہی میرے لیے کوئی نہیں۔

صفیہ سے جاں نثار کی نسبت کا مرحلہ کچھ کم دلچسپ نہ تھا۔ نسبت بھیجی گئی اور منظور بھی ہو گئی۔ لیکن ایک دفعہ جاں نثار نے سرے سے اپنا

ارادہ ہی منسوخ کر دیا۔ صفیہ کی والدہ کے خط چچی کے نام برابر آتے
لیکن وہ کیا جواب دیں۔ آخر کار وہ لوگ بھی صبر کرکے بیٹھ رہے۔ تقریباً سال
بھر کی طویل خاموشی کے بعد جاں نثار کی مرضی کے مطابق پھر اس نسبت
کی تجدید کی گئی دوبارہ معاملات طے پا گئے لیکن اس بار بھی جاں نثار
نے وہی صورتِ حال پیدا کر دی۔ ایک دن کالج سے واپسی پر جاں نثار
نے بتایا کہ صفیہ کا خط لکھنؤ سے آیا ہے۔ میں نے کہا۔ تم بہت بُرے ہو
تم نے بلاوجہ اس بیچاری کو پریشان کر رکھا ہے تم آج ہی جواب لکھو لیکن
میری تاکید کے باوجود انہوں نے بارہ تیرہ دن بعد جواب لکھا۔ اس
میں بہت کچھ ان کے شاعرانہ تغافل کو بھی دخل تھا۔ صفیہ کا دوسرا خط آیا
تو جاں نثار نے مجھے لا کر دیا اور کہا کہ اس کا جواب مجھے نہیں تمہیں لکھنا ہے
صفیہ نے اس رشتے کی تکمیل کے لیئے جس انداز میں میری خوشی کو مقدم قرار
دیا تھا۔ اس نے مجھے نادیدہ طور پر اس کا گرویدہ بنا دیا۔ یہ پہلا نقش تھا
اس کی خوش اخلاقی اور بلند کرداری کا جو میرے دل پر جم کر رہ گیا۔ میں
نے صفیہ کو خط لکھا اور پھر ہم دونوں خط و کتابت کے ذریعہ ایک دوسرے
سے بہت قریب آ گئے۔ تین پونے تین مہینے کا عرصہ آنکھ جھپکاتے گزر گیا۔
شادی کی تاریخ آ پہنچی۔ صفیہ نے مجھے لکھا کہ اس تقریب میں میں
جاں نثار کی طرف سے نہیں اُس کی طرف سے شرکت کروں۔ یہ بڑے
خلوص اور یگانگت کی بات تھی آخر وہ دن آیا جب صفیہ جاں نثار کی
زندگی میں داخل ہو گئیں۔

جاں نثار کا گھرانا بڑا قدامت پرست گھرانا تھا پردے کا سختی سے پابند
لڑکیوں کا اسکول اور کالج میں پڑھنا معیوب نہ کہ پڑھ لکھ کر ملازمت
بھی کرنا۔ لیکن چند ہی دن میں صفیہ کی سمجھداری، اُن کے رکھ رکھاؤ اس کی
اندر اور باہر کی زندگی نے نہ صرف اس کے لیئے ہر دل میں محبت پیدا
کر دی بلکہ اس نے اس خاندان کی لڑکیوں کے لیئے "فرشتۂ رحمت" کا کام
کیا۔ رشید بھائی (جاں نثار کے بہنوئی) جو اس معاملہ میں کٹر خیالات رکھتے
تھے صفیہ سے کہتے تھے کہ اگر پڑھ لکھ کر لڑکیاں تم جیسی ہو سکتی ہیں تو پھر نہ لڑکیوں
کیلیئے اسکولوں اور کالجوں کی تعلیم بُری ہے نہ بے پردہ رہنا، نہ ملازمت کرنا۔

جاں نثار سے صفیہ کی والہانہ محبت آج ہندوستان کی لاکھوں لڑکیوں
کے ذہن میں ایک آئیڈیل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس محبت کی ابتدا دراصل
ازدواجی زندگی کے ساتھ ہوئی اور وہ بھی اس طرح کہ صفیہ کی حیثیت
طالب کی اور جاں نثار کی مطلوب کی رہی۔ جاں نثار کو شاید ایک شاعر اور
فنکار ہونے کے لحاظ سے خود کسی کو چاہنے سے زیادہ چاہے جانے کی
عادت پڑ چکی تھی۔ انہیں اپنے ناز اٹھوانا خوب آتا ہے۔ صفیہ بتاتی تھی
کہ رات کو جب بھی اختر کو پیاس لگتی ہے تو کبھی خود اٹھ کر پانی نہیں
پئیں گے مجھے سوتے سے جگائیں گے کہ ذرا پانی پلا دو۔

مجھے یاد ہے صفیہ شادی کے بعد دس بارہ دن گوالیار رہ کر علیگڈھ
واپس گئی تو جاں نثار پہنچانے تو گئے لیکن وہاں سے واپسی پر صفیہ کے
خطوں کا جواب لکھنے میں برابر کاہلی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ

گھبرا کے ایک دن گوالیار پہنچ گئی۔ جاں نثار بیٹھے اس وقت اپنی نظم "حسین آگ" کہہ رہے تھے۔ صفیہ کو پیار تو کیا لیکن ساتھ ہی یہ حکم بھی سنا دیا کہ جب تک میں یہ نظم پوری نہ کر لوں تم مجھ سے لو لو نہیں۔ ممکن ہے صفیہ دل میں اسوقت تک کڑھتی رہی ہو۔ جب تک جاں نثار نظم کہتے رہے۔ لیکن جب انہوں نے نظم مکمل کر کے ہم لوگوں کو سنائی تو صفیہ کو جیسے اس کی ساری پریشانی کا صلہ مل گیا۔ وہ بے حد خوش نظر آنے لگی۔ اس نے دوسرے لمحے ہی جاں نثار سے پوچھا "اختر تم نے یہ نظم کس پر کہی ہے" اور جاں نثار نے اطمینان سے جھوٹ بولا "انجم پر" لیکن صفیہ اس جھوٹ کو ماننے کے لیے ہرگز تیار نہ ہوئی۔

جاں نثار کی زندگی بڑے ہنگاموں سے گزر کر یہاں تک آئی تھی، ایسے جان لیوا ہنگامے کہ اگر ایسے میں انھیں مجھ سے یا میری جگہ کسی اور عورت سے ذہنی سہارا نہ ملتا تو وہ پاگل ہو جاتے یا خودکشی کر لیتے۔ ان کے ذہن میں اپنے ماضی کی بہت سی بے پناہ تلخیاں جمع تھیں گوالیار کے ماحول نے انھیں اور تلخ بنا رکھا تھا جہاں انھیں نہ اچھے دوست میسّر تھے نہ اپنے ہم خیال اور ہمنوا صفیہ سے شادی کے بعد بھی ایک طویل عرصہ تک ان کی یہی ذہنی کیفیت رہی بغیر کسی ظاہری سبب کے اکثر لمحوں میں اپنے کو تلخ و تنہا محسوس کرتے۔ انھیں ہر وقت بہلائے رکھنے اور خوش رکھنے کی ضرورت سا رہتی تھی۔ انھیں باتوں نے انھیں بے حد نازک مزاج بنا دیا تھا۔ بعض وقت ذرا سی بات میں روٹھ جاتے تھے صفیہ

نے ایک مصرعہ ڈھونڈ کر اُن کے لیے نکالا تھا جسے وہ اکثر دہراتی تھی ؎
اک حسیں ہر وقت ہو اُن کے منانے کے لیے۔ یا پھر آتش کا یہ شعر بھی
وہ کبھی کبھی پڑھا کرتی تھی ؎

اُس بلائے جاں سے آتش دیکھیے کیوں کر نبھے
دل سوا شیشے سے نازک دل سے نازک خوے دوست

جاں نثار کی جیون ساتھی بننے کے لیے صفیہ جیسی ہی ذہین اور نباض
لڑکی کی ضرورت تھی ورنہ کوئی ایسی ویسی لڑکی تو بھاگ کھڑی ہوتی
صفیہ کو جاں نثار کی محبت جیتنے کے لیے بڑی بڑی آزمائشوں سے
گزرنا پڑا۔ اس نے ابتدا ہی میں جاں نثار کی فطرت کے راز کو پہچان
لیا تھا۔ اپنے کسی خط میں اُس نے لکھا بھی تو ہے۔

"اگر میری ذات تمہارے لیے INTELLECTUAL
COMPANION نہ بن سکی تو پھر یہ ظاہری رفاقت
جلد ہی تمہارے وبالِ دوش ہو جائے گی"۔

صفیہ نے جاں نثار کو نہ صرف ذہنی رفاقت دی بلکہ انھیں ذہنی
طور پر متاثر بھی کیا۔ جاں نثار کی فطرت میں بہت سی دبی ہوئی خوبیاں تھیں
جسے صفیہ نے ہی ابھارا اور سنوارا۔ مجھ سے پوچھیے تو میں یہی کہوں گی
کہ جاں نثار کو جینے اور مرنے کا سلیقہ صفیہ نے ہی سکھایا ہے۔ مجھے
کسی کا شعر یاد آتا ہے ؎

نہ کچھ ہم ہنس کے سیکھے ہیں نہ ہم کچھ رو کے سیکھے ہیں
جو کچھ تھوڑا سا سیکھے ہیں تمہارے ہو کے سیکھے ہیں

جاں نثار پر صفیہ کے تعلق میں یہ بات کتنی صادق آتی ہے۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کا اعتراف خود جاں نثار کو نہ ہو "خاکِ دل" اور "خاموش آواز" کو جانے دیجئے ان کے یہ شعر سنئے جو انھوں نے صفیہ کی زندگی میں ہی اس کے لیے کہے تھے ؎

فراہم کر کے میرے دل کے اجزائے پریشاں کو
مری بکھری ہوئی ہستی کو صورت بخشدی تو نے
کہاں باقی رہا تھا زندگی کا حوصلہ مجھ میں
مجھے اک بار پھر جینے کی ہمت بخشدی تو نے
وہ غم ہو یا مسرت ہو وہ مرنا ہو کہ جینا ہو
مجھے ہر حال میں اپنی ضرورت بخشدی تو نے

دراصل صفیہ سے جاں نثار کی محبت بڑی گہری اور خاموش قسم کی تھی میں نہیں سمجھتی کہ کبھی جاں نثار نے اپنی زبان سے اپنی محبت کا اظہار صفیہ سے کیا ہو۔ لیکن ان کے انداز اور عمل میں محبت کا بانکپن ہمیشہ ہی رہا۔ اُن کے خطوں میں جو اکثر صفیہ مجھے دکھا دیتی تھی اس حزم و احتیاط کے بند ٹوٹ جاتے تھے جاں نثار کو دراصل اپنے جذبات کی پردہ داری عزیز رہی ہے صفیہ کیا اُن کا جادو اور سلمان کے ساتھ بھی یہی رویہ رہا ہے چاہیں گے بے حد لیکن کبھی اظہار نہ ہونے دیں گے۔

صفیہ کو خط لکھنے میں جاں نثار کبھی دس دس دن اور کبھی بیس بیس دن کا وقفہ دیدیتے تھے اس کی بڑی وجہ اُن کی "پراگندہ خاطری"

تھی جسے صفیہ نے خود اپنے ایک خط میں "دردِ بے وجہ" لکھا ہے وہ صفیہ کو اپنے پریشان ۱۹۵۰ء میں خط لکھنے سے گریز کرتے تھے کہ وہ خواہ مخواہ پریشان ہو گی۔ کبھی اپنی بیماری کی اطلاع صفیہ کو نہیں دیتے تھے اور نہ دینے دیتے تھے۔ اب اگر وہ پندرہ دن بھی بیمار رہیں تو وہ بیچاری خط لکھ لکھ کر تھک جاتی ہیں جب اچھے ہوتے تو ایک جملے میں اس کی تمام شکایتوں کا جواب لکھ دیتے کہ بیمار تھا اس لیے خط نہیں لکھا کہ تم خواہ مخواہ فکرمند ہو گی۔

"سارے گلے تمام ہوئے اک جواب میں"

صفیہ نے شادی کے بعد پونے چار سال علی گڑھ میں گزارے لیکن وہ ایک دن بھی وہاں خوش نہ رہی "نہ نیند نیناں نہ انگ چیناں" والا عالم تھا۔ اُس کی برابر یہی خواہش تھی کہ کسی صورت یہ علیحدگی کا دور ختم ہو۔ اسے گوالیار میں کوئی سروس ملے یا جاں نثار علی گڑھ چلے آئیں۔ جب بھی وہ گوالیار آتی اور رہتی یہ سوال ضرور اٹھتا جاں نثار منٹ بھر میں فیصلہ سنا دیتے۔ "بس تم آج ہی استعفیٰ بھیج دو۔" میں خود اسے اکثر سمجھاتی کہ چھوڑو علی گڑھ کو اور اپنا گھر سنبھالو۔ یہاں رہو گی تو کوئی نہ کوئی ملازمت کی شکل بھی نکل ہی آئے گی۔ لیکن جب بات یہاں پہنچتی تو وہ اپنے جذبات کو پی جاتی اور بڑے مدبرانہ انداز میں الٹی دلیلیں دینے لگتی۔ "نہیں فاطمہ بہن یہ تو ہٹ ناسمجھی کی بات ہو گی۔" جب اس کے جانے کا دن آتا

جان نثار اسے جانے کی اجازت نہیں دیتے۔ نتیجے میں صفیہ کو ہر
مرتبہ اپنی چھٹی بڑھوانی پڑتی اور اس عرصہ میں بڑی منت و
سماجت سے جان نثار کو راضی کرنا پڑتا تاکہ وہ ابھی کچھ دن اپنی
سروس کو اور جاری رکھ سکے۔ اُس کے کسی خط کا یہ جملہ ہے۔

"بار بار سوچتی ہوں کہ ایک بار سب جھگڑوں
سے فراغت حاصل کرکے تم تک پہنچ جاؤں پھر تم جانو
تمہارا کام۔ پھر سوچتی ہوں ذرا سہولت اور اطمینان سے
کام کرنا مناسب ہوگا۔ اس طرح سب کچھ بگاڑ کر زندگی
بنانا کہاں کی سمجھداری ہے"۔

میرے ساتھ صفیہ کا برتاؤ ایک چھوٹی بہن کا سا برتاؤ تھا اس
سے مجھے اتنا ہی خلوص ملا جتنا مجھے جان نثار سے حاصل تھا بلکہ شاید
زیادہ ہی وہ اپنے گھر میں کبھی مجھ سے سر اٹھا کے نہیں رہی جب
کبھی وہ علی گڈھ سے گوالیار آتی، میں کہتی تو کبھی صفیہ اب اپنا
گھر سنبھالو لیکن اس نے ہمیشہ یہی کہا "نہیں فاطمہ بہن" یہ گھر جتنا
میرا ہے اس سے زیادہ آپ کا ہے۔ میں گھر کے بکھیڑوں میں
نہیں پڑتی۔ میں تو آپ کے پاس ٹھاٹ سے آرام کرنے آتی ہوں۔
یہی نہیں وہ ہر بات میں میری صلاح لینا ضروری سمجھتی۔ اسے کہیں
جانا ہوتا وہ مجھ سے ضرور پوچھتی۔ اگر میں اپنے خیال میں مناسب
نہیں سمجھتی اور منع کر دیتی تو وہ ہرگز نہ جاتی اور پھر یہ کہ کبھی

اس کی پیشانی پر میں نے کوئی شکن بھی تو نہیں دیکھی اس کا محبوب "موضوعِ بحث" جاں نثار کی ذات تھی وہ دن دن بھر مجھ سے اُنہیں کے بارے میں باتیں کرتی اور ذرا نہیں تھکتی۔ میں کبھی اُسے ڈانٹتی تو بڑے پیار سے میرے گلے میں ہاتھ ڈال دیتی۔ کبھی کبھار جاں نثار سے اس کی لڑائی بھی ہو جاتی وہ تو خیر ان سے لڑ ہی نہیں سکتی تھی۔ جاں نثار "دلوانہ نازک طبیعت" ہونے کے سبب اُس سے کسی چھوٹی سی بات پر بگڑ بیٹھتے تھے۔ ان لڑائیوں کے اسباب اتنے جذباتی ہوتے تھے کہ نہ پوچھئے۔ اب جاں نثار نہ کسی سے بات کریں گے نہ کھانا کھائیں گے بس چپ بیٹھے پیتے رہیں گے، اور جلی ہوئی سگریٹوں کا ڈھیر لگتا چلا جائے گا۔ صفیہ ایسے موقع پر میرا سہارا ڈھونڈتی۔ میں جاتی، جاں نثار کے آگے سے بوتل اور گلاس اٹھا کر الماری میں بند کر دیتی، دونوں کو ڈانٹتی اور تھوڑی سی دیر ہی میں ان کا میل ہو جاتا پتہ چلتا بات صرف اتنی تھی کہ صفیہ کو انہوں نے بلایا تھا اور وہ کسی کام میں پھنسی تھی دس منٹ کی دیر لگا دی۔ صفیہ نے ایک مضمون "گھر کا بھیدی" کے عنوان سے جاں نثار کی خانگی زندگی کے بارے میں لکھا تھا' اس میں میرے لئے ایک جگہ لکھا ہے "اختر کی خودداری اگر کہیں شکست آشنا ہوتی ہے تو وہ فاطمہ بہن کی ذات ہے"۔ میں اس کی تردید نہ کرونگی۔ لیکن اسے کیا کہئے گا کہ ایک مرتبہ تو جاں نثار خود مجھ سے ہی اعلانِ جنگ

کر بیٹھے۔ لڑنے کو تو خیر وہ مجھ سے لڑ لیے لیکن انھوں نے اپنے آپ کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ یہاں تک کہ مجھے الٹا انھیں منانا پڑا۔

می آرم اعترافِ گناہِ نبودہ را

۴۷ء کے انقلاب کے ساتھ اس گھر کی دنیا میں بھی انقلاب آیا۔ جاں نثار بھوپال چلے گئے۔ صفیہ کو بھی بھوپال کالج میں ملازمت مل گئی۔ صفیہ اور جاں نثار نے بہت چاہا کہ میں گوالیار چھوڑ کر انھیں کے ساتھ رہوں لیکن حالات کو منظور نہ تھا۔ بھوپال میں صفیہ نے جاں نثار کے ساتھ جو دو ڈھائی سال کا عرصہ گزارا وہی اس کی زندگی کا بہترین حصہ تھا۔ میں کبھی اسکے گھر جاتی تو وہ کتنا خوش ہوتی۔ لیکن کچھ ہی دیر میں باتیں کرتے کرتے وہ اداس ہو جاتی اور کہتی "فاطمہ بہن! آپ نہیں ہیں تو اختر کے پاس رہ کر بھی مجھے زندگی کچھ ادھوری محسوس ہوتی ہے آپ تو یہیں آجائیے"۔ اور میں اُس سے وہی دلیلیں دہرانے لگتی جو وہ کبھی علی گڑھ کی سروس قائم رکھنے کے حق میں دیا کرتی تھی۔ پھر وہ وقت آیا کہ صفیہ بھوپال میں اکیلی رہ گئی اور جاں نثار بمبئی چلے جانے پر مجبور ہو گئے اور پھر وہ وقت کہ جب اچانک میں نے اس کی موت کی خبر لکھنؤ کے "قومی آواز" میں پڑھی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میری بیٹی مر گئی ہو، میری بہن مر گئی ہو، میری دوست مر گئی ہو۔ ایسی دوست جس کے مر جانے سے زندگی کے حوصلے مر جاتے ہیں۔

صفیہ کی موت کے ساتھ جاں نثار کی زندگی سے میرا رہا سہا ناتہ بھی ٹوٹ کر رہ گیا۔ سنتی ہوں بمبئی میں وہ ایک آسودہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کی بیوی خدیجہ بہت خوبصورت ہیں۔ اُن سے جاں نثار کی ایک بچی بھی ہے۔ عنیزہ بہت پیارا نام ہے بلکہ اکثر سوچتی ہوں عنیزہ کو صفیہ جیسا ہی بننا چاہیے۔ میں نے نہ عنیزہ کو دیکھا ہے نہ خدیجہ کو، لیکن مجھے یقین ہے وہ عنیزہ کو لے کر میرے پاس ایک دن ضرور آئیں گی۔ اسے صفیہ کی کہانی میرے سوا اور کون سنائے گا۔

فاطمہ زبیر
پدما ودیالیہ۔ گوالیار
۲۱ ستمبر ۱۹۵۸ء

اُٹھیں اور اُن کے خط ہی دیکھ ڈالیں
جنہیں دیکھا نہیں دو اک برس سے"

لکھنؤ

ار اکتوبر سنہ ۴۳ء

عزیزم اختر صاحب

آپ کو یہ اجنبی تحریر دیکھ کر حیرت ہو گی اور واقفیت حاصل ہونے پر کیا احساس پیدا ہوا سکا حکم نہیں لگایا جا سکتا. بہر حال فعل اپنی جگہ پر جسارت آمیز ضرور ہے اس سے مجھے خود انکار نہیں گو کہ عملی روشنی میں اسے ایسی بڑی اہمیت حاصل نہ ہونی چاہیئے، مگر رواج اور روایات کو شاید لرزہ ہی آجائے میرا یہ اقدام دیکھ کر، مگر کیا کروں کہ اکثر اپنے کو وہاں پاتی ہوں. جہاں پگھلی ہوئی زنجیر آئین قدامت کی ؟

اس مہمل تمہید کے اٹھانے کا مقصد یہ ہے کہ گزشتہ ڈیڑھ سال سے آپ کی جانب سے ایک تحریک ہوئی. اس تحریک پر مجھے تحیر ضرور ہوا کیونکہ مجھے احساس ہی نہیں یقین ہے کہ مجھ میں کوئی ظاہری جاذبیت یا کشش ایسی نہیں جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچے. یہی

خواہشمندی اگر تھوڑی بہت واقفیت کے بعد آپ کی طرف سے
ہوتی تو مجھے قطعی حیرت نہ ہوتی کیونکہ مجھے اپنی فطرت کی طرف سے
کبھی کبھی اطمینان نصیب ہو جاتا ہے۔ لیکن عجیب بات تھی کہ اس
اجنبیت کے باوجود میں نے آپ کی اس تجویز کا خیر مقدم کیا۔ شاید
اس لیے کہ مجھے آپ سے واقفیت حاصل ہے اشعار ہی کے ذریعہ سہی
اس خواہشمندی کے بعد ایک طویل خاموشی نے مجھے یقین دلا دیا کہ
آپ کو جلد ہی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور آپ نے دامن سمیٹ
لیا۔ لیکن اس مرتبہ کے "اُچھالے" سے مجھے پھر شبہ پیدا ہوا۔ میں
پچھلی باتوں کو تقریباً بھول گئی اور نہ معلوم کن جذبات کے ماتحت
میں نے پھر اس تجویز کا خیر مقدم کر لیا۔

اس دوران میں ایک چیز اور بھی قابلِ توجہ رہی ہے، یعنی میرے
اور آپ کے ہمدرد کچھ ایسے رہے ہیں جنہوں نے اس واقعہ سے
غلط قسم کی دل چسپی لی۔ اور مجھے شروع سے آخر تک مختلف قسم
کی روایات سنا سنا کر بدگمان کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ میں نے
کوشش یہی کی کہ ان چیزوں سے متاثر ہوئے بغیر خود ہی کسی فیصلے
پر پہنچ سکوں۔ دوسری جانب مجھے اس کا بھی یقین ہے کہ میری
طرف سے آپ میں بدگمانی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہوگی۔ آپ کو
اختیار رہا کہ جیسا اثر چاہیں قبول کریں۔ اس ضمن میں میری خواہش
رہی کہ اسرار بھائی ثالث کی حیثیت اختیار کر کے درمیانی معاملات

کو سلجھا سکیں مگر انھیں جھجک کافی ہونے سے یا پھر یہ کہ آپ کو اس قسم کا خیال ہی نہیں آیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی نوبت نہ آسکی۔ اس مرتبہ سولہ سترہ ستمبر کو اپنی دوست آمنہ منظور کے یہاں سے واپسی پر اسرار[1] بھائی سے دہلی میں ملاقات ہوئی۔ آپ کی آمد کی خبر سنکر میں نے پھر اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ آپ سے اس گفتگو کو چھیڑیں مگر حسب دستور بات خاموشی پر ٹل گئی غور و خوض کے بعد اس حماقت خیز نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ خود اتنا بڑا اقدام اٹھا رہی ہوں جو شاید آپ پر بھی میری دلیری کی طرف سے اچھا نقش نہ قائم کرے۔

بہرکیف میری نیت صاف ہے میری خواہش ہے کہ جس دوستی میں استواری پیدا کرنے کی خواہش آپ کی طرف سے ہوئی تھی وہ غلط قسم کی اطلاعات اور بدگمانیوں کی بدولت اسطرح خبط نہ ہو کہ دوستی کے بھی امکانات باقی نہ رہیں۔ میری مسلسل ذہنی کوفت کا نتیجہ اس تحریر کی صورت میں نمودار ہوا ہے۔ آخر ش عورت بھی کسی قسم کی قوت احساس و تمیز رکھتی ہے اسے آپ لوگ اکثر بھول جاتے ہیں۔ مجھے یہ نہیں معلوم کہ اس تحریر کو آپ کسقدر اہمیت دینگے لیکن کم سے کم یہ توقع ضرور ہے کہ بے جا رسوائی نہ کیجیے گا۔ میں چار اکتوبر کو علیگڈھ چلی جاؤں گی آپ جواب دینا چاہیں تو وہیں کے پتے پر دیجیے۔

نیازمند
صفیہ

---

[1] مجاز

علی گڑھ

۱۹ر اکتوبر ۱۹۴۳ء

عزیزم اختر صاحب

تسلیم۔ خط مل گیا، تاخیر جواب کے باوجود مجھے مایوس نہیں ہوئی تھی گو کہ اجنبیت ایک عجیب قسم کا خوف ضرور درمیان میں حائل کردیتی تھی جس کی بنا پر بارہا اپنے کو کسی جرم کا مرتکب محسوس کیا ہر حال آپ کے انداز بیان نے آپ کے نفس بیان پر صداقت کی مہر کردی ہے اسی چیز نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا۔ موجودہ حالات زندگی میں اگر کسی فرد کو اپنی فطرت کی تکمیل کیلیے صحیح کے بجائے غلط راہیں اختیار کرتے ہوئے دیکھتی ہوں تو فرد کو نہیں بلکہ اس کے ماحول کو قصوروار ٹھہراتی ہوں اب جبکہ آپ نے واقعات کو صداقت کی روشنی میں پیش کرکے ان سے متاثر ہونے اور کسی فیصلہ پر پہنچنے کا موقع دیا ہے تو پھر میرے تاثرات کا اظہار بھی اسی قدر بے لاگ اور بے تکلف طریقہ پر ہونا چاہیئے۔

ازدواج کے متعلق میرے خیالات ظاہر ہے کہ تصورات کی دنیا ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ تجربات کا یہاں پر دخل ہی کیونکر ممکن ہے۔ بہر حال میں نے اپنی دوسری ہم جنسوں کی طرح اس زندگی کے خوش آئند اور سہانے خواب کم عمری سے دیکھے ہیں۔ عمر کے تقاضے سے خوابوں کی رعنائیت میں کمی ہو گئی مگر تلافی "قدروں" کی بلندی سے ہوئی۔ شوہر کا تصور اب میرے لیے ایک دیوتا کا تصور نہیں ایک دوست کا تصور ہے لیکن ایک

ایسے دوست کا تصور جو مجھ سے بہت سی باتوں میں فوقیت رکھتا ہو خیالات میں، ارادوں میں، عمل میں، اور پھر اس فوقیت کو تسلیم کرنے میں مجھے ایک ابدی سکون حاصل ہوتا ہے شاید یہ جذبۂ تعظیم ہی عورت کی فطری کمزوری ہے جس سے مرد ہمیشہ فائدہ اٹھاتا رہا ہے۔ اپنی ذہنی پختگی کے باوجود مجھے اپنی یہ نسائی کمزوری حسین نظر آتی ہے یہی تصور تھا جس نے اب تک مجھے اپنی روح کے فروخت کرنے سے باز رکھا ورنہ شاید اس زندگی کے نرم گرم سہنے کی نوبت آ چکی ہوتی۔

شوہر کو دوست کی جگہ دینے کے بعد باہمی توقعات کا سوال پیدا ہوتا ہے (فی الحال میری نظر میں) وہی ہونی چاہئیں جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے ہو سکتی ہیں مجھے شادی شدہ زندگی کا کریہہ ترین پہلو ہمیشہ پچھلے وقتوں میں شوہروں کا ذوق ملکیت اور موجودہ تہذیب میں بیویوں کا شوہروں پر پہرہ ہی محسوس ہوتا رہا ہے اور اپنے تصورات میں میرا ہمیشہ یہی رہا ہے کہ مجھے اس غیر فطری کمینگی سے بالاتر ہونا چاہیے۔ اب تک میرا تصورِ انسانیت اتنا محدود کبھی نہیں رہا ہے کہ میں طے کر لوں کہ ایک مرد کی تخلیق کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ اپنی شخصیت کو اپنی بیوی کی زندگی میں غرق کر دے انسانیت کا اتنا کم مایہ تصور انسانیت کی توہین ہے شوہر اور بیوی کی دلچسپیاں، وابستگی مشاغل بے شمار اور مختلف النوع ہو سکتے ہیں اور ہونے چاہئیں، بشرطیکہ کوئی ایسا رشتہ قائم ہے جو دونوں کو زندگی کے اکثر لمحات میں ایک دوسرے

کا شریک کار بنانے کا ضامن ہے۔ اس سے زندگی کی مسرتوں میں
کمی نہیں بلکہ اضافہ کی امید ہو سکتی ہے۔
ایسے حالات میں اگر آپ کی گزشتہ زندگی ایک دوست کی
نوازشوں کی بدولت جینے کے قابل بنی رہی اور آئندہ بھی اس دوستی
سے آپ کی زندگی میں کسی کمی کے پورے ہوتے رہنے کا امکان ہے تو
شاید آپ کی دوستی کو قابل قبول سمجھنے کے بعد آپ کے اس دوست
کی دوستی کو قبول کرنے میں مجھے مسرت ہو گی۔ میں نے اپنے کو ان دو تین
دنوں میں بہت کچھ ٹٹولا اور غور و خوض کے بعد اسی نتیجہ پہ پہنچ سکی کہ
اگر آپ کو موصوفہ کے ساتھ اس قدر پُرخلوص تعلقات رکھنے کے
باوجود زندگی میں ایک خلا محسوس ہوتا ہے جسے پُر کرنے کے لیے آپ
نے میری ضرورت حقیقتاً اسی شدت اور خلوص سے محسوس کی ہے
جس کا اظہار آپ نے کیا ہے تو میں اس خلا کو پُر کرنے کے لیے اپنے کو تیار
پاتی ہوں۔ اگر آپ کی زندگی ہر طرح سے پُر ہوتی تو اس کا عین
ثبوت یہ ہونا چاہیے تھا کہ آپ اس ضرورت سے بے نیاز ہوتے اگر
ایسا نہیں تو پھر مجھے یہ یقین کرتے ہوئے اپنی تذلیل نظر نہیں آتی
کہ میری گنجائش آپ کی زندگی میں ہے لیکن میری خواہش یہ ضرور
ہے کہ آپ اس خواہش کی نوعیت پر غور کریں اور کسی نتیجہ پہ پہنچیں
یہ ہم دونوں کے لیے مفید ثابت ہو گا۔
میں اپنی طرف سے ایک فیصلہ پر پہنچ گئی ہوں اور اپنے کو

ثابت قدم بھی پاتی ہوں۔ بشرطیکہ آپ کی زندگی میں میرے اضافے سے موصوفہ اس محبت کی بنا پر جو انہیں آپ کی ذات سے ہے خوش آمدید کہنے پر تیار ہیں تو مجھے ایک ایسے تشکر کا احساس ہوگا جسکے جواب میں میں اسی قدر محبت کی کوشش کروں گی جس قدر اُن کے دوست کو اُن سے ہے اور معاوضہ میں اُن سے اسی قدر محبت کی توقع کروں گی جتنی انھیں اپنے دوست سے ہے۔

رہا عملی زندگی کا سوال، سو یہ کہنا کافی ہوگا کہ تین سال سے مجھے مزدوری کی عادت پڑ چکی ہے اور اس محنت سے مجھے اپنے میں ایک قوت کا احساس ہوتا ہے۔ میں اس وقت تک اپنے کو اس محنت کے لیے آمادہ پاتی ہوں جب تک میری خانگی زندگی کی مسرتیں اس کے سبب خطرے میں نہ پڑ جائیں ایسی صورت میں جبکہ میری اور آپ کی بھی غالباً معاشرت کافی MODEST قسم کی ہے مالی مشکلات میں کشمکش کا امکان کم ہے میری اور میرے کنبے کی معاشرت نہایت سادی ہے مجھے اسی زندگی میں تسکین نظر آتی ہے میری ضروریات محدود اور مختصر ہیں ایسے حالات میں، میں کسی پر بار کبھی نہیں ہوں گی۔

آپ نے مجھے ایسے لہجے میں جذبات کی ہلاکت آگینی سے حذر کی تلقین کی ہے جس میں مجھے اسرار کھائی کا انداز نظر آیا۔ یہ سب کچھ درست مجھے سطحی طور پر جاننے والے مجھے مصلحت اندیش بتاتے ہیں۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ جب کبھی میری زندگی موڑ پر ہوئی ہے۔ رہبری عقل نے نہیں کی جذبات نے ہی کی ہے۔ جذبات جنون بھی ہو سکتے ہیں مگر یہ بھی مگر جذبات کی عظمت مجھے تسلیم ہے۔

خط کا جواب میں نے اس انداز میں دیا ہے جیسے ایک انسان کو دوسرے انسان سے گفتگو کا حق ہے۔ اگر کوئی چیز ناخوشگوار محسوس ہو تو میری سادگی پر محمول کیجیئے گا۔

اسرار بھائی بخیر ہیں۔ حذبی حال ہی میں آئے تھے۔ آپ کا تذکرہ کرتے رہے سلمیٰ یہیں ہیں اور خوش ہیں۔

نیازمند

صفیہ

علی گڑھ

۳۱ر اکتوبر ۴۳ء

اختر صاحب

تسلیم۔ آپ کا خط نیز بیگم صاحبہ کا خط ملا۔ آپ کی علالت کی خبر سن کر تشویش ہے۔ خدا کرے اپریشن کے بغیر ہی آرام ہو جائے گو تکلیف کی نوعیت اچھی طرح سمجھ میں نہیں آئی۔

بیگم صاحبہ نے اپنے خط میں جس خلوص اور قدر شناسی کا اظہار کیا اس سے میں حد درجہ متاثر ہوئی۔ مجھے مسرت ہے کہ انہوں نے مجھے اپنے سے بالواسطہ کے بجائے براہ راست واقفیت کا موقع دیا۔ ان کا خط مجھے اپنے پچھلے فیصلے پر ثابت قدم رکھنے میں مددگار ثابت ہوا۔

اسرار بھائی دیوالی کی تعطیل میں یہاں آ پہنچے تھے وہ میرے بھائی ہی نہیں دوست بھی ہیں ان سے میں نے آپ کی تحریر کا تذکرہ کر دیا

تھا۔ اپنی خیریت سے اطلاع دیجیے۔

نیاز مند

صفیہ

علی گڑھ

۱۹ نومبر ۱۹۴۳ء

عزیز اختر

آپ کے یکے بعد دیگرے چار خط ملے۔ اب تک جواب نہ دینے کی ندامت ہے مگر جواب صرف اس خیال سے نہ لکھا جا سکا کہ نہ جانے خط کا لہجہ کیا ہو اور آپ کا موڈ کیا ہو۔ میری سراسیمگی ایک حد تک حق بجانب تھی خواہ آپ اسے میری نادانی ہی پر کیوں نہ محمول کریں پھر بھی یہ کہوں گی کہ ایک شاعر کے "اندازِ جنوں" سے زیادہ اہمیت میں نے اس "قصّے" کو نہیں دی۔

اس دوران میں اسرار بھائی بھی آگئے انھیں شریکِ راز بنانا میرے لیے کوئی نئی بات نہیں انھوں نے اس معاملہ میں اپنا دخل مناسب سمجھا اور محمود صاحب کا واسطہ اٹھایا۔ یہ بتا دینا ضروری ہے کہ محمود صاحب سے ہم سب کے بہت پرانے مخلصانہ تعلقات ہیں چنانچہ اس انتخاب کی تائید میں ان کی ہمدردیاں اور دلچسپیاں برابر کی شامل رہی ہیں۔ آپ کے آخری خط میں اسرار بھائی کی تجویز پر قدرے کوفت کا اظہار ہے مجھے یقین ہے کہ محمود صاحب سے گفتگو کے بعد یہ کوفت رفع ہو گئی ہوگی۔ ہم سب دوستوں کے دل میں آپ کی قدر ہے اور آپ کے دل میں بھی ان کی وقر ہونی ہی چاہیے۔

مجھے افسوس ہے کہ آپ کو یہ محسوس ہوا کہ آپ کی کسی بات پر مجھے خفگی ہے موجودہ حالات میں ہمیں ایک دوسرے کو زیادہ سے زیادہ سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے نہ جائے کہ غلط فہمیاں بڑھتی جائیں، آپ اپنے ان اندیشوں کو ذہن سے نکال دیجیے،

اپنے حالات نیز گھر والوں کی خیریت لکھیے،

نیاز مند

صفیہ

علی گڑھ

۸ اردسمبر ۴۳ء

عزیز اختر

آپ کا بہت فرصت میں لکھا ہوا خط مجھے مل گیا۔ اس طویل عرصے میں مجھے آپ کی خیریت لکھنؤ کے ذریعہ معلوم ہوتی رہی یا کبھی کبھار بیگم صاحبہ کا خط کبھی آتا رہا شکر ہے کہ اب آپ تندرست ہیں اور کالج جانے لگے ہیں، میں آج کل میں لکھنؤ روانہ ہو جاؤں گی رہا آپ کے خط کا تفصیلی جواب سو وہ اب زبانی۔

نیاز مند صفیہ

مسلم گرلز کالج علی گڑھ

۱۳ رجنوری ۴۴ء

عزیز اختر۔ خوش رہو، مسکراتے رہو، خیریت لکھوں؟ یا یہ کہوں کہ

علم بھی ہے عمل بھی ہے غم بھی، بہرکیف زندگی کو راہ پر لانے کی کوشش میں اعتبار ضروری ہے اس لیے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس طرف خیریت ہے اور چنبل کے اُس پار کی خیریت معلوم کرنے کی بے چینی نہ معلوم جذبات کے کس دور سے گزر رہے ہو؟ زندگی کتنی سونی ہے اور کتنی آباد، یہاں اگر تمہاری عدم موجودگی سے ایک بھیانک ویرانی کا احساس ہے تو ساتھ ہی ساتھ تمہارے تصور نے دل کے نگار خانے کا گوشہ گوشہ جگمگا رکھا ہے یہ احساس بھی میرے لیے عجیب ندرت رکھتا ہے پھر یہ دو دن مسلسل اسی بھلاوے میں گزارے ہیں کہ ملوں گی اور بہت جلد ملوں گی۔

کل سے موسم بڑا پرکیف ہوگیا ہے آسمان پر ابر منڈلا رہا ہے ہلکی ہلکی گڑگڑاہٹ بھی ہو جاتی ہے۔ وقت کے گزرنے کا احساس مدہم سا ہو گیا ہے یہ اور بھی تکلیف دہ پہلو ہے۔ یہاں جی چاہتا ہے کہ ہر دن دو تاریخیں نکل جایا کریں!

دن بھر کالج کی لڑکیاں اور استانیاں ہلّہ بولتی رہتی ہیں اور اس توقع آمیز نگاہ سے مجھے دیکھتی ہیں گویا مجھ میں کچھ موتی ٹکے ہوئے نظر آہی جائیں گے۔ پھر میری لاپرواہی اور بدپوشاکی کو نظرانداز کرتے ہوئے یہ ضرور کہہ دیتی ہیں کہ FRESH ہوگئی ہو گو یہ غلط بھی ہوتا ہے کیونکہ ستم ظریفی یہ کہ "تازہ" کے بجائے "باسی" ہوچکی ہوں گو اہی دینے پہ تیار ہوگئے یا نہیں۔

اس وقت سلمٰی[۱] اور سعیدہ[۲] کراماً کاتبین بنی ہوئی میرے دائیں

---

۱ سلمٰی بیگم شان الحق حقی ۲ سعیدہ ...

باتیں بیٹھی ہوئی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ لکھتے ہیں اور یہ پڑھ رہی ہیں۔ البتہ بیچ بیچ میں طرح طرح کے اشاروں کنایوں سے مجھے اپنی طرف موہ لیتی ہیں اور پھر یہ خط تنہا رہ جاتا ہے۔

تم خط کب لکھو گے؟ یا لکھ چکے ہو؟ مشاعرہ کیسا گزرا پرسوں یہاں بھی شمع از قسم مشاعرہ ہونے والا ہے۔ شاید اسرار بھائی آئیں اگر نہ آئے تو کسی مہلت میں چند گھنٹوں کے لیے ملنے جاؤں گی۔ کیا ہے مرضی سرکار کی؟

اب تک خط نہ لکھا تو اب لکھو اور بتاؤ کہ کیسے رہتے ہو اور کیا کرتے ہو۔ ہر لحظہ تمہارا خیال آتا ہے اور اپنی طرف سے زندگی کی کسی اہم یا غیر اہم مصروفیت کے سلسلے میں آتا ہے، معلوم نہیں اپنے اندازے میں کہاں تک درست ہوتی ہوں اور کس قدر غلط۔

کالج کی مصروفیت آج سے شروع ہوئی۔ بیس تک ششماہی امتحانات اور اس کے بعد CRITICISM کے اسباق ہیں اپنا پروگرام تمہاری مرضی سے بناؤں گی۔ بسنت کی چھٹیاں کب ہونگی؟ بجنور جاؤ گے یا نہیں؟ میری صلاح کی ضرورت محسوس کرو تو تکلف نہ کرنا دوستی کا رشتہ ہمیشہ مضبوط تر ہونا چاہیے۔ یہی میری خواہش ہے۔

کب ملیں گے ہم لوگ؟ سچ لکھو

تصویروں کی فرمائش ضرور پوری کروں گی گو کہ اُن سے تمہارے مذاقِ لطیف کو صدمہ پہنچنے کے امکانات زیادہ ہیں۔ بہرحال

حضور میرا نہیں تمہاری نظرِ انتخاب کا ہے لہٰذا غصّہ کرو تو اُسی پر کرنا.
سگریٹ کو میری رقابت پر ہزار مبارکباد کہنا۔ بتاؤ کہ زندگی کے
کن کن لمحوں میں میرے بجائے وہ تمہاری ساتھی بنا رہتا ہے؟ اس
کم بخت نے ہماری خلوتوں تک میں کب ساتھ چھوڑا۔ زندگی کا
دستور کیا ہے؟ میرا کمرہ کیا کہتا ہے؟ سب کو پیار، گھر کو بھی اور
اس کی مبہم گلیوں کو بھی۔

تمہاری

صفّو

مسلم گرلز کالج

علی گڑھ

۱۳ر جنوری سنہ۴۲

عزیز اختر

بہت سے پیار

ایک خط آج صبح لکھا اور سہ پہر کو پوسٹ کرایا ہے امید ہے
کہ مناسب وقت میں پہنچ جائے گا۔ تمہارے خط کا انتظار کل سے
شروع ہوگا۔ تصویریں پچھلے خط میں نہ آسکیں سبب یہ ہوا کہ لفافہ
اس وقت بند کیا گیا جبکہ گزشتہ آمنہ بی اور موجودہ آمنہ ملک[1] اپنے
تن و توش سمیت مجھ پہ ہی نہیں پورے کمرے پر طاری تھیں اور اس
"فعلِ ناقص" پر مختلف قسم کے سوالات کی بوچھار کر رہی تھیں، ایسے میں

۱؎ بیگم ملک

تصویریں کھینچنے کا ہوش قائم رکھتی۔ یہ میرے بس کا کام نہ تھا۔ بہرحال تلافی کر رہی ہوں۔

تم خط کب لکھو گے، میرا ڈرائنگ روم منتظر ہے تمہارے حالات جاننے کے لیے۔ اب تو تمہارے متعلق باتوں کا خزانہ بعض بعض وقت خالی محسوس ہونے لگتا ہے اپنے کو حدِ اعتدال میں رکھنے کی ناکام کوشش کرنی ضروری خیال کرتی ہوں گو کہ اس قلیل عرصہ ہی میں اپنی شوہر پرستی کے لیے بدنام ہو چکی ہوں میرے دوست۔

خدا حافظ

تمہاری

صفیہ

مسلم گرلز کالج
علی گڑھ
۱۷ر جنوری ۴۲ء

عزیز اختر

تمہاری بے توجہی میرے لیے اس قدر پریشانی کا باعث ہو سکتی ہے۔ اس کا اندازہ اب سے قبل کیوں کر ممکن تھا؟ آج تمہیں سدھارے ہوئے ایک ہفتہ ہو گیا اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ تم ساتھ خیریت کے پہنچ گئے تھے۔

یہاں جمعرات تک لڑکیوں کے ششماہی امتحانات اور ہیں

اتوار سے November criticise شروع ہیں مگر دماغ ہی درست نہ رہا تو یہ کام کیوں کر ہو سکے گا؟ اگر کل صبح بھی تمہارا خط نہ آیا تو ملازمت چاہے خطرے میں ہی کیوں نہ پڑ جائے چل پڑونگی پھر دیکھا جائے گا۔

حمیدہ وغیرہ سے کیا کہوں کہ تم نے مجھے اسطرح بھلا دیا۔ پیار لو۔

تمہاری اپنی

صفیہ

مسلم گرلز کالج

علی گڑھ

۲۵؍ جنوری ۴۲ء

میرے اپنے اختر

خدا کرے تم خوش و خرم ہو

میں تم سے رخصت ہو کر بخیریت پہنچ گئی علی گڑھ میں شدید بارش اور اسی قدر اندھیرا تھا یا یوں سمجھو اندھیرا ہی اندھیرا تھا کل تمام دن بارش کی جھڑی لگی رہی یہاں تک کہ خط کے ذریعہ کالج والوں کو اپنی موجودگی کی اطلاع دی اور خود نہ جا سکی آج موسم بہت ہی خنک ہو گیا ہے بس جسم کا جوڑ جوڑ کپکپاہٹ سے ہل رہا ہے۔ گرمی آئے تو کہاں سے۔ سوز فرقت کی قائل ہی نہیں اس لیے کہ اس علیحدگی

کو فرصت کہہ ہی نہیں سکتی۔ بہر حال خوش ہوں رفیقوں میں ہوں مگر یہ سچ جانو کہ اس انجمن آرائی میں بھی پسِ پردہ تمہاری ہی جلوہ گری ہے ورنہ شاید یہ محفل بھی بے رنگ نظر آتی۔

تم کیسے ہو؟ جی چاہتا ہے کہ تمہارے متعلق ہر تفصیل معلوم ہوتی رہتی۔ اگر چہ ذہن ہر وقت تمہیں کسی نہ کسی مصروفیت ہی میں سامنے لا کھڑا کرتا ہے۔ مگر اس کمبخت کے سچے ہونے کا یقین کبھی تو نہیں۔ اکثر فریب کھائے ہیں اس کے ہاتھوں!! اس مرتبہ کچھ یقین سا ہے کہ تم خوش ہو گئے۔ آزردگی اور افسردگی کی ظاہر وجہ تو کبھی نہیں ہوتی مگر اب کی تمہاری طبیعت میں کچھ انقلابی جذبہ کروٹیں لیتا ہوا محسوس ہوا۔ خدا کرے میرا عقیدہ سچا ثابت ہو۔

اب رات کے دس بج رہے ہیں۔ دن بڑا اکھڑا ہوا کٹا۔ صبح ہی کالج کا چکر لگایا، وہاں سے واپسی پر آمنہ بٹ کے یہاں اظہارِ تشکر کے لیے جانا ضروری تھا۔ انہیں نے اس عرصہ میں میری قائم مقامی کی تھی۔ وہاں سے واپسی پر بی۔ ٹی کی لڑکیوں سے دو گھنٹہ تک جھک ماری۔ اتنے میں تمہاری عزیز دوست سلمیٰ سلطانی آگئیں تم سے منسلک ہونے کے بعد یہ پہلی ملاقات تھی بڑی دلچسپی کا اظہار کرتی رہیں مجھ سے کم تم سے زیادہ انہیں نوازا، پھر بلقیس محمود صاحبہ بخار میں مبتلا ہیں ان کی عیادت کو پہنچی۔ وہاں سے سعیدہ کے یہاں واپس ہوئی۔ اس نے رات کے کھانے پر بلایا تھا، ذکرِ حبیب ہر

جگہ ہی رہا۔ مجھے دیکھ کر تمہیں سب ہی یاد کرتے ہیں۔ ممکن ہے ایسا ہو کہ جہاں ہمنشیں کچھ جھلکتا نظر آتا ہو۔ اب ایک گھنٹہ گزرا کمرہ پر آئی ہوں۔ سیلی کل کی پڑھائی کیلئے "مسلح" ہو رہی ہیں۔ لیمپ ہم دونوں کی محرومیوں پر شعلہ بداماں ہے قریب ہی گھڑی اپنی کھٹ کھٹ کے باوجود کچھ کرتی نظر نہیں آتی۔ رات اندھیری ہے اور خاموش بستر بہت ہی غیر ہمدردانہ لگا ہوا ہے گھورتا محسوس ہو رہا ہے مگر مجھے اطمینان ہے کہ میں اسکی بیدردی کے مقابلے کیلئے تنہا نہیں ہوں تم بھی میرے ساتھ ہو۔ کیوں؟

بعض لمحے ایسے ویران محسوس ہوتے ہیں بس جی چاہتا ہے اڑ کر تم تک پہنچ جاؤں مگر سچ تو یہ ہے کہ میری تنہائی LONELINESS کا دور ہی ختم ہو گیا ہے۔ اب تم نہیں تو تمہارا تصور میرے پاس ہوتا ہے جو تمہارا ہی جیسا معصوم، شیریں اور تمہارا ہی جیسا دلنواز ہے تمہاری فطرت کی ملائمت اور گرمی نے میری رگ و پے میں ایک نئی رو پیدا کر دی ہے۔ میں کیسے کہوں کہ تم دور ہو جب میں تمہارے وجود کو اپنے خون کے ایک ایک قطرے میں محسوس کرتی ہوں تم میری شخصیت کا جزو بن گئی اگر مجھ سے جدا ہو سکتے ہو تو یہ کہنا درست ہو سکتا ہے کہ تم دور ہو ورنہ نہیں۔

خیر یہ تو تھیں وہ باتیں جو اب سے بیشتر حوا اور آدم کی اولاد نے ان گنت مرتبہ دہرائی ہونگی۔ مگر جب وہ نئی طرح محسوس کی جائیں تو محسوس کرنے والے کے لیے وہ نئی ہی ہوتی ہیں اور اس بدمذاقی کے

لیے میری طرف سے صرف یہی معذرت ہے۔

میری مصروفیت باضابطہ طور پر چھ فروری تک رہے گی پھر فرصت ہو گی۔ گو کہ آخیر ماہ میں لڑکیوں کے امتحانات رہ جائیں گے تم اپنے پروگرام سے آگاہ کرو کب آؤ گے؟ اب تمہاری باری ہے میرے بار بار آنے کو دنیا کیا کہے گی؟ آخر سن کی موج، جگ کی لاج دونوں ہی کو تو نبھانا ہو گا۔

لکھنؤ خط لکھ دیا یا نہیں؟ وہاں انتظار ہو گا۔ اسرار بھائی اس مرتبہ تم سے مل کر کس درجہ مسرور تھے اس خوشی کی خوشی تم سے زیادہ مجھے ہے۔

جی چاہتا ہے کہ کچھ دیر اور تمہیں اپنی فضول گوئی سے بہلاتی رہوں مگر پھر اس کا ڈر ہے کہ تھک نہ جاؤ تمہاری نازک مزاجی سے یوں بھی ڈرتی ہوں کہ تم کہہ نہ اٹھو "مجھے دماغ نہیں خندہ ہائے بیجا کا"۔ بہر کیف اب چپ ہوتی ہوں، اپنی مرضی کے خلاف اس لحاظ سے بھی کہ تم جواب میں اس کا آدھا بھی نہ لکھو گے۔

کام کی بات:۔ خدا کے لیے اپنی تندرستی کا خاص خیال رکھو۔ کھانے کی طرف سے جو بے توجہی کا عالم ہے وہ بہت غیر اطمینان بخش ہے۔ تمہارے کپڑے انشاء اللہ کل ہی خرید دوں گی اور سلواؤں گی بے فکر رہو۔ بہت سے پیار لو اور اتنی ہی دعائیں مگر تمہیں دعائیں دینا اپنے ہی کو دعائیں دینا ہے اس لیے صرف پیار۔

تمہاری

صفیہ

مسلم گرلز کالج
علی گڑھ
۲۷؍ جنوری سنہ ۴۸ء

اچھے اختر

تمہارے دونوں خط ابھی پہنچے۔ جبکہ میں اپنی شاگردوں میں گھری اُن کی شیریں حرکات پر مسکراتی جاتی تھی اور ساتھ ہی تمہارے پاجاموں کی تراش خراش میں حد درجہ منہمک!

کل تمہیں خط نہیں لکھا سچ جانو بڑا کیا، سبب یہ ہوا کہ اپنی پسند کی قمیص خریدیں اور پاجامے بھی۔ خوش خوش لوٹی، اپنے آبائی (؟) درزی کی دکان بھی کھلی مل گئی چنانچہ قمیص سلائی کے لیے بھی دیدیں گھر آکر ایک خط فاطمہ بہن کو لکھا۔ دوسرا گھر' پھر نیند نے ایسا گھیرا کہ سوتے ہی بن پڑی گوکہ نیند کے سکون میں تم سے دوری کا احساس کچھ ایسا خلفشار پیدا کیے رہا جیسے پانی اوپر سے بالکل ٹھیرا ہوا ہو اور دور کہیں گہرائیوں میں ننھی ننھی موجیں اکھڑ اکھڑ کر رہ جاتی ہوں۔

اس سے انکار نہیں کہ زندگی بہت ہی مصروف گزر جاتی ہے اس مرتبہ کمرے کی صفائی بھی کر ڈالی۔ کچھ موہوم سی امید میں کہ کبھی "کھور کھیے تارا چمکیگا"۔

میرے کمرے میں تنہا سوتے ہوئے وحشت ہوتی ہے۔ تو تم وہاں مت سوؤ بے کار اپنے کو الجھن میں مبتلا کرنے سے حاصل بستر

بیچ کے کمرے میں لے آؤ اور ہر رات اس یقین کے ساتھ سو و کہ تمہاری صفیہ خواب میں ہو یا بیداری میں تمہارے ہی سپنے دیکھ رہی ہے۔

وعدہ کرو کہ خوش رہو گے! غم کی عظمت تسلیم اور پھر تمہارا "درد بے وجہ" تو بہت ہی مقدس ہے۔ میں اس سرمایہ کو اپنے لیے سرمایہ حیات سمجھونگی مگر سپردگی یا SURRENDER کی میں قائل نہیں۔ ڈوب کر ابھرو بھی تو۔ میں جانتی ہوں کہ تم جس قدر شدت سے غم کے احساس کی قوت رکھتے ہو اسی قدر مسرت کی بھی۔ یہی تمہاری فطرت کا حسن ہے۔" یا جوششِ غم یا جوشِ مستی شاعر کی دنیا شاعر کی ہستی" والی بات ہے۔

یہاں کے حالات کیا لکھوں بارش رک گئی۔ آج بڑی لطیف دھوپ نکل آئی ہے۔ برآمدہ میں پیڑھی ڈالے بیٹھی خط لکھ رہی ہوں پیٹھ سورج کی طرف ہے اور رخ تمہاری طرف۔ سامنے سرسوں کے کھیت لہرا رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہرے قالین پر بسنتی رنگ بکھر گیا ہے۔ دوپہر کا اداس سا سناٹا ہر طرف طاری ہے البتہ غوغائیاں رہ رہ کر فریاد کرتی ہوئی سنائی دیتی ہیں۔

کالج جانے کی ضرورت آج بھی نہ تھی۔ یونیورسٹی والے غالباً عورت سمجھ کر مفت روٹی کھلانے کا ارادہ کر رہے ہیں اگر یہی رہا تو مفت تمہاری روٹیاں توڑنا منظور مگر "ڈاکٹر" کو اپنا مالک بنانا قطعی منظور نہیں۔

اپنے حالات تفصیل سے لکھو۔ کیا کیا مصروفیتیں ہیں اور کیا کیا مشاغل؟ بجنور کی قسمت کے حق میں کیا فیصلہ ہوا؟ ساتھ ہی ساتھ اپنے بھی نصیب

کھلیں گے۔ اس لئے زیادہ فکر ہے ویسے بھی تمھاری حرکتوں پہ (اس کا سائنٹیفک ترجمہ کرنا، اصلاحی نہیں) نظر رکھنا ایک فرض شناس بیوی کا کام ہے توبہ کرو توبہ اور مجھ سے بھی خدا کی درگاہ میں معافی منگواؤ فی الحال بیوی بننے کا ارادہ نہیں، آگے ایسی ہی کوئی بپتا پڑی تو دیکھا جائے گا۔

اچھا میرے دوست، کب آؤ گے۔ صفیہ کی زندگی کا ہر لحظہ انتظار ہی کا لحظہ ہے۔ یہ انتظار تو اس زندگی کے شروع ہونے سے قبل بھی اُس کا حصہ تھا، فرق یہ ہے کہ اس وقت غیر شعوری سا تھا اب اس کا احساس بیدار ہے۔ بہرحال

خود کو بے شمار پیار اور دعائیں اچھا خدا حافظ

تمہاری

صفیہ

مسلم گرلز کالج

علی گڑھ

۲۸ر جنوری ۴۳ء

عزیز اختر

سلام، دعا، پیار

کل خط لکھ چکی ہوں، پہنچا ہو گا۔ آج چھٹی کا دن تھا۔ میری چھٹی تو ہر دن ہی رہتی ہے۔ آج عام چھٹی تھی۔ اتنا وقت بڑی

مصروفیت میں گزرا گھر کی جھاڑ پونچھ پھر اپنی بچی، نتیجہ کے طور پر بہت کافی تھک کر بستر میں پڑ گئی ہوں سلمی پاس ہی لیٹی ہوئی ہیں۔ میں رضائی سے ذرا اُبھر کر یہ سطریں لکھ رہی ہوں تین بج رہے ہیں پانچ بجے ڈاک جاتی ہے۔

کل سے میرے کام کا چکر شروع ہو جائیگا جو نہایت وضعداری کے ساتھ چھ فروری تک چلے گا یعنی تم اگر دو فروری کو پہنچے تو صفیہ کو ROLE میں پاؤ گے یہ اور بات ہے کہ وہ تمہیں دیکھتے ہی پھر صفو کے سوا کچھ نہ رہے! ہاں سچ بتاؤ کہ بحیوز رجا کبھی رہے ہو یا نہیں میں ابھی سے چشم براہ ہوں اگر جانا بہت کلفت آمیز معلوم ہو رہا ہے تو پیسوں کے خیال سے ہرگز مت جاؤ۔ پیسے واپس کر دیئے جائیں گے۔ اپنی چھٹی میرے پاس آنے کے لیے استعمال کرنا۔ اگر مشاعروں کو بے تنخواہ کی چھٹیوں سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے تو یہ اکلوتی چھٹی جس کے لینے سے کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ بھی نہیں بیچاری صفو کے حصے میں آجائے تو کمبخت "مینا" کے علاوہ کسی کو غم نہ ہوگا۔

LADY SUPERVISER

اچھا تو کب آؤ گے میرے پردیسی۔ تم تو اپنے دیس ہی میں ہو مگر پھر بھی میرے لیے پردیسی ہو، کیا کروں۔

حمیدہ تمہیں بہت یاد کرتی ہے اور فی الحال اس کے لیے معاف نہیں کر سکی ہے کہ تم نے اس کی صفیہ کو اپنا بنا لیا ہے۔

سلمی تمہیں سلام کہہ رہی ہیں اور مزاج پرسی کر رہی ہیں۔

خط لکھو پیارا سا۔ تمہاری

صفیہ

مسلم گرلز کالج
علی گڑھ

۲۹ر جنوری سنہ ۴۲ء

اختر پیارے۔ پیار لو۔

کل اور پرسوں کے لکھے ہوئے خط ابھی ڈاک ہی میں معلق ہوں گے کہ یہ تیسرا ابھی چل نکلا۔ تمہارے دو عدد خط پچیس ہی کے لکھے ہوئے ساتھ پہنچے تھے۔ ظاہر ہے اس کے بعد تمہیں خط کا انتظار ہوگا رہتہ نہیں آج بجنور نہ چل کھڑے ہوئے ہو۔ ایسی حالت میں یہ خط بیکار جائے گا۔ پھر کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نہیں چلے۔ بہر کیف میں تو خط یوں لکھ رہی ہوں کہ جی چاہ رہا ہے،

آج گوالیار چھوڑے ایک ہفتہ ہوگیا۔ معلوم نہیں دوبارہ پہنچنے سے پہلے کتنے ہفتے اور گزارنے ہوں گے۔ آج اماں کا خط آیا ہے تیسری فروری تک شاید وہ علیگڑھ آئیں، آنکھیں ڈاکٹر کو دکھا کر آپریشن کے لیے مشورہ کرنا ہے۔ ایسے میں مجھے ٹھہرنا ہوگا۔ پھر اگر تم بجنور نہیں گئے ہو تو ایسا کرنا کہ فروری کے دوسرے ہفتہ میں جب تمہاری سنیچر کی چھٹی نکلے جمعہ ہی کو چل دینا، پیر کو چھٹی لے لینا۔ ہفتہ اتوار، پیر تین دن رہ سکو گے، ٹھیک ہے نا؟

آج کالج کی لٹریری ایسوسی ایشن کی طرف سے نظموں کے REDITATION کی محفل تھی۔ مقابلہ ختم ہونے پر صدر صاحب نے اعلان کر دیا کہ "بیگم جاں نثار سے درخواست کی جاتی ہے، کہ وہ جاں نثار اختر صاحب کی کوئی نظم سنائیں۔" پھر کیا تھا ہال بھر میں غلغلہ مچ گیا۔ بمشکل ایک نظم تمہاری اور ایک مجاز کی سنا کر پیچھا چھڑایا۔ تم لوگ اسقدر خطرناک چیز ہو کہ انجمن میں پیچھا چھڑانا مشکل! اب تمہاری رسوائی میری رسوائی کی بھی ضامن ہو گی ٹھیک ہے نا؟

اور ہاں دیکھو میں اب تک چار پانچ خط تمہارے صرف ایک دن کے خطوں کے بل بوتے پر لکھتی رہتی ہوں۔ میری بے غرضی کی داد کیوں کر دو گے؟ پیار کر دو مجھے!!

تمہاری

صفو

مسلم گرلز کالج

علی گڑھ

۳ رفروری سنہ ۴۴ء

عزیزم اختر

کوئی چار منٹ خرچ کر دیئے یہ طے کرنے میں کہ تمہیں القاب کیا لکھوں سلمیٰ کا مشورہ ہے کہ "سرتاج من سلامت" ہی پر ٹال دیا جائے مگر میرے لیے یہ قطعی ناکافی ہے چنانچہ وہی فارسی تراکیب کے پردے میں پناہ

ڈھونڈی گو کہ اب کوئی پردہ درمیان میں باقی نہیں۔

تمہارا خط آج شام ملا گو کہ توقع کم تھی، خیال تھا کہ دو کا لکھا ہوا خط جو تھی کو پہنچ سکے گا۔ میں نے تمہیں خط نہیں لکھا۔ مجھے اپنی کمینگی کا پورا احساس ہے۔ تمہارے یہاں سے کترا کے گزر جانے پر بہت کچھ اُبلی کھولی۔ بڑے بڑے انتظار تھے، ٹریننگ کالج کی دعوت تمہارے آنے پر ملتوی تھی، تمہارا معاہدہ تھا کہ مجبور سے لوٹ کر میرے پاس آؤ گے۔ پھر اکلوتی چھٹی کو اپنی جائداد بلا شرکت غیرے سمجھے بیٹھی تھی، چنانچہ مایوسی ہوئی اور بہت۔

یہ خط محض اس لیے لکھ رہی ہوں کہ ممکن ہے تم پھر نہ آسکو تو تمہیں کوئی خط بھی نہ ملے گا اور کوونت پر کوفت ہو گی میں بہرحال خوش ہوں اور الٹے سیدھے مشاغل میں مصروف۔ ساتھ ہی ساتھ تمہاری یاد میں غرق۔

ابھی کی بات سنو دس بج رہے ہیں رات کے، کھانا کھانے کے بعد میں اور سلمیٰ حمیدہ کو اُسکے گھر پہنچانے گئے تھے، پُر کیف چاندنی میں درختوں کے سائے عجیب فضا پیدا کر رہے ہیں، دل و دماغ پر نشہ سا چھانے لگا، ساتھ ہی اندیشہ ہوا کہ کوئی چپ چاپ پیچھے نہ آرہا ہو، چنانچہ اپنے ہی قدموں کی آواز پر گمان ہونے لگا کہ کوئی ہے لہذا رفتار تیز کی۔ دونوں ڈر نے بہتے اور تیز سے تیز تر ہوتے ہوئے اپنی منزل پر واپس پہنچے مڑ کر دیکھا تو محض وہم تھا یہ ہے خواتین مشرق کی بہادری کا عالم!

تم اگر نہیں آسکے ہو تو غم نہ کرو، صفیہ تمہاری ہے جس وقت چاہو

بلا لو اور جب چاہے بل لو گھبراہٹ کاہے کی۔ فی الحال اُسکا آنا یوں نہ ہو

سکے گا کہ بی ٹی کی لڑکیوں کے سالانہ امتحان کی تیاری ضروری ہے تم اگلے

ہفتے آجاؤ اگر اب نہیں آسکے ہو تو۔ اچھا پیار لو۔

تمہاری صفیہ

مسلم گرلز کالج

علی گڑھ

۴ر فروری ۱۹۴۲ء

جانِ من

آج شام تمہارا دوسرا خط ملا جس سے اندازہ ہوا کہ آنے

کے ارادے میں تزلزل پیدا ہے، میری قسمت کیا فیصلہ کرتی ہے یہ کل

صبح معلوم ہی ہو جائے گا۔ صفیہ کے لیے تمہارا آنا کیا معنی رکھتا ہے

اس کا اندازہ تمہیں کیوں کر ہو؟ بہر حال وہ کبھی تم سے شکایت نہ کریگی

وہ تمہاری خوشی میں اضافہ کرنے کے لیے اس دنیا میں پیدا ہوئی ہے

وہ تمہارے لیے کبھی غم کا باعث نہیں بنے گی۔

تم نے کالج کے ہلکے پھلکے سے مذاق کو اس قدر اہمیت کیوں دی

صفیہ تمہاری بیوی اور مجاز کی بہن ہے اور اسے ضرور ہے کہ وہ

طبیعت میں نفاست رکھتی ہے، وہ کبھی اپنے کو دوسروں کے تفنن

کی خاطر نیچا نہ کرے گی۔ ویسے کالج میں دوستوں کی محفل میں ارزاں قسم کی

چھیڑ چھاڑ بھی کبھی ہو ہی جایا کرتی ہے۔ اگر میری کوئی حرکت
بھی تمہارے مذاقِ لطیف کو گراں محسوس ہو مجھے ضرور بتاؤ۔ میرے
ذہن و مذاق کا ارتقا تمہارے سائے میں ضرور ہوتا ہے اور ہو گا اچھا
آؤ مجھے پیار کی نظر سے دیکھو اور اپنا سمجھو اور پھر کبھی یہ نہ کہنا
کہ "بہر کیف یہ میرا اپنا خیال ہے" یہ جملہ مجھے بہت کھٹکا۔ تم
مجھ سے اپنے کو علیحدہ کرنے کا خیال بھی کیسے لاتے ہو۔ ہم دونوں
ایک ہیں یہ نہیں کہ ہماری شخصیتیں بٹ گئیں بلکہ دونوں شخصیتوں کا
امتزاج ایک نئی صورت میں نمودار ہو رہا ہے۔

تم اگر کل صبح آگئے تو میری عید ہو گی، ورنہ ایک بُردبار سنجیدہ فراخ
عورت کی شان سے سب کچھ جھیل جاؤں گی اور ہر لمحہ آرزو کروں گی کہ تم مجھ
سے دور بھی خوش ہی ہو۔ تمہاری خوشی میری خوشی ہو گی۔

اماں آج آگئی ہیں، دو چار دن رہیں گی۔ ڈاکٹر سے مشورہ
پر معلوم ہو گا کہ آپریشن ممکن ہے یا نہیں۔

میرا دل اب بھی کہتا ہے کہ تم آؤ گے۔ کیا ایسی حسین چاندنی
یونہی رُسوا ہوتی رہے گی؟

اور سنو ستم ظریفی کل ہی شان[1] صاحب بھی ٹلنگ رہے
ہیں۔ سلمیٰ کس قدر سراسیمہ ہیں اس کا اندازہ اگر تم آگئے تو خود
ہی کر لو گے۔ حجاز شاید کل رات آئیں۔

خیر اب کام کی بات یہ کہ میں کچھ نہیں جانتی اگر اب تم نہیں

[1] شان الحق حقی

آرہے ہو تو اگلے جمعہ کو آؤ ہفتہ کی چھٹی لے کر۔ پھر جہلم کی چھٹی بدھ کو ہے منگل کو میں آؤنگی جمعرات کی چھٹی لیلوں گی، تین چار دن گزار جاؤنگی۔

تمہارے کپڑے میں نے سی کر استری کروا کے رکھے ہیں اپنے کمرے کے لیے پردے خریدے ہیں، خدا کرے تم پسند کرو، کب آؤ گے، میری یہ حقیر سی پیشکش قبول کرنے جھکے سر تار میں ایک دل دھڑکتا محسوس کرو گے؟

اچھا بہت سے پیار۔

دعا دو کہ میں تمہارے اس بلند معیار کے قابل بن سکوں جس پر تم مجھے دیکھتے ہو۔ میری زندگی کا ماحصل یہی ہوگا کہ میں تمہارے قابل ثابت ہو سکوں میرے اپنے دوست۔

تم بن کیسی تشنگی محسوس کر رہی ہوں اس کا اظہار ممکن نہیں تم مجھے اس طرح ترساؤگے تو کبھی نہیں جانا نہ چھوڑوں گی۔

تمہاری

صفیہ

مسلم گرلز کالج

علی گڑھ

۸ر فروری ۴۴ء

عزیز اختر

کہو خیریت سے پہنچ گئے؟ کل اس وقت تک طبیعت بہت بے چین رہی۔ جب تک یہ خیال رہا کہ سفر میں ہو۔ گھر پہنچ جانے کے

خیال سے سکون سا ہے۔ اپنی جگہ ہو، اپنے لوگوں میں ہو، پھر بھی اپنے دل میں جو رہ رہ کر ویرانی سی محسوس کرتی ہوں اُس کا علاج سمجھ میں نہیں آتا۔ کل تو تمہارے بعد تنہا کمرے میں ٹھہرتے ہوئے وحشت ہوئی۔ کمرے کی ہر شے سے تمہاری یاد تازہ ہونے کے امکانات تھے جن سے بچنے ہی میں نجات تھی، خیر یوں بھی سوتا ہے کبھی کبھی۔

یہ خط تمہیں غالباً دس فروری کو ملے گا۔ گیارہ کو تم فتح گڑھ چل پڑو گے۔ جانے سے پیشتر ایک خط ضرور لکھ دینا، مجھے تمہارے پروگرام کا کچھ علم تو رہے گا گو کہ یہ جانتی ہوں کہ اس پروگرام میں ہر لحظہ انقلابات آنے بھی ممکن ہیں۔ بہرحال لکھنا ضرور۔

آج دوپہر کو محمود صاحب کے یہاں گئی، اماں کو لیکر تھوڑی بہت سلائی کرتی رہی۔ دل کچھ اچاٹ سی سار ہا۔ شام کو آمنہ آگئیں۔ اب گیارہ بجے کے بعد اُن سے فرصت حاصل کی ہے اپنی گزشتہ شب زندہ داریوں کے طفیل نیند سے جھومتی جاتی ہوں اور یہ سطریں لکھتی جاتی ہوں گو کہ "سو جا راجکماری سو جا" گنگنانے والا کوئی بھی نصیب نہیں!

شان صاحب آج دوپہر سلمیٰ کے جیون کی ستار ٹھونی کر گئے اور ہم دونوں کیلیے یہ جان لو کہ شرکت غم سے الفت اور محکم ہو رہی ہے۔

ہاں تو پندرہ کو یعنی سنگل کو گیارہ بجے رات تک پہنچ ہی جاؤں گی۔ تمہارے اپنے گھر خوش رہو اور اعتماد رکھو اپنے پر اور ساتھ ہی مجھ پر۔ تمہیں اپنی تنہائی کے احساس کو زبردستی

کم کرنا پڑے گا۔ خواہ کسی لمحے تمہیں وہ تنہائی محبوب ہی کیوں نہ ہو۔ اب تم زندگی کے خارجی مناظر میں ایک رفیق کا اضافہ کر چکے ہو، یہ رفاقت ذہنی دنیا کے لیے بھی تو ضروری ہے۔ اگر میری ذات تمہارے لیے INTELLECTWAL COMPANION نہ بن سکی تو پھر یہ ظاہری رفاقت جلد ہی تمہارے لیے وبالِ دوش بن جائے گی۔ سمجھانا تمہارے صبیوں کا کام نہیں میری جان۔

اب جلد ہی ملوں گی، لڑوں گی، پیار کروں گی، روٹھوں گی۔ اور پھر خود ہی مناؤں گی، کیوں ٹھیک ہے نا؟ آج تمام دن تم میرے سامنے مسکراتے رہے، اپنے مخصوص انداز میں اور تمہاری میٹھی میٹھی آواز میرے کانوں میں سنائی دیتی رہی پھر مجھے اس کی پروا کیوں ہوتی کہ تمہارے علاوہ سب بے رنگ و بے کیف ہے۔

کل پھر خط لکھوں گی۔ جب نیند کی زنجیریں ڈھیلی پڑ چکی ہوں گی۔

شب بخیر۔

پیار تمہاری سوئی سوئی سے آنکھوں کو۔

تمہاری

صفّو

مسلم گرلز کالج
علی گڑھ
۹ر فروری سنہ ۴۴ء

اختر
خدا کرے تم خوش ہو

کل نیم خوابی کی کیفیت میں تمہیں خط لکھا، خدا جانے کیا کا کیا لکھ گئی ہوں۔ آج کا دن بھی بہت گھبرا ہوا کٹا، کالج بھی جانا تھا اب حسب دستور گیارہ بج رہے ہیں تم کیا کر رہے ہو گے اسکے متعلق فیصلہ مشکل ہے ممکن ہے میرا یہ خط اسوقت پہنچے جب تم فتح گڑھ براج رہے ہو یہ کمبخت مشاعرے میرے رقیب بن کر ہی دم لیں گے۔ خیر صبر کیا ان کی جان کو! یہ جیسے مجھے جلاتے ہیں خدا انہیں بھی ایسا ہی جلایا نصیب کرے۔

یہ کیسے کہوں کہ تمہاری کمی محسوس ہوتی ہے جبکہ ہر لمحہ ہر لحظہ تم میرے ہی پاس ہو۔ دور ہو کر تو اور بھی پیارے ہو جاتے ہو کیوں؟ اس لیئے کہ جب تم نہیں ہوتے تو تمہارا تصور ہی وجود میرے من کے اشاروں پر چلتا ہے وہ تمہاری طرح ہر دم ہونٹوں پر سگریٹ لگا کر مجھے پیار دوں سے محروم نہیں رکھتا۔ وہ میرے اپنے خیال پر ناز کر کے مجھے اپنے سے علیحدہ نہیں کرتا، سمجھے تم؟ نہیں میرے اپنے اختر! تمہارا تصور صرف اس لیے اتنا شیریں ہے کہ تم خود بھی ایسے ہی ہو۔ تمہاری ذات سے میں نے آج تک کوئی تلخی وابستہ نہیں کی، میری زندگی کی ساری

تلخیوں کا حل تم سے ہوا ہے۔ پھر تم سے تلخی وابستہ ہونا بھی ممکن ہے یہ میرے تصور میں نہیں آتا۔ ہاں یہ ایسی ہی صورت میں ممکن ہے۔ جب تمہیں اپنے سے بے نیاز پاؤں۔ مگر مجھے معلوم ہے کہ جب میرے اختر نے مجھے ایک بار "میری اپنی صفیہ" کہا ہے تو پھر وہ مجھے غیر نہیں بنائے گا۔

کتنی خوش رہتی ہوں اور کتنی نازاں' مجھے کسی نے چاہا ہے اور میں کسی کو چاہنا سیکھ رہی ہوں زندگی اپنی مسرتوں پر سے آہستہ آہستہ نقاب اٹھا کر میرے سامنے آرہی ہے۔ ایسا محسوس کرتی ہوں کہ اب سے پہلے میں زندہ ہی نہیں تھی بلکہ زندگی کی آرزو میں جی رہی تھی طرح طرح کے سہارے ڈھونڈھے مگر کسی کو تشفی بخش نہ پایا اکثر میری روح اس تنہائی سے گھبرا کر چیخ اٹھی مگر اس فریاد کو سننے کے لیے کبھی اپنے سوا کوئی نہ تھا۔ جہاں تک دیکھ سکتی تھی اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ ایسے میں تمہارے وجود نے میرا ساتھ دینا منظور کیا اب تو اپنی گزری ہوئی حالت کو تنہائی میں دہرانے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ اور سچ پوچھو تو تنہائی ہوتی ہی نہیں "تم میرے پاس ہوتے ہو گویا۔"

پچیس دسمبر سے دراصل میں نے دوسرا جنم لیا ہے۔ مجھے اندازہ بھی نہ تھا اور ہوتا بھی تو کیسے؟ کہ میری زندگی میں خارجی طور پر اور داخلی طور پر اتنا زبردست تغیر ہو گا۔ سارا مجھوتہ نہایت عملی روشنی اور کاروباری اسپرٹ میں تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ ایسا

حسین انقلاب میرا استقبال کر رہا ہے۔ اب میں کتنی خوش ہوں اس کا اندازہ تم نہیں کر سکتے۔ مجھے اپنے پچھلے دن کش مکش اور کوفت سے لبریز دن، ایسے غیر حقیقی معلوم ہوتے ہیں جیسے کہ کسی دوسری دنیا کی داستان واقعی ایک بار مر کر پیدا ہونا ایسے ہی انقلابات کا نام ہے۔

اب کچھ اور باتیں۔ تمہاری خیریت معلوم کرنے کے سلسلہ میں کیا پوچھوں تم سے؟ گوالیار میں تمہاری ذات سے اتنی کم چیزوں کو وابستہ پاتی ہوں کہ سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ وہاں ہو کیونکر۔ ایک لے دے کے فاطمہ بہن ہیں سوان کے بارے میں یہ خوش اعتقادی ہے کہ وہ میری بھی اسی قدر ہیں جس قدر تمہاری۔ چنانچہ اس فوقیت کو تسلیم کرنے سے بھی انکاری ہوں۔

اس مرتبہ گوالیار پہنچ کر تھوڑی بہت ریسرچ ضروری سمجھتی ہوں تاکہ کچھ گوالیار اور گوالیار والوں سے لگاؤ تو پیدا ہو۔

لو گھڑیال نے بارہ بجا دیئے ہر طرف سناٹا ہے چاند سے کائنات درس صفا لے رہی ہے، درخت خاموش کھڑے ہیں جیسے منظر پر سحر ہو گیا ہو میں اسوقت فطرت کی آغوش میں بھی نہیں پہنچ سکتی کیونکہ مجھے تمہاری آغوش کی گرمی اور ملائمت زیادہ عزیز ہے۔ میں اپنی جنت میں ہوں، مجھے اس خارجی جنت سے لطف اٹھانے کی فرصت کہاں۔

کب خط لکھو گے؟ پندرہ کی رات یعنی منگل کی رات کو پہنچ جاؤں گی۔ میں اپنے معاہدہ پر برقرار رہی تو تمہیں اپنے معاہدہ پر

قائم رہنا کبھی ضروری ہو جائے گا، خدا تمہیں اس کی توفیق دے۔
اب مجھے سونے دو۔ تم جب سے ملے ہو۔ میری نیند کے دشمن ہی ہو، میرے دوست۔
اچھا شب بخیر۔ پیار صبح تک کے لئے بشرطیکہ سپنوں میں کوئی نہ آیا۔

تمہاری اپنی
صفو

مسلم گرلز کالج
علی گڑھ
۱۲ر فروری ۴۴ھ

جانم!
میرے پچھلے دونوں خط تمہیں مل گئے ہوں گے۔ کہو فتح گڑھ کی کبھی سیر کرلی؟ کیا رہا یہ تجربہ؟
تمہارے دونوں خط ساتھ ہی پہنچے جس کی ضخامت زیادہ تھی ظاہر ہے کہ پہلے وہی کھولا۔ میرے پچھلے خط کی بیشتر باتوں سے تمہیں اپنی باتوں کا جواب مل ہی گیا ہوگا، خیر اب زبانی باتیں ہوں گی مگر ایک آرزو ضرور ہے خدا کے لئے اس گستاں کشاں نزدیک آنے میں ذرا تیز رفتاری سے کام لو۔ میں تو ہر لحظہ تمہاری منتظر ہوں اور منتظر ہی ملوں گی۔ انتظار کبھی اذیت آمیز نہیں کیونکہ امید ہے کہ آملو گے۔

پندرہ کی رات کو آرہی ہوں خیال رکھو کہ گھر میں بوریا رہے۔ ہاں مجاز کی "آج کی رات" اگر DRAMATIZE کی جا سکے تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

ابھی کالج سے لوٹ کر آئی ہوں۔ تھک رہی ہوں۔ شام کو اسرار بھائی آنے والے ہیں جو آئیں تو بات ہے۔

تم کیا کر رہے ہو؟ کیسے ہو؟ اب تو اُس گھڑی کا انتظار ہے جب تمہاری طرف روانہ ہونا ہے۔ پیار لو

تمہاری صفو

مسلم گرلز کالج

علی گڑھ

۲۲/فروری ۱۹۴۳ء

جانِ عزیز

کیسے ہو؟ میرے کوچ کے وقت تمہاری طبیعت پر جو بار تھا اسکی فکر ہے۔ خدا کرے اچھی طرح سو گئے ہو اور صبح لشاش اٹھے ہو۔

اس مرتبہ گوالیار کے اسٹیشن پر ہر لحظہ دل چاہتا تھا کہ کاش کوئی خارجی قوت جانے سے روک لیتی اور اپنے پر سے ذمہ داری کا بوجھ ہٹ جاتا مگر سنگ دل ٹرین آ کر رہی اور بے رحم لوگوں نے ٹکٹ بھی حاصل کر لیا اور صفیہ کو دور پھینک دیا گو کہ وہ اسکے باوجود تم سے ذرا بھی دور نہیں۔

جب سوچتی ہوں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ میری یہ غیر موجودگی میں

زندگی کو کن مشاغل سے پُر کرتے ہو گے؟ فاطمہ بہن بیچاری مزدور آدمی وقت پر چل دیتی ہوں گی، پھر گھر پر اکیلے کیا کرتے ہو گے، وقت کیسے کٹتا ہو گا؟ گھبراؤ نہیں، میں بھی تمہارے پاس ہوتی ہوں۔ البتہ یہ اور بات ہے کہ ایسے میں مینا بھی آجاتی ہو اور مجھے اس بزم سے نکالا مل جاتا ہو۔

تم کب آؤ گے؟ مجھے بلانا یا خود آنا، مارچ کے پہلے ہفتہ میں تم جے پور جانا طے کرو اور مناسب سمجھو تو مجھے بھی لے چلو عون کے وہاں ٹھہریں گے اور ان کی شانِ میزبانی بھی دیکھیں گے۔ ویسے تم اپنی مرضی پر رکھو یہ شوق تو محض تمہاری ہمسفری کی خواہش میں اُچھلا بقیہ کچھ نہیں۔ خیر۔

ہاں اور سنو، آج یونیورسٹی بند رہی، کوئی طالب علم اتفاقیہ دل سے کھیل کر مر گیا تھا۔ رات کو طبیعت پر تکدر سا رہا گو کہ موسم بہت ہی رنگین رہا۔

آج دوپہر کوئی تین گھنٹے سوئی۔ یہ نیند گویا وہ قرض مع سود ہے جو تمہارے پہلو اور بازوؤں پر واجب تھا۔

آج ایک بہت ہی دیر ہضم قسم کی کتاب پڑھنے کے لیے اٹھائی ہے۔ اپنے کو تم سے بحث کرنے کے لیے مسلح کرنا چاہتی ہوں۔ لڑنے کے لیے تو میری فطرت نے مجھے مسلح کر کے بھیجا تھا مگر بحث کی ضرورت یوں آ پڑی کہ تم سے لڑائی بغیر بحث جھگڑے ممکن ہی نہیں ہے۔

تمہاری صلاح کار نہیں بننا چاہتی، ہنوں بھی تو کیوں کر اور دعویٰ بھی کروں تو کس برتے پر جبکہ اپنے کو بیشتر چیزوں میں تم سے

کمتر پاتی ہوں۔ ہاں چھیڑ کی خاطر پھر لکھ رہی ہوں کہ میرے پیچھے مجھ سے یہ "ترکِ وفا" نہ برتنا کہ اپنے کو مجھ سے علیحدہ کر کے خود پہ پریشانیوں کے دورے ڈالو اور کہو کہ میں صفیہ کے ساتھ یہ نہ کر سکا اور یہ نہ کر سکا۔ یقین کرو اختر کہ یہ احساس ہی میری زندگی کے اکثر لمحوں کو قطعی سکون بخش دیتا ہے کہ میں تمہاری ہوں۔ اب تک میں کسی کی بھی نہ تھی اور سمجھ نہ سکتی تھی کہ اپنے کو کیوں کر سنبھال کر رکھوں اور کس کیلیے؟ میری وفاؤں کا میری اُبلتی ہوئی آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز کوئی نہ تھا۔ میرے خوابوں کا پس منظر بالکل سیاہ تھا اور میرے ارمانوں کی دنیا یکسر سُونی۔ ایسی اُجڑی ہوئی دنیا کو ایکا ایکی جگمگا دینے کا سہرا تمہارے سر ہو گا اس کا یقین کبھی نہ تھا۔ پچھلی باتیں ایسی پچھلی باتیں بن چکی ہیں کہ اُن کے حقیقی ہونے میں کبھی شبہہ ہے۔ پھر ایسے میں بھی تم یہ کرتے ہو کہ میرے پیچھے میری اس دنیا کو ٹھکرا کر اپنی اس دنیا میں جا بستے ہو جو تمہارے لیے گزری بات بن چکی ہے اور پھر اکثر ایسی باتوں پر مغموم ہوتے ہو جن پر غم کرنے کا اب تمہیں کوئی حق نہیں رہا ہے، میرے دوست۔

آؤ پیار کر لوں تمہیں، نہ معلوم کن نظروں سے ان سطروں کو پڑھ رہے ہو۔ اس تصوّر کو زیادہ مضبوط نہیں کرنا چاہتی ورنہ میرے ہاتھ تھرتھرانے شروع ہوں گے۔ شدّتِ جذبات سے اور پھر مجھ سے کچھ بھی تو نہ لکھا جائے گا۔

تم سے ملنے کو ہر منٹ جی چاہتا ہے۔ اس ضبطِ نفس کا کوئی ثواب بھی ہے یا نہیں، یہ تم بتانا۔

ہاں سنو، اس جمعہ کو سلمیٰ دہلی جا رہی ہیں، سعیدہ بھی۔ سلمیٰ کو کپڑے خریدنے ہیں، دلہن بننے کے لیے۔ میری رائے اور میرا انتخاب بہت اہم ہے اس معاملے میں، چنانچہ مجھے ساتھ لیجا رہی ہیں، چلی جاؤں؟ تمہاری آپا مشاہدہ سے بھی ملاقات ہوگی، تمہارے مجاز سے بھی۔

مجھے مفصل سا خط لکھنا۔ محض پیار کی باتیں لکھ کر ٹال دیتے ہو مجھے۔ یہ بھی لکھنا کہ کیسے رہتے ہو اور کیا کرتے ہو؟

دہلی سے کیا منگاتے ہو اپنے لیے؟ نہ بتاؤ میں خود ہی اپنی مرضی سے لے آؤں گی، الٹی، سیدھی چیزیں، پھر انھیں برتنا ہی پڑے گا تمھیں۔

آؤ میرے قریب پیار کر لوں تمھیں۔

شب بخیر

تمہاری

صفیہ

علی گڑھ

۲۳ر فروری سنہ۴۴ء

عزیز اختر

کل ایک نہایت "مستعد" قسم کا خط بھیج چکی ہوں جسے اصولاً آج تک پہنچ جانا چاہیے۔ میں نے تم سے وعدہ لے لیا تھا کہ میری روانگی

کی صبح کو اپنی کیفیت سے مطلع کرنا۔ تم نے اس خواہش کی تکمیل ذرا وقت سے پہلے کی۔

تمہاری طبیعت اب تک تو ناصاف نہیں، میں نے تمہیں کافی پراگندہ خاطر چھوڑا تھا، اب کیسے ہو، لکھو؟

یہاں کام اور نیند کے درمیان جو وقت ہے وہ تمہارا ہے اس کا تمہیں ہر وقت یقین ہونا چاہیئے۔ اس سے انکار نہیں کہ ہنگامی مصروفیتوں سے چھٹکارا کم ہے۔ دماغ پر پہلی سی خستگی پھر طاری ہو چلی ہے۔ جس کا فوری اثر چہرے پر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ اس عذاری کی مجرم ضرور ہوں کہ استانی زیادہ اور ضعفو کم رہ گئی ہوں گو کہ مجھے اس زبردستی کی تبدیلی سے کوئی اطمینان نصیب نہیں۔ بہر حال۔

تمہاری مصروفیت فائنل ایر سے فرصت پا کر اور بھی کم رہ گئی ہوگی۔ پھر بھی کالج کے راستے کی پیمائش تو ہر حال میں ضرور ہوگی اس کے علاوہ وقت کیوں کر گزارتے ہو؟ گھر پہ آنے جانے والوں کا کیا دستور ہے؟ فاطمہ بہن اسکول سے اب بھی دیر میں لوٹتی ہیں؟ ساری باتیں تفصیل سے لکھو۔ تمہاری تعطیلات کا کیا طریقہ ہوگا؟ ہولی میں نہ آسکو گے؟ پھر پہلے ہی آ ‌‌جاؤ یا مجھے بلواؤ۔ تم بنا تو دن کاٹے نہیں کٹتے۔ اکثر گمان ایسا گزرتا ہے کہ زندگی نہیں حاصل بلکہ زندگی کا انتظار ہے۔

دہلی جانے کی نیت تھی، آج شام تمہارا خط آجاتا تو چلی جاتی

اب ہمت نہیں ہو رہی، میرے پیچھے تمہارا خط آیا پڑا رہے گا۔ ہفتہ کو مل سکے گا۔ یہ برداشت نہیں ہو سکتا۔

اس وقت برابر ہی سلمیٰ بیگم "خط متوازی" کھینچ رہی ہیں معلوم نہیں کس کا خط لمبا ہوگا۔ بہر حال اس کام میں وقت تو میں ہی کم دوں گی اس لیے نہیں کہ مشق زیادہ ہے اسکا دعویٰ تو سلمیٰ ہی کو ہو سکتا ہے بلکہ اسلیے کہ خطوں کی اہمیت ہماری زندگی میں وہ نہیں جو سلمیٰ اور شان کیلیے ہے، ٹھیک ہے نا؟

اسرار بھائی کا خط کل آیا تھا خوش ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نند زینت بھی سعیدہ کے ساتھ وابستگی کی سعادت حاصل کرنے پر رضامند بھی۔ دیکھو یہ اونٹ کس کل بیٹھتا ہے یہ شادی بھی اگر ہو گئی تو گویا کارنامہ ہو گیا۔

موسم یہاں کافی سرد ہو گیا ہے۔ ابر و باد کا سلسلہ چل رہا ہے دھوپ پورے دن نظر نہیں آتی بس یہ سمجھ لو کہ صبح و شام ہی نہیں ہوتی یا پھر یوں کہ صبح ہوتی ہے تو ایسی ضدی قسم کی کہ شام کی آمد کی روادار ہی نہیں ہوتی، بہر حال میں تو ان صبحوں کی بھی شکر گزار ہوں جو شام ہجراں سے مقابلہ کرنے کو تیار رہوں۔

نیند کا کفارہ بڑی سعادت مندی سے ادا کرنا ہے۔ یوں بھی تمہیں خواب میں دیکھنے کی آرزو مجھے بہت جلد تھپکیاں دے کر سلا دیتی ہے، پڑھنے لکھنے کے مصنوعی مشغلے مدت سے بالائے طاق ہیں دماغ میں تمہارے سوا اب اور چیزوں کیلیے جگہ اسقدر تنگ ہے کہ گھبرا کر نکل بھاگتی ہوں گو کہ اپنی طرف سے ہ ہ ہ ہ صاحب کے فلسفہ کی کتاب پر عنایت کر رہی ہوں۔

پتہ نہیں یہ میرا خط تمہیں کس کیفیت میں پائے گا۔ تمہارا ہر لمحہ اس قدر غیر متعلق کیفیات کا ضامن ہوتا ہے کہ میں قریب رہ کر بھی آنے والے لمحے کے متعلق کوئی مطلق فیصلہ نہیں کر سکتی جی چاہتا ہے تمہارے تصور میں آ کر تمہیں ایسے لمحوں میں بہلا لیا کرتی اور اپنے کو اسی طرح کامران سمجھتی۔ اپنی اس آرزو میں کہاں تک کامیاب ہوں اس کا فیصلہ تم سے لینا چاہتی ہوں۔

یقین کرو میری جان کہ اب تم اپنی کشاکش میں تنہا نہیں ہو صفیہ تمہاری ہر حال میں شریک ہے۔ تم نے اُسے بہت سی ناکامیوں سے ایک بار قبول کر کے بچا لیا۔ بدنامیوں سے ناکامیوں سے، تنہائیوں سے اور سب سے بڑھ کر ان تلخیوں سے جو اسکی فطرت میں گھلتی ہی جا رہی تھیں، اسکے معاوضہ میں ہی سہی۔ کیا وہ تم تک خوشی کی ایک گزرتی ہوئی لہر بھی نہ پہنچا سکے گی۔ پھر تو اس کی زندگی بے مقصد ہو جائے گی اور بے مقصد یہاں کوئی زندہ نہیں رہتا۔

تمہیں بہت تھکا دیا اختر۔ دیکھو تمہاری پیشانی پر بل آ چلے ہیں اور تمہاری آنکھوں میں خوابیدگی جھلک آئی ہے آؤ مجھے پیار کرو۔ شب بخیر۔ میرے اختر۔

میٹھی نیند اور حسین خواب
تمہاری
صفو

علی گڑھ

۲۵ر فروری ۱۹۲۳ء

اختر میرے

تمہارا خط ایسے میں پہنچا کہ شاگردوں کے نرغے سے بچ نکلی تھی اور غسل میں مصروف! چنانچہ نہایت دبے قدم اس نے مجھے غسل خانے میں آ پکڑا۔

مژدہ ہو کہ یونیورسٹی میں پانچ سے لیکر بارہ تک کی چھٹیاں طے پائی ہیں۔ سات کو کالج کھلے گا حسب سی چھٹی لے لی جائے گی۔ بہرکیف دوسری کو روانگی کی ٹھانی ہے۔ کتنی ہی دقتیں کیوں نہ پیش آئیں ارادہ مستقل ہے۔

تمہیں مفصل خط لکھتی، مگر رفو کا کھلا ہو، چوڑیاں خریدنے لگی چوڑیوں کے انتخاب کا مسئلہ تم جانتے ہی ہو گے کس قدر نازک ہوتا ہے بہت سا وقت نکل گیا۔ خدا کرے تم میری پسند کی داد دے سکو۔

اور پھر یہ سعیدہ کم بخت پورے وقت پہرہ دے رہی ہے اس لئے بھی تو کسی ایسی ویسی بات کے لکھنے کا موقع نہیں اس لئے خدا حافظ۔

فاطمہ بہن کی مزاج پرسی اور سلام۔

تمہاری

صفیہ

علی گڑھ

۲۷ر فروری ۴۲ء

عزیز از جان

جمعہ کو تمہارا خط آیا تھا اُس کے بعد سے تمہاری خیریت نہ معلوم ہو سکی۔ خدا کرے تم اچھے ہو اور خوش بھی۔ بعض وقت عجیب اندیشے ذہن میں جگہ لینے لگتے ہیں، پھر خیال آتا ہے کہ تمہارا کیا بھروسا، تمہاری خوشی ہی تمہیں مجھ سے بے نیاز نہ بنا رہی ہو۔ بہر حال خط جلد ہی لکھا کرو مجھے ہر لحظہ تمہاری یاد رہتی ہے۔ یہ شکایت نہیں، پریشانی کا اظہار ہے، خفا مت ہونا۔

میں دوسری کو چل دیتی مگر سلمیٰ بیگم کے ساتھ پچھلے ہفتہ تمہارے خط کے انتظار میں نہیں گئی۔ اب جمعرات کو اُن کے ساتھ دہلی جاؤں گی وہاں کچھ ان کی کچھ اپنی خریداری کر سکوں گی۔ جمعہ کو گرانڈ ٹرنک ایکسپریس سے چار بجے روانہ ہو کر دس بجے گوالیار پہنچ جاؤں گی۔ تم گوالیار پر ہی ملنا۔ آگرے تک آنے میں کوفت اور زحمت کے سوا کوئی فائدہ نہیں گھڑیاں گن گن کر کٹ رہی ہیں۔ آج ستائیس گزر رہی گئی تین دن اور سہی۔ اچھا خوش ہو جاؤ اور میری دعائیں قبول کرو۔

خدا حافظ

تمہاری

صفو

مسلم گرلز کالج علی گڈھ

۲۰ مارچ ۶۴ء

جان! دعائیں بے شمار

اس مرتبہ دو ہفتے ساتھ گزارنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ تشنگی میں شدت پیدا ہو گئی۔ یہ سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ تم بنا ایسے پہاڑ سے دن اور اتنی سونی راتیں کیسے کاٹوں۔ رات سوتے سوتے آنکھ کھل گئی۔ نگاہوں کے سامنے چاند جھکا آرہا تھا بس ایسا معلوم ہوا کہ میری تنہائی کا مضحکہ اڑا رہا ہے۔ تمہارے بغیر میری ہستی کتنی حقیر رہ جاتی ہے اس کا اندازہ تمہیں کیوں کر کراؤں۔

کب آؤ گے جان؟ اس مرتبہ تو میں نے بہت سی چھٹیاں کھگتیں چار مارچ سے لیکر سترہ مارچ تک کی چھٹیاں۔ وہ تو شکر کرو کہ میں ان کی مستحق تھی۔ اب جلد چھٹکارا حاصل کرنا بہت ہی مشکل کیا نا ممکن نظر آرہا ہے۔ اور ایک طرف زندگی کا ایک ایک لمحہ اس طرح گزر رہا ہے جیسے کوئی گناہ کیے جا رہی ہوں۔ خیر اب عقل کا فیصلہ یہ ہے کہ تم اپریل کے پہلے ہفتہ کے بعد ہی آجاؤ، دو ایک دن ہی کے لیے سہی، اس سے زیادہ تاب انتظار نہیں ہو سکتی۔

ہاں اور سنو، یونیورسٹی پندرہ جولائی کو بند ہوگی۔ پندرہ جون کو نیا سال شروع ہوگا۔ یعنی داخلے وغیرہ ہونگے جولائی میں تمہارا کالج کھل جائے گا۔ ان صورتوں کو دیکھتے ہوئے یہ مناسب نظر آتا ہے کہ ابھی سے یکم مئی تا پندرہ جون چھٹی کی درخواست دیدوں

غالباً نصف تنخواہ پر درخواست منظور ہو جائے گی۔

دوسری کام کی بات۔ کبھئی یہ تمہارا لال (گھریلو ملازم) اس مرتبہ مجھے بہت مہنگا پڑا۔ دو ہفتے کے اندر ایک قلم، پچیس روپیہ، اور ایک ساڑی اڑا لے گیا۔ اب تم اس سے فرصت ہی حاصل کرلو ورنہ وہ کسی دن تمہیں بھی مہنگا نہ پڑ جائے۔ ہاں فاطمہ بہن سے کہو کہ احتیاطاً میرے کپڑوں کے بکس اور برتنوں کے صندوق میں تالا لگا دیں۔ تم دونوں چلے جاتے ہو، پیچھے نہ جانے کیا ستم ڈھائے وہ فتنہ۔ خیر

اپنا حال لکھو مفصل سا! شامیں کیسی کٹتی ہیں۔ جوش کے پروگرام سے استفادہ حاصل کرنے کی اجازت ہے ہر وقت! کپڑے تمہارے سلوں گی بہت جلد، فکر نہ کرو۔

خط لکھ چکے مجھے، محض پیار کی باتیں نہیں، کام کی بھی ہونی چاہئیں، سنا تم نے؟

سعیدہ اور سلمیٰ کالج گئی ہوئی ہیں۔ اس لئے تم سے باتیں کرنے کی آزادی ہے ورنہ ظالمیں زندگی دشوار کر دیتی ہیں۔

اچھا اپنی سگریٹ کو پیار اور اپنی مینا کو بھی

فاطمہ بہن کو خود ہی خط لکھوں گی شام تک اس وقت تک کے لیے بہت سے سلام اور دعائیں۔

تمہاری

صفو

گرلز کالج علی گڑھ

۲۲ مارچ ۱۹۷۰ء

اختر عزیز۔ خدا کرے تم خوش ہو۔

یہاں کے حالات کیا لکھوں؟ نوکر بیمار ہے۔ گویا یہاں میں فاطمہ بہن جو عیش کرا چکیں ان کا کفارہ ادا کرنا پڑ رہا ہے کل کھانا پکانے کے بعد تمہیں خط لکھنے کا دم نہیں باقی تھا۔ اب صبح کے ساڑھے سات بج رہے ہیں آنکھ رات میں کئی بار کھلی تھی، ابھی ابھی جاگی ہوں، موسم بڑا پر کیف ہو رہا ہے بھورے بھورے بادلوں نے آسمان کو ڈھک دیا ہے سامنے ہرا بھرا کھیت ہے جن کی پاسبانی بڑے بڑے قد آور درخت کر رہے ہیں ہلکی ہلکی بوندوں سے فضا میں ایک نغمہ سا گونج چلا ہے ایسے میں تم نہیں ہو، کب ملوگے دوست۔

ہاں اور۔ مئی میں ٹریننگ کالج میں تین ہفتوں کا REFRESHER COURSE پڑھایا جائے گا۔ صدیقی صاحب نے کہا کہ دور دور سے اُستانیاں آئیں گی۔ ایسے میں میری موجودگی اشد ضروری ہے چنانچہ چھٹی جون ہی میں مل سکیگی۔ لہٰذا پچھلی تجویز کو ختم سمجھو۔ آج ٹریننگ کالج سے رضا حسین زیدی کو رقعہ بھجوادوں گی، مکان کے متعلق دریافت کرونگی تم اس تبدیلی پر کوفت نہ کرنا۔ یہ مزاج کا نہیں واقعات کا تلون ہے۔

اپنی کیفیت لکھو، گھر کے کیا رنگ ہیں اور تمہارا کیا دستور ہے، اس وقت تو سو رہے ہوگے۔ اپنی سہری پر اوندھے سیدھے۔ جی چاہتا ہے تمہاری پیشانی پر جھک کر پیار کرلوں، مگر دور ہو کیا ستم ہے دوست۔

آج تم سے دُور ہوئے چوتھا دن ہے لیکن دل کا ابھی سے یہ عالم ہے، کیا سناؤں سلمیٰ اچھی ہیں اور ناخوش۔ شان صاحب حسبِ دستور بہت سخت ناراض ہیں۔ کل کلاس میں کوئی قصیدہ پڑھا رہی تھیں تان ٹوٹتی ہے "نورِ سحر"، "رنگِ شفق" پر لڑکیوں نے طبع آزمائی کی پرچہ لکھ کر سلمیٰ کے کمرے میں پھینک گئیں۔

چاندنی تم ہے یہاں اور چاند اس سے دور ہے
دیکھو ذرا یہ شانِ حق، نورِ سحر، رنگِ شفق

اب اپنی باتیں لکھو۔ میری طرف دیکھو۔ آؤ مجھے پیار کرو۔

تمہاری اپنی
صفو

گرلز کالج علی گڑھ
۲۵ر مارچ ۱۹۴۴ء

اختر

ابھی ابھی تمہارا خط ملا۔ پورے آٹھ دن بعد تمہاری خیریت معلوم ہوئی۔ یہ بالکل درست ہے کہ تم پریشان ہو تو میں بھی شریک ہوں، مگر میری جان شرکت کے طریقے اس سے بہتر بھی تو ہو سکتے تھے تم نے اس سے پہلے ہی ایک پرچہ لکھ کر ڈال دیا ہوتا۔ مجھے معلوم تو ہوتا کہ تم پر کیا گزر رہی ہے۔

دوست! ملازمت کی پریشانی کو ایسا شدید نہ بناؤ۔ گو کہ

یہ حد درجہ کمینگی ہے کہ ایسے گرانی کے زمانے میں بجائے کسی ترقی کے ان لوگوں کی نظر تخفیف کی طرف ہے۔ مگر ہماری کوششیں سلامت رہیں مجھے امید نہیں، یقین ہے کہ ہم دونوں مل کر کوئی خوشگوار راستہ زندگی کے لیے نکال ہی لیں گے۔ فوری اور عارضی اثرات سے اسقدر متاثر نہ ہو حال نہیں تو مستقبل تو اپنے ہی ہاتھ میں ہے۔

ہاں مئی میں چھٹی نہیں مل رہی۔ مئی میں یہاں کھٹ کا نا دا ست کیا جائے گا۔ تم یہاں آنا۔ جون میں واقعات کو سامنے رکھ کر کوئی فیصلہ کر لیا جائے گا۔ زیدی[1] سے ٹیلیفون پر گفتگو رہی، مکان کے بارے میں ڈھیلے نظر آتے ہیں۔ غالباً بیگم صاحب کا قیام ابھی اور رہے گا خیر کوئی نہ کوئی مکان مل ہی رہے گا، بے فکر رہو۔

تمہاری ایک بات پر غصہ ضرور آیا کہ تم نے لینے علی گڑھ آنے کی ایک موہوم سی امید دلا دی اور یہ نہ لکھا کہ کب آؤ گے۔ اب مرا اپریل میں آنا تو ناممکن ہے، تم چلے آؤ میری جان کسی دن تمہیں نہیں معلوم کہ میری زندگی کا ایک ایک لمحہ تم بن کیسا سونا گزرتا ہے یہی سزا کیا کم ہے کہ دیر دیر میں خط لکھتے ہو۔ تم کیسے ہو جاتے ہو اختر۔ مجھ سے دور ہوتے ہی۔ میں بہت خفا ہوں تم سے خدا کے لیے اس خط کا جواب ابھی لکھو اور مفصل حالات سے مطلع کرو۔ میرا خط تمہیں ہر دوسرے دن مل جاتا ہے گو کہ پچھلے دو دنوں میں چپ رہی، یہ سوچ کر کہ تم دہلی چلے جاؤ گے خط یونہی پڑے بکھریں گے۔

---

[1] رضا حسین زیدی لیکچرار یونیورسٹی علی گڑھ۔

اس مرتبہ بھی تم نے خط بغیر کسی احتیاط کو مدِ نظر رکھے لکھا وہ تو ہوسٹل والے کچھ مہربان تھے جو آ گیا۔ میرا کہنا سنو خط کو "بیرنگ" بھیجو مجھے مل تو جائے گا۔

زندگی کو راہ پر لانے کی تدبیریں اسے اور بھی بے ڈھنگا بناتے رہتے ہو دوست! تم ذرا ذرا سی باتوں کا غم کرنا چھوڑ دو آخر اب تو ویسے ہی یہ بوجھ شرکتِ غم کے سبب ہلکا ہو جانا چاہیے آؤ میرے پاس آؤ میری طرف دیکھو اور پورے زمانے کو کمینہ سمجھ کر ایک لمحہ کیلیے ٹھکرا دو۔ پھر ہم دونوں مل کر اس سے نبٹ لیں گے۔ پیار تو بہت سے۔

تمہاری اپنی

صفو

مسلم گرلز کالج علی گڑھ

۲۶ مارچ سنہ ۴۲ء

اختر عزیز

کل ایک خط روانہ کر چکی ہوں جو غالباً اب تک تمہیں مل گیا ہوگا تمہاری خاموشی میرے لیے کس قدر تکلیف کا باعث ہے اسکا اندازہ اگر تمہیں ہو سکتا تو تم اپنے خط سے مجھے محروم نہ رکھتے، جب تک کوئی چیز خود ہی محسوس نہ کیجائے زبردستی محسوس نہیں کرائی جا سکتی۔ یہ بھی میری ہٹ دھرمی ہے کہ ہر مرتبہ تم سے شکایت ضرور کرتی ہوں بہرحال تم مجھے بہت سی باتوں میں اپنا شریک نہیں سمجھتے اور شریک نہیں بناتے تمہارا پریشان ہو لینے ہو اور اسی ارادیہ کو مناسب

خیال کرتے ہو۔ اس کی بھی شکایت نہیں ہونی چاہیئے۔ میری قربت کی خواہش برقرار، مگر تم اسکی اجازت بھی تو دیدو۔

جانِ عزیز! اور بہت کچھ کڑوی کسیلی سنا گئی ہوں مگر ایسی تلخیاں دل میں گھونٹی نہیں جاسکتیں۔ انہیں باہر ہی کر دینا بہتر ہوتا ہے۔ بہر حال تم خفا ہونا چاہو تو خفگی بھی سر آنکھوں پر! تمہیں سچ بتاؤ کہ کبھی تو مجھے اس قدر سر چڑھالو کہ چند منٹوں کی جدائی بھی شاق گزرے اور پھر کبھی اتنی دور پھینک دو کہ میں تمہاری خیریت کو بھی ترسوں۔ تو غم و غصہ کے علاوہ کاہے کی توقع کر سکتے ہو؟

خیر شکایت برطرف، لڑائی ہوچکی، آؤ میل کرلیں۔ میری جان! خدا کے واسطے اپنے کو بہت ہی غیر اہم باتوں سے الجھا کر پریشان نہ کرو۔ نوکری کم بخت کو ویسے ہی ٹھکرانے کا مقصد رکھتے ہو، پھر استعفیٰ کبھی دیا جاسکتا ہے۔ مگر اپنے مفاد کو پیشِ نظر رکھ کر مناسب یہی ہے کہ جب تک کوئی صحیح تجویز سامنے نہ ہو اسے چلنے دو۔ اب تعطیلات سامنے ہیں۔ اطمینان سے ایک جگہ بیٹھ کر غور کریں گے۔ اور کوئی صورت اچھی بری نکل ہی آئے گی۔ ابھی سے افکار کا شکار ہونا کیا معنی۔ مسکراؤ اور تھوڑی دیر کے لیے اس مسئلے ہی کو بھول جاؤ۔ کاش میں تم تک کسی طرح پہنچ سکتی۔

مکان کے لیے قیصر زیدی بہت سرگرمی کا اظہار کر رہے ہیں بہت جلد کوئی ٹھیک جگہ نظر میں آ ہی جائے گی۔ لکھنؤ بھی ساتھ ہی چلیں گے

چار چھ دن کی چھٹی کہیں سے ڈھونڈھ کر نکالی جائے گی۔ گھر والے تمہیں اور مجھے دیکھنے کو ترس گئے ہیں۔

علی گڑھ کب آؤ گے؟ یہاں کی سڑکوں کی آنکھیں راہ تکتے تکتے پتھرا گئی ہیں۔ یہاں کی ہر شے مجھے طعنہ دیتی ہے کہ میں کیوں یہاں سے اتنا زیادہ غائب رہتی ہوں جبکہ تم یہاں جھانک کر بھی نہیں دیکھتے۔

اپنے حالات کیا لکھوں، نوکر مستقل بیمار ہے۔ صبح سے شام تک چولھا پھونکتے ہی گزرتی ہے۔ کھانا کھانا عذاب بن چلا ہے سلمیٰ کا ساتھ نہ ہو تو حبسِ دوام ہو جائے۔ سلمیٰ غریب خود ہی پراگندہ خاطر، پراگندہ دل، شان صاحب سے اب اکھٹی صلح ہو گی، غالباً اٹھائیس اپریل تک نوبت آنے والی ہے۔

حمیدہ پڑھائی میں دل وجان سے منہمک ہے۔ آٹھ دس دن اور رہ گئے ہیں امتحان کے۔ سعیدہ سے زیادہ تر لڑائی اور کبھی میل رہتا ہے۔ سارا دل کا بخار اسی سے نکالتی ہوں۔ کتنی صبر وشکر کی پتلی ہے سن لیتی ہے اور چپ رہتی ہے اُس کے اس عمل پر مجھے کس قدر کوفت ہوتی ہے۔

کل سرور صاحب کی بیگم نے چائے پر بلایا ہے، بیگم رشید کی صحت یابی کی خوشی میں۔

دن بھر تمہیں یاد کرتی ہوں، جب سوتی ہوں تو تمہارا تصور ساتھ ہوتا ہے! سونے سے پہلے تمہارے پاس پہنچ جاتی ہوں، گھر

کی ایک ایک شے نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔ بس بعض وقت تم ہی چھپ جاتے ہو۔ تمہاری اس شرارت پر بگڑ بیٹھتی ہوں تو تم مسکراتے ہوئے سامنے آموجود ہوتے ہو اور پھر میں فوراً ہی من جاتی ہوں۔

کسی ماہر نفسیات کو میرا حال سناؤ تو وہ مجھے DISEASED بتائے گا۔ واقعی وہ درست ہوگا۔ مگر مجھے اس سے کیا سروکار، بکنے دو لوگوں کو۔

رات کے دس بج چکے ہیں پاس ہی سلمیٰ بیٹھی نگارش میں مصروف ہیں اسوقت سلمیٰ اور میں قریب ہو کر بھی ایک دوسرے سے کتنے دور ہیں اور تم مجھ سے جسمانی طور پر اتنے دور ہو کر بھی کس قدر قریب ہو، اتنے قریب کہ جی چاہتا ہے کہ اپنی ساری ملائمتیں، اپنی ساری مٹھاس کھینچ کر باہر لے آؤں اور تم پہ قربان کر دوں۔

اب سچ سچ بتاؤ کہ مجھے خط لکھنے کی کبھی نیت ہے یا نہیں؟ اس تغافلِ بسیار کا گلہ تمہیں سننا ہی پڑے گا۔ سچ، جی اکتا گیا دور رہتے رہتے اب کب آن ملو گے دوست!

کیا سونے کا ارادہ ہے تمہارا؟ میرا قلم کچھ خاموشی کی ہدایت کرتا ہوا معلوم ہو رہا ہے۔ سو جاؤ! میں یونہی بیٹھی تمہیں تھپکیاں دیتی رہوں گی! کبھی کبھی ایسا بھی تو ہوتا ہے میری جان!

اچھا شب بخیر۔ سو جاؤ تم۔

تمہاری صفو

مسلم گرلز کالج علی گڑھ

۲۸ مارچ ۴۴ء

اختر

کہو کیسے ہو؟

کل تمہیں کوئی خط نہیں لکھا، چوتھے حکی سے فراغت ہوئی تو تھکن نے آدبایا بہرحال صبح کا کھولا ہوا شام کو واپس آجائے تو اسے کھولا نہیں کہتے۔

موسم پر رنگینی پھٹ پڑی ہے معلوم ہوتا ہے قدرت انتقام پر تلی ہوئی ہے! سچ تو ہے عمر کا آدھا حصہ یوں گزارا کہ اسکی طاری کی ہوئی کیفیت کا اثر نہ لیا اب وہ موقع بے موقع طبیعت کو ابھار کر تنگ کرتی ہے۔

آج سے کالج میں "تیاری" کی چھٹیاں شروع ہو گئی ہیں کوئی کام نہیں مگر علی گڑھ میں موجود رہو، کل ممکن تھا کہ بدھ، جمعرات کی چھٹی لے کر چلی آتی مگر حمیدہ کے امتحان اور نوکر کی بیماری نے ارادے خبط کر دیئے اب یہ ممکن ہے کہ تم جمعرات کو روانہ ہو کر جمعہ کو دس بجے یہاں پہنچو۔ جمعہ، ہفتہ، اتوار اور غالباً پیر کو بھی رہ سکو گے، پھر میں اور ہوسکا تو حمیدہ بھی تمہارے ساتھ ہی چلیں گے۔ دو چار دن ٹھہر سکیں گے بہرحال اپنے ارادے سے مطلع کرو۔ تمہاری خیریت کی طرف سے بے اطمینانی سی رہتی ہے، خدا جانے کس وقت کیا حالت طاری ہو۔

فاطمہ بہن نے میرے خط کا جواب نہیں دیا، میں نے انھیں ناراض تو نہیں کر دیا، ان سے کہو کہ مجھے خط لکھیں تاکہ پریشانی دور ہو بہت سے پیار ـــــ

تمہارا کیا شغل رہتا ہے؟ کچھ تو بتاؤ کہ تمہاری زندگی کا کوئی مبہم ہی سا خاکہ میری نظروں میں رہے بعض لمحے ایسے بھی گزرتے ہیں کہ تمہاری یاد کے ساتھ ایک کوفت بھی پیدا ہو جاتی ہے کیوں؟ اسکا یقین نہیں ہوتا کہ جس طرح ذہن میں آرہے ہو تمہاری وہی حالت ہوگی یا اس سے بہت مختلف۔

انصار بھائی کا خط ابھی ابھی آیا ہے، جیل کی یکساں زندگی کا اثر انہیں اب تک اقرار شکست پر آمادہ نہیں کر سکا۔ خدا ان کے عزم کو اور فروغ دے۔

آخر سچ بتاؤ کہ مجھ سے کھنچے کھنچے کیوں رہتے ہو آج کل؟ میری جان! کہیں خفا تو نہیں! خفگی کا ہے کی؟ میں تو زندگی کا ایک ایک لمحہ تمہاری یاد اور تمہاری محبت کے لیے وقف کر چکی اب اور کیا چاہیے تمہیں؟

تمہاری صفو

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
۲۹ مارچ ۴۴ء

جانِ صفیہ
ابھی تمہارا خط پہنچا میں نے واقعی بہت دیر کی، تمہیں اپنی خیریت سے مطلع کرنے میں، محض شرمندگی سے کام نہیں چلتا نہ تلافی ہی ممکن ہے، معاف تو بغیر معذرت کے بھی کر دو گے اسلیے اس کا بھی

سوال پیدا نہیں ہوتا۔ رنج ضرور ہے۔
اس طرف امتحانات کے قرب کی وجہ سے مصروفیت پڑھ گئی ہے۔ ایک ہفتہ کے بعد فرصت ہی فرصت ہو گی، مگر کس کام کی ایسی فرصت جس میں تم نہ نصیب ہو خیر کوئی صورت نکالی جائیگی تمہارے ایماء سے چھٹی بھی لی جا سکتی ہے ورنہ پھر تم آنا بہت جلد میں تم بغیر کیوں کر رہوں ؟ تمہیں سمجھا دو۔
میرا خط تمہیں دیر سے ملے گا۔ تم بگڑو گے اپنے سے کبھی میرے ساتھ ساتھ غصہ نہ کرو میری جان، صفیہ تمہیں ایک لمحہ بھی نہیں بھولتی تم ہر وقت اس کے ساتھ ہوتے ہو۔
گھبراؤ نہیں وہ دن بھی قریب ہیں جب ہم جدائی کے خوف سے دور ہو کر ساتھ رہیں گے۔ مدتوں مدتوں یہاں تک کہ تمہیں "مینا" سے ملنے کی بھی مہلت ڈھونڈھنی ہو گی اور نہ ملے گی۔
پاس ہی سلمیٰ سعیدہ ڈٹی ہوئی ہیں، ہر جملہ پر تنقیدوں کی بوچھار ہے۔ لو وہ سعیدہ جھک پڑیں اور القاب بھی پڑھ لیا۔ کم بختیں زندگی دشوار کیئے ہوئے ہیں۔ اس وقت مجھے دونوں سے ایک بھی نہیں بھا رہی ہے، کیسی سنگدل ہیں کسی مسئلہ کو سنجیدگی سے لینا ہی نہیں جانتیں، سچ ہے نا؟
اچھا ان دونوں کو حماقتوں میں مبتلا رہنے دو۔ ہم تم تو ان سے بہت دور ہیں اور بہت اونچے۔ ہم زمانے کو ٹھکرا سکتے ہیں

ان کی اہمیت ہی کیا۔

خوش رہو مجھے جلد خط لکھو۔ اپنی طبیعت کو اُلجھاؤ نہیں میری جان، صفیہ ہر وقت تمہاری ہے اور ہر طرح تمہاری ہے اگر کچھ عرصہ کے لیے اسکا جسم تم سے دور ہے تو غم کیا ہے؟ اس کی روح تمہاری روح میں جذب ہونے کے لیے ہر لحظہ کوشاں ہے دیکھو تمہاری روح تنہائی سے گھبرا اٹھے اس کا امکان اب نہیں۔

میرا کل کا لکھا ہوا خط پہنچ گیا ہوگا یا پھر پہنچنے والا ہوگا گوالیار میں موسم نے کیا رنگ پکڑا ہے؟ متعلقین سا کیا دستور ہے؟ اسلیم[1] میاں کی مزاج پرسی کردو اور تعطیل کے زمانے میں علی گڑھ آنے کی دعوت دیدو۔ آپا کے یہاں کبھی جاتے ہو؟ سب کو میرا سلام کہو۔ میرے کمرے کا مزاج کیسا ہے؟ اداس تو نہیں۔ اُسے اطمینان دلا دو کہ جلد آجاؤں گی۔

سردار[2] صاحب کو اب تک میں نے نہیں لکھا ہے۔ کل صبح۔ ایم اے کی لڑکیوں کی معرفت پرچہ بھیجوں گی اور جواب سے تمہیں مطلع کروں گی۔

آؤ میری ہمت بڑھاؤ کہ میں تمہاری محبتوں کے قابل رہوں آؤ مجھے پیار کر لو میری جان۔

ہمیشہ تمہاری

صفو

---

[1] جاں نثار اختر کے خالہ زاد بھائی [2] آل احمد سرور۔

مسلم گرلز کالج

علی گڑھ

۱ر اپریل ۴۴ء

اختر عزیز

خدا کرے تم بعافیت پہنچ گئے ہو۔ دن گزر رہے ہیں ایسٹر کی تعطیل کا انتظار ہے۔ کب ہوگی؟ غالباً چھ اپریل کو سات اور آٹھ کو تمہارے لیے ویسے ہی چھٹی ہے۔ کہو آؤ گے نا؟ میں دس سے اِدھر علی گڑھ سے ہٹنے کا ارادہ بھی نہیں کر سکتی۔ حمیدہ غریب کا امتحان دس تک ہے۔

تمہاری طرف سے ہر وقت متفکر رہنے کی عادت ہو چلی ہے خدا کرے تم مطمئن ہو۔ کیا اتنا بھی نہ ہوگا کہ تم میں اتنی مضبوطی پیدا ہو جائے کہ لمحاتی اثرات سے اس درجہ متاثر نہ ہوا کرو۔

یہاں یہ کہنا کہ زندگی گزر رہی ہے۔ بے معنی سا معلوم ہوتا ہے جبکہ تم بغیر زندگی ہی نہیں رہتی۔ البتہ وقت خود بخود سرکتا رہتا ہے، یہ بھی غنیمت ہے۔ اگر یہ ضدی پن دکھائے تو ہم تم کیا کریں۔

اچھا خدا حافظ۔ بہت سے پیار۔

فاطمہ بہن کو آداب۔

تمہاری

صفیہ

مسلم گرلز کالج علی گڑھ

۱؍اپریل ۴۲ء

جانم

بہت سے پیار

ایک خط آج صبح ہی لکھ چکی ہوں کچھ طبیعت افسردہ سی تھی پھر تمہاری خیریت بھی نہ سنی تھی۔ خیال یہ ہے کہ اس خط کا مزہ تمہیں خوشگوار نہ معلوم ہوا ہوگا۔ منہ کا مزہ بدلنے کے لیے پھر لکھ رہی ہوں۔

تمہارا خط پا کر اطمینان سا ہوا، تم خیریت سے ہو۔ خوش بھی رہا کرو، تم کسی حالت میں بھی مجھ سے مجرم محسوس نہ کرو میری جان! مجھے معلوم ہے کہ جب تم خط میں دیر کرتے ہو تو اس لیے کہ مجھے ان تلخ اثرات سے بچائے رکھو جو تم پر وقتاً فوقتاً طاری ہو جاتے ہیں۔ پھر ایک طرف یہ ضبط و احتیاط، دوسری جانب میری طرف سے بھی احساس جرم تمہاری تکلیف میں اضافہ کرنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں کرتا۔ دوست! اگر شکایت ہے تو اس بات کی کہ مجھے اس قدر نااہل یا نازک کیوں سمجھا ہے کہ میں تمہارے غم کو بٹا نہ سکوں گی۔

میں علاج کر رہی ہوں، تکلیف ویسے بھی بہت کم رہ گئی ہے افاقہ ہو رہا ہے تم بے فکر رہو۔ اگر فائدہ نظر آیا تو ظاہر ہے کہ بھاگ کر گوالیار ہی آؤنگی اسطرف کسی صورت دو ایک دن کیلیے آ پہنچی مگر حمیدہ غریب کے امتحان پانچ سے دس تک ہیں۔ نوکر بھی نہیں ہے، کھانے وغیرہ کی تکلیف ہو جائیگی اسکے بعد

ہاتھ پیر ماروں گی۔ تم غالباً چھ سات آٹھ کے لیے آسکوگے، اگر کوئی
دشواری ذہن میں نہ ہو تو! نہ بھی آنا ہو سکے تو ایسی غم کی بات نہیں
دوست یہ مہینہ بھی کسی صورت گزر ہی جائے گا۔ اب تو دن نزدیک
آرہے ہیں۔ یہاں وقت نذرِ آتش ہوتا رہتا ہے۔ اب چائے کا وقت
ہے، بچیاں بیچاری چائے کی توقع کر رہی ہیں۔

سلمیٰ بیچاری کو موت آتی ہے پر نہیں آتی۔ شادی کی
تاریخیں مئی کے وسط کی طرف جا رہی ہیں۔ میں خائف ہوئی جا رہی
ہوں تمہارے کشف کی۔ ہم ہی ہلکے پھلکے اس جہان سے اُٹھ گئے۔
کون کہتا تھا کہ یہ سب کچھ اتنی آسانی سے دسمبر ۷۱ء میں انجام پا جائیگا
داد تو دو اپنی سبک رفتاری کی اور میری ہم سفری کی۔

کیا واقعی دنیا پہنچ گئے تھے؟ سچ بتاؤ کس "راجکماری" کو
سلاتے ہوئے گئے تھے۔ آئندہ تنہا سفر کی اجازت نہ ہوگی، اگر یہی
بے راہ روی کا عالم رہا سمجھے۔

اچھا، تو اب خوش ہو جاؤ۔ مجھے ہر لحظہ اپنا سمجھو، شک کے
لمحات کی گنجائش میرے ربط و تعلقات کے ساتھ نہیں۔ دوست
آؤ تمہیں پیار کر لوں چہرہ اتنا اداس کیوں ہے؟ کوئی بات بھی ہوئی ذرا
ذرا سی بات پر اُلجھتے رہتے ہو۔

آؤ سب کچھ بھول کر مجھے پہچانی ہوئی نظروں سے دیکھو، میرے اختر
بہت سے پیار۔

تمہاری صفو

ہاں اور سنو! آج مسز حیدر کو صبح سویرے اپنی نہایت نازک
حالت کی اطلاع کر کے سخت پریشان کر دیا۔ بچاری گرم پانی کی بوتل
اور ڈاکٹر وغیرہ کو لے کر بھاگتی ہوئی پہنچیں۔ یہاں آ کر معلوم ہوا کہ
فول بنی ہیں۔ ڈاکٹر بھی سخت شرمندہ واپس ہوا۔ تمہیں بھی پریشان
کرنا چاہتی تھی، رحم کھایا۔ ویسے ہی بقول جوش ؎

بڑے دکھ میں رہتے ہیں شاعر بچارے

تمہاری

صفو

مسلم گرلز کالج

علی گڑھ

۶ر اپریل ۴۹ء

میرے اپنے اختر

کل شام تمہارا خط مل ہی گیا۔ تم نے لکھا ہے کہ اس طرف طبیعت
ٹھیک نہ تھی۔ یہ بھی نہ بتایا کہ کیا تکلیف تھی۔ خدا کرے اب پوری
طرح تندرست ہو چکے ہو۔ تمہیں دیکھنے آ جاتی مگر دو چار دن کی اور پابندی
ہے اسکے بعد چھٹکارا حاصل کر کے تم تک پہنچ ہی جاؤں گی۔ یقین رکھو،
اس طرف کچھ غیر شعوری طور پر بے اطمینانی سی رہی۔ رہ رہ کر خیال
آتا تھا کہ خدانخواستہ تم ضرور ناخوش ہو۔
میرا خط تمہیں ایک دن بیچ کر کے ضرور مل جاتا ہوگا۔ ایک

آدھ بار دو اکٹھے روانہ کیے ہیں۔ تمہیں شکایت ہے کہ نہیں پہنچے۔
اب ہر روز لکھا کروں گی۔

میری طبیعت اب تقریباً پوری طرح ٹھیک ہے علاج جاری ہے
غنیمت ہے کہ ایک نہایت احمق قسم کی لیڈی ڈاکٹر کالج کے پڑوس میں
رہتی ہے اُس سے کام چلا رہی ہوں۔ مسز تاراچند کی تشخیص بھی وہی نکلی
جو تمہاری مس انجینئر کی تھی۔ کوئی ایسی سنجیدہ بات نہیں۔

مکان کب تک بدل رہے ہو؟ یکم مئی کے بعد کے دن میرے
ہیں، اگر ایسا رکے نہیں، سمجھے؟ تمہیں جو انتظامات کرنے ہوں مئی سے
پیشتر ہی ہو جائیں تو اچھا ہی ہے۔ بہر حال میں ایک بار آنے کا قصد
رکھتی ہوں اسی وقت سب طے ہو جائے گا۔

اختر! میرا دل ہر لمحہ اس خیال سے پریشان رہتا ہے کہ نہ معلوم
تم کیسے ہو؟ خوش ہو یا ناخوش، ناخوشی کے امکانات زیادہ معلوم
ہوتے ہیں اور اسی لیے اپنا یہاں کا قیام ایک گناہ کا ارتکاب معلوم
ہوتا ہے اور بس۔

یہاں پر مکان کی کوئی مناسب صورت اب تک نہیں پیدا ہوئی
سوا اس کے کہ پہلی مئی کو ڈاکٹر مظفر جا رہے ہیں اور یہ بندۂ کمینہ
ہمسایۂ خدا بن جائے۔ یہ مکان سرور صاحب کے مکان سے ملا ہوا
ہے نا! سنا ہے کہ مکان بڑا نہیں ہے۔ بہر حال کوشش میں ہوں کہ کوئی
سلجھا ہوا مکان دودھ پور اور ٹریننگ کالج کے درمیان مل جائے لیکن

متعلقین سے اتنا دور رہنا بھی اچھا نہ معلوم ہوگا۔

بارش کا سلسلہ رک گیا ہے۔ موسم پھر اصلی حالت پہ آتا جا رہا ہے۔ آج کی دوپہر خاصی گرم رہی۔ سلمیٰ کے ساتھ پڑ کر سو گئی۔ ابھی ابھی اٹھی ہوں۔ تمہارے لیے کچھ سلائی کی، اب خط لکھ رہی ہوں کوشش کروں گی کہ اسٹیشن پہ پوسٹ ہو جائے تاکہ تمہیں کل ہی مل جائے۔

تم کیا کر رہے تھے ابھی ابھی؟ سچ سچ بتانا۔ مجھ سے کیا چوری؟ محمود صاحب مجھ کہنے کے "سنبھل" گئے ہیں (سنبھلنے کی امید ان سے مت رکھنا یہ سنبھل ایک جگہ ہے مراد آباد سے قریب)

حمیدہ کے دو پرچے ہو گئے دو اور رہ گئے ہیں۔ کل پھر تمہیں لکھوں گی۔ نوکر اب کچھ بہتر ہے گو کہ کھانا پکانے کا فرض اب تک ہمیں خود ہی انجام دینا پڑتا ہے۔

فاطمہ بہن کو بہت سے پیار۔ اپنی خیریت سناؤ گے؟ کب؟

تمہاری صفیہ

مسلم گرلز کالج

علی گڑھ

۷ر اپریل سنہ ۴۲ء

عزیز زجان

خدا کرے اب تمہاری طبیعت بہتر ہو۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ تکلیف کیا ہے۔ میں تمہیں دیکھنے فوراً آتی۔ مگر دو ایک دن کی

پابندی کو اور نبھانا ہے تمہارے دونوں خط اکھٹے آج صبح ہی مل گئے۔

میری طبیعت بالکل درست ہے۔ بہ نظر احتیاط علاج جاری رکھ رہی ہوں۔ تم کیوں اپنے کو پریشان کر لیتے ہو میرے دوست۔ تم سے اپنی علالت یا تکلیف چھپاؤں گی تو پھر دنیا میں اور سننے والا کبھی کون ہے۔

اس طرف تم نہیں آسکتے، کوئی غم نہیں۔ میں اب تک یہ سمجھ رہی تھی کہ ایسٹر کے موقع پر فرصت ہو گی اب ایسا کرو کہ اگر تمہاری طبیعت پوری طور پر ٹھیک ہو گئی ہو اور گوالیار چھوڑنے پر ملازمت کسی طرح خطرے میں نہ پڑتی ہو تو تم تیرہ سے انیس تک کے لیئے آجاؤ۔ تمہارے ساتھ میں چلوں گی، اور اگر کسی قسم کی پریشانی کا امکان ہے تو فوراً لکھو میں خود پہنچنے کی ترکیب نکالوں گی اگر تمہارا مزاج اب بھی خدانخواستہ ذرا بھی ناساز ہے تو تم مجھے بلا لو۔ چھٹیاں ہی تو لینی ہوں گی۔ ایسی کون سی بڑی بات ہے۔

میں اپنے تہیہ کے باوجود اپنے خطوں میں ایسی باتیں لکھ ہی جاتی ہوں جن سے تمہیں غم پہنچ جاتا ہے۔ دوست میں تمہیں راحت پہنچانا اپنی زندگی کا مقصد بنانا چاہتی ہوں اور اسی مقصد کے حصول میں میری تمام تر راحتیں پنہاں ہونی چاہئیں۔ سچ پوچھو تو ابھی اس وادی میں نو وارد ہوں اور ہر لحظہ لغزش کا امکان ہے تم نظر انداز کیا کرو۔ غصہ کی اجازت ہے، غم کی نہیں۔

تم نے اپنے گھر کو غریب گھر لکھا ہے آخر وہ گھر اب ہم دونوں

کا گھر ہے اور میں اس گھر کو محلوں سے بھی ارفع سمجھتی ہوں۔ تم اسکی اسطرح تحقیر نہ کرو۔ میرا دل چپکے چپکے ملامت کر رہا ہے کہ میں نے تمہیں تکلیف پہنچائی، یہ سچ ہے؟ مجھے معاف کردو، اب کبھی وہم نہ پیدا ہوں گے۔ اب کبھی ذہن میں شکوہ نہ آئے گا۔ اور پھر زبان پر کبھی نہ لایا جائے گا۔

شان صاحب کا خط آیا ہے۔ انہیں حال ہی میں کتے نے کاٹ لیا ہے۔ یقین ہے کہ اب شادی کے سلسلہ میں مستعدی سے کام لیں گے! اگو الیار میں گرمی کے کیا رنگ ہیں؟ یہاں تو دبے پاؤں آپہنچی ہے مکان کب تک بدلو گے۔ نیا مکان اسٹیشن سے کیا رشتہ رکھتا ہے۔ اپنے موجودہ مکان کی طرح سوتیلا رشتہ رکھنے والا مکان تو نہیں۔ صدیق ابھی ابھی آئے ہیں پاس بیٹھے مسکرا رہے ہیں تمہیں سلام کہہ رہے ہیں۔

اچھا اب خوش ہو جاؤ۔ اپنے ارادے سے جلد مطلع کرو۔ تاکہ میں اپنا پروگرام بنا سکوں۔ خدا حافظ

تمہاری صفو

مسلم گرلز کالج
علی گڑھ
۸ / اپریل ۱۹۴۸ء

اختر!

پیارے شاہد

کل شام ایک خط پوسٹ کیا ہے۔ مگر کچھ اس انداز سے کہ

اس کے پہنچنے میں بھی شبہ ہے۔ اسٹیشن پر مسافروں کا وہ ہجوم تھا کہ دونوں دروازوں پر تالے لگا دیئے گئے تھے، ناچار ریفریشمنٹ روم کے بیرے کو خط پکڑا دیا کہ وہ پوسٹ کر دے۔

خدا کرے تم اب تک بالکل تندرست ہو گئے ہو، تمہاری طرف سے برابر فکر ہے۔ تکلیف کیا تھی مجھے تو یہ تک نہیں معلوم۔ بہر حال خط لکھو۔ دس تاریخ کو اسٹاف میٹنگ ہے۔ اس کے بعد آسکوں گی۔

یہاں کا کیا حال لکھوں رات کیسی نکھری چاندنی تھی۔ ہر حسین چیز کے ساتھ ہلکی سی اداسی بھی ہونا لازمی ہے کیا؟

کل چھٹی کا دن تھا۔ آج پھر امتحان کا ہنگامہ گرم ہے۔ قتل عام ہے۔ روتی بسورتی صورتیں ہر روز دیکھنے میں آتی ہیں۔

سچ بتاؤ اب کیسے ہو۔ مزاج کو الجھاؤ نہیں۔ میں جلدی ہی آؤں گی آؤ پیار تو کر لوں تمہیں۔

تمہاری صفو

مسلم گرلز کالج
علی گڑھ

۱۰ ۱۰/اپریل سنہ ۴۴ء

عزیزم

تمہاری خیریت دو دن سے نہیں سنی۔ خدا کرے اچھے ہو میری جان میں بہت نادم ہوں کہ تمہاری بیماری اور تکلیف میں بھی ساتھ نہیں

دے سکی، کیا کروں۔

تم نے ملاقات کا کیا طریقہ طے کیا؟ آج ٹریننگ کالج میں میٹنگ تھی۔ مسلم لیگ نے ہندوستانی مسلمانوں کا تعلیمی پروگرام تیار کرایا ہے۔ تعلیم نسواں کے سلسلے میں چند نہایت ہی مہمل قسم کی ذمہ داریاں اس جانِ ناتواں پر عائد ہوئی ہیں۔ ان چیزوں سے نہ اس غریب کو ذوق نہ ہمدردی، مگر روٹی کا مسئلہ ہے، دلچسپی کا اظہار لازمی ہے۔ چنانچہ پندرہ تاریخ تک کچھ تعلیمی رپورٹیں وغیرہ پڑھ کر ایک مضمون تیار کرنا ضروری ہے۔ ایسی حالت میں پندرہ تک میری موجودگی یہاں ضروری ہو گئی ہے خواہ کام ایک دو دن ہی میں ختم ہو جائے۔

اب ایسا کرو کہ تیرہ کو آسکو تو چلے آؤ مجھے ساتھ لے کر لوٹنا ورنہ پھر چھٹکارا پاتے ہی پہنچوں گی۔

میں اب اچھی ہوں۔ آج کل سلائی کا خبط زوروں پر ہے۔ نوکر قدرے سنبھل گیا ہے۔ کھانا پکانے کا کام ہلکا ہو گیا ہے۔ تم ہر لحظہ یاد آتے ہو بعض وقت تمہارا تصور دھندلا سا پڑنے لگتا ہے اس وقت کتنی کوفت ہوتی ہے اپنے وجود سے کب ملو گے دوست، زندگی حد درجہ پھیکی نظر آتی ہے۔ اپنی طبیعت کا حال سناؤ۔ تمہارے خط کا آج کل میں انتظار ہے۔ بہت سے پیار۔

تمہاری

صفو

مسلم گرلز کالج
علی گڑھ
۱۳ اپریل سنہ ۴۴ء

اختر

کل شام تمہارا خط مل گیا۔ تمہاری علالت کی تفصیل سُن کر کوفت ہوئی۔ تمہیں ایسی بے تکی قسم کی تکلیفیں کیوں پریشان کرتی ہیں، گلٹی خدا کرے تحلیل ہو رہی ہو۔ میری سنو تو ایک انگریزی مرہم IODEX ہوتا ہے اس کی مالش کرو، بہت جلد آرام ہو جائیگا۔ تم سے ہمدردی کے طور پر پچھلے دو تین دن میں نے بھی اپنی طبیعت خراب رکھی تمہیں بخار تھا تو مجھے حرارت۔ اب شکر ہے کہ اچھی ہوں۔

اب نہایت ایمانداری سے تمہارے سمجھوتے پر برقرار رہوں گی تم اگر پندرہ کو نہ آئے تو سولہ کی رات کو میرا خیر مقدم اسٹیشن پر کرنا۔ خدانخواستہ اگر ٹانگ کی تکلیف دور نہ ہوئی ہو تو شنو کو اپنا نمائندہ بنا سکتے ہو۔

یہاں کے حالات کیا لکھوں؟ امتحان ختم ہوئے حمیدہ کے پرچے خاصے ہو گئے۔ زبانی امتحان خاص طور سے اچھا رہا (ذاکر صاحب آئے تھے) اب وہ ہر لحظہ لکھنؤ پہنچنے کو پر تولتی ہیں۔ گو الیاس شاید ہی آئیں۔

فاطمہ بہن نے غلطی طور پر مجھے بھلا دیا، مجھے دعا پیار بھی نہیں کہلواتیں، میں اُن سے خفا ہوں۔ اچھا خدا حافظ۔ تمہاری

صفو

مسلم گرلز کالج

علی گڑھ

۱۵/ اکتوبر سنہ ۴۷ء

اختر

میں کل دوپہر علی گڑھ پہنچ گئی۔ تھکن کی شدت اور کالج وغیرہ پہنچنے کی عجلت میں تمہیں خط نہ لکھ سکی۔ بہر حال۔

سفر کی روداد:- شکر ہے ڈبہ کا دروازہ کھلا ہوا اور میں سیٹ پر لطف معلّق بمشکل تمام آگرہ پہنچی میرا سامان نہ معلوم کن گہرائیوں میں دفن تھا مجھے اندازہ بھی نہ تھا کہ کیا شے کہاں ہے۔ گاڑی رُکنے پر دوسری جانب سے سامان بچوں اور عورتوں کی بھرتی شروع ہو گئی میری بے کسی میں ہر لمحہ اضافہ ہو رہا تھا، برائی آس ابو یوسف کا انتظار دو تین منٹ کر چلنے کے بعد ٹوکری اور بستر گھسیٹ کر ریل کی پٹریوں کی طرف پھینکا۔ مگر صندوق نکالنا میرے بس سے باہر تھا بہر حال ایک مسلسل کشمکش میں مبتلا رہنے پر کامیابی نہ ہوئی۔ یہاں تک ٹرین نے سیٹی دیدی۔ سوچا کہ دہلی تک چلی جاؤں مگر پھر خیال آیا کہ آدھا سامان نیچے پھینک چکی ہوں۔ کیا کروں اتنے میں رحمان غریب صفیہ بی بی پکارتا ہوا اندر آ پہنچا اور اس کی مدد سے بکس بھی گھسیٹ کر پٹریوں کی طرف پھینکا اور تقریباً چلتی گاڑی سے ہم لوگ کود ے رحمان کو تھوڑی بہت چوٹ بھی آئی مگر میں سخت جان تھی بچ گئی اسکے بعد تین گھنٹے ویٹنگ روم میں بیٹھی رہی اور اس قیدِ تنہائی کو کاٹ کر

پسنجر میں بیٹھ کر علی گڑھ پہنچی۔ سلمیٰ نے دو چار دن کی چھٹی لی ہے سعیدہ نے پندرہ دن کی، دونوں بیمار رہیں۔ بے سروسامانی سے گھبرا کر محمود صاحب کے یہاں پہنچی۔ وہاں سے ٹریننگ کالج کوئی ڈیڑھ بجے کے وقت!

یوسف نے آگرہ کے ویٹنگ روم میں بھی تلاش کرنے کی زحمت نہ کی۔ میرا تو خیال تھا کہ وہ سوتے ہوئے دہلی چلے گئے مگر رحمان کا بیان ہے کہ اس نے انہیں علی گڑھ کے اسٹیشن پر دوستوں کے جھرمٹ میں دیکھا اور وہ رحمان کو دیکھ کر چھپ سے گئے بہرحال آخر تم تو ایسے غیر ذمہ دار لوگوں کا سہارا لیکر اپنے قلب و دماغ کو تسکین پہنچا لیتے ہو اور میری جان شامت میں گھرتی ہے۔ بہرحال غم کر سکتی ہوں شکایت نہیں۔

رات زیدی اور ماجد دونوں آئے تھے۔ ماجد کی تندرستی کافی اچھی نظر آئی۔ وہی طرز اور وہی بھولا بھولا سا انداز۔ تھوڑی دیر کے لیے فکروں سے آزادی سی نصیب ہو گئی۔ میں نے اپنی گھڑی زیدی کو مرمت کے لیے پکڑا دی! یہ پہلی خدمت ہے اس سال کی! تمہیں دونوں بہت یاد کر رہے تھے اور خفا ہیں کہ دیوالی پر کیوں نہیں آئے۔

ہاں میرٹھ کے مشاعرے سے زیدی کا قریبی تعلق ہے مالی معاملات ان کے خالو کے ہاتھ میں ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ تم نے جو روپے طلب کئے ہیں وہ دلوا دینگے خط لکھنے کا وعدہ کر گئے ہیں۔

اس مرتبہ کے سفر کے تجربے کے بعد تم تک تنہا آنے کی جرأت

فی الحال ختم ہے۔ اب کب صورت دکھاؤ گے؟ بہت سے پیار۔

تمہاری صفیہ

مسلم گرلز کالج

علی گڑھ

۲۲ ؍اکتوبر ۱۹۴۴ء

اختر عزیز

آج تمہیں پورے ایک ہفتہ کے بعد خط لکھ رہی ہوں۔ پھر تم نے کبھی تو اُلٹ کر خبر نہ لی کہ "باعثِ تاخیر" کیا ہے؟

اس طرف کے دن ایسی اُلجھن میں گزرے کہ تمہیں خط لکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ خواہ مخواہ طبیعت مکدر ہوتی تمہاری۔

محمود صاحب کے یہاں سے پندرہ تاریخ ہی چلی آئی تھی۔ حمیدہ رحمان اور میں، ہم تینوں نہایت سعادتمندی سے اس قیدِ تنہائی کو کاٹتے رہے ادھر مسز حیدر نے ایک نئی مصیبت یہ توڑی کہ بی بی۔ٹی کی طالبات کا علیحدہ ہوسٹل عبداللہ لاج میں قائم کر دیا اور میرا ایما لئے بغیر مجھے وارڈن مقرر کر دیا۔ یہ شامت اپنی نوعیت کے لحاظ سے کچھ کم سنجیدہ نہ تھی سلمیٰ وغیرہ کے قرب سے اُٹھ کر بالکل علیحدہ رہنا، کھانے وغیرہ کا انتظام علیحدہ کرنا پھر وارڈن شپ کی ساری پابندیاں اپنی جان پر عائد کر لینا کونسی عقلمندی تھی، بہت کچھ دوڑ دھوپ کے بعد کل شام اس سے گلوخلاصی ہو سکی ہے، شکر کرتی ہوں کہ چھٹکارا ملا۔

ادھر ایک اور اُلجھن ساتھ ساتھ پیچھے لگ گئی ہے آگرہ اسٹیشن کی جمناسٹک اور پھر یہاں کے تانگے کے جھٹکوں کا مجموعی اثر یہ ہوا کہ شادی کے اولین دور والی تکلیف پورے چھ سات مہینہ بعد اپنی پچھلی شان کے ساتھ اُبھر آئی ہے۔ آج تک ٹالتی رہی۔ اب سوچتی ہوں کہ کل کالج سے چھٹی لیکر ہسپتال جاؤں اور مسز تاراچاند کو دکھا کر آؤں۔ بہرحال کچھ ہو رہے گا۔ تم فکرمند نہ ہونا۔

کالج کا کام پوری تیز رفتاری سے چل رہا ہے سعدہ ابھی تک بیمار ہے سلمٰی علی گڑھ آ گئی ہیں اور سعیدہ کے یہاں مقیم ہیں کل غالباً کمرے پر آ جائیں۔

زیدی[1] اور ماجد[2] کو جمعہ کی شام بلایا تھا جائے بلا دی تھی زیدی کا خیال ہے کہ تم ایک پرچہ ان کے خالو صاحب کے نام اس مضمون کا لکھ کر بھیج دو کہ مشاعرہ میں شرکت کی تحریک نخشب اور بہزاد کی طرف سے آئی تھی، اگر وہ تمہارا مطالبہ منظور کریں تو تم آ سکتے ہو۔ یہ خط تم میرے پاس بھیج دو، میں زیدی کو دیدوں اور زیدی نجی طور پر اپنے خالو صاحب کو کل تفصیلات لکھ کر یہ خط ہمراہ بھیج دیں گے انہیں یقین ہے کہ معاملہ طے ہو جائے گا۔

اس طرف کے STATESMAN میں گوالیار گورنمنٹ کا ایک اشتہار نکلا تھا۔ تراشہ کر بھیج رہی ہوں۔ یہ خط تمہیں جو بیس کو ملے گا۔ تم تفصیلات بجبیں کو دریافت کر کے اگر خط کا جواب

---

[1] رضا حسین زیدی لکچرار [2] عبدالماجد

مجھے لکھ دو اور اپنے نزدیک اس جگہ کو اس قابل سمجھو تو درخواست میں بھی بھیج دوں۔

یہ خط ٹریننگ کالج سے لکھ رہی ہوں۔ برابر کے کمرے میں قیصر زیدی کے لیکچر میں اُبال آرہا ہے۔

آخر اس مرتبہ کچھ رہ رہ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرے چلے آنے کے بعد تم نے مجھے بالکل یاد نہیں کیا، سچ ہے؟ میرے ساتھ تم کن کن لمحوں میں ہوتے ہو یہ مجھ سے پوچھو؟ کبھی الگ بھی ہوتے ہو۔ جانے کیا بات ہے کہ مجھے تمہاری طرف سے وہ WARMTH اس مرتبہ نہیں پہنچ رہا جو دور رہ کر بھی حاصل تھی۔ خدا کرے کہ میری بدگمانی ہی ہو۔

اپنی خیریت لکھو گے؟ فاطمہ بہن کو سلام اور پیار۔

تمہاری صفو

مسلم گرلز کالج

علی گڑھ

۲۴ / اکتوبر ۱۹۴۴ء

جانم!

تمہارا دوسرا خط کل ملا۔ فوراً جواب دیتی مگر آجکل کی مصروفیت کا اندازہ تم لگا ہی نہیں سکتے، گو کہ کل کالج نہیں گئی تھی پر بارہ بجے تک ہسپتال کے جھگڑے سے مہلت ہوئی۔ پھر ٹیچنگ پریکٹس کی نگرانی اور لڑکیوں کو ہدایت دینے میں پانچ بج گئے۔ اس کے بعد سوائے بستر پہ

پڑ کر تھکن مٹانے کے کوئی چارہ نہ تھا۔

عفیفہ کی علالت کی خبر سن کر گھبراہٹ ہے۔ خدا بے چاری فاطمہ بہن پر رحم کرے اور اُن کی پریشانی کو خوشیوں سے بدل دے بیچاری بھی ویسی ہی کس قدر کمزور و ناتواں ہے اس بخار نے ایسے نہ جانے کیا کیا بنا دیا ہوگا۔

میں نے تمہیں خط کی طرف سے واقعی پریشان رکھا، تمہاری ناراضگی سر آنکھوں پر۔ پر اب واقعات قدرے ہموار ہو چلے ہیں جلدی جلدی لکھا کروں گی۔ لیڈی ڈاکٹر نے احتیاط کی ضرورت بتائی اور کچھ ہلکا علاج تجویز کر دیا۔ پڑوس والی مسز صدیقی سے خدمت لی جائیگی۔ اس مرتبہ انہیں کرے ہی پر طلب کیا جائے گا۔ تم فکرمند نہ ہو۔

چھٹی کی درخواست ابھی نہیں دی ہے مگر پرنسپل[1] گرامی قدر کو آنے والے خطرے سے آگاہ ضرور کر دیا ہے۔ مردوں کی محفل میں اس رسوائی کی داد دو۔ عذاب ثواب تمہاری گردن پر۔

ہاں ایک دلچسپ واقعہ اور سنو۔ ایک بار ٹریننگ کالج کے آفس میں نہایت ہی کاروباری اسپرٹ میں جب کاغذات لے کر پہنچی۔ صدیقی صاحب نے ایک نو وارد بزرگ سے یہ کہہ کر میرا تعارف کرایا کہ لیڈی سپروائزر اور جاں نثار اختر کی بیگم صاحبہ ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ بزرگ تمہارے قریبی رشتہ دار اور میرے جیٹھ جی واقع ہوئے ہیں۔ ابرار حسین فاروقی حیدر آباد میں انسپکٹر

---

[1] پرنسپل ٹیچرس ٹریننگ کالج علی گڑھ۔

آف اسکولز تھے۔ اور اسی سال فارسی کے لیکچرار ہو کر یہاں آئے ہیں۔ خیر آباد کی طرف سے رشتہ دار ہیں کہنے لگے کہ جاں نثار کو خط لکھو تو میری دعا لکھ دینا وغیرہ۔ میں خاصی بدحواس ہوئی۔ خاندان کے ناموس کو اس طرح خطرے میں ڈالنے کا ٹھیکہ میں نے اور تم نے ہی کیوں لیا ہے اختر۔

بھائی ظفر کا پرچہ لے کر ایک صاحبزادے فرید، ضمیر صاحب کے بیٹے بھی ملنے آئے تھے۔

کب آؤ گے میری جان! تمہاری صورت کا تصور بعض وقت مدھم سا ہو جاتا ہے اسے تو تازہ کر جاؤ۔

اب تو غالباً تم نے نیچے ہی سونا شروع کر دیا ہوگا۔ یہاں سردی کوئی خاص نہیں چلی۔ مگر امسال ہیں غالباً زیادہ ہوگی۔

سردار صاحب سے مضمون حاصل کروں گی ایک آدھ دن میں سلمیٰ آگئی ہیں "ارتقائی منازل" میں مجھ سے بقدر ایک مہینہ پیچھے ہیں۔ ترقی پسندی کی داد دو۔ یا پھر یہ کہو کہ میرا ظرف عالی تھا۔ چار مہینے بعد جھلکا۔ وہ بارہ دن ہی میں لبریز ہو گئیں۔ چھٹی وغیرہ کے متعلق سوچتی رہتی ہیں غالباً دہلی میں قیام رہے گا۔ شملہ بہت سرد ہو جائے گا ان دنوں میں۔

جی چاہتا ہے باتیں کیے جاؤں تم سے گو کہ یہ جانتی ہوں کہ فضول بک رہی ہوں لیکن عموماً ہی ایسا ہوتا ہے تم سے دور رہ کر

میں کتنی خشک اور سادہ رہ جاتی ہوں۔ آجکل تو بلا کی رہبانیت طاری ہے۔ عقل کی سنجیدہ گفتاری بڑھاپے کا شعور پورا پورا تمام ہے آؤ اور مجھ میں ایک برقی لہر دوڑا دو میری جان۔ آؤ مجھے بہت سے پیار کرو۔ اچھا خدا حافظ تمہاری اپنی

صفیہ

مسلم گرلز کالج

علی گڑھ

۲۶ اکتوبر ۴۴ء

جانِ عزیز

کل تمہیں نہایت عجلت میں خط لکھا اس خیال سے کہ شام کی ڈاک سے نکل جائیگا۔ اسٹیشن پر پوسٹ ہو سکے گا۔ غالباً وہ بھی نہ ہو سکا یہاں کی مجبوریاں تمہارے اندازے سے باہر ہیں۔ ادھر تم کڑھتے ہو اور بدگمان ہوتے ہو میرے خط واقعی تمہیں کم پہنچے مگر دوست اگر میری مصروفیت کا اندازہ تمہیں ہو تو تم ضرور مجھے قابلِ معافی سمجھو۔

صبح اکثر ٹریننگ کالج جانا۔ بارہ بجے واپسی۔ ایک سے تین تک SUPERVISION چار سے پانچ تک دوسرے دن کی پڑھائی کے لیے کمرہ پر لڑکیوں کو ہدایت۔

میں نے علاج شروع کر دیا ہے' افاقہ بھی ہے' دو چار روز احتیاط کا ارادہ ہے۔ غیر ضروری طور پر چلتی پھرتی نہیں۔ تانگے کی

سواری سے بھی بچ رہی ہوں اکم سے بے فکر رہو۔

"سراب"[1] نکھی اچھا کیا، نقل مجھے بھی بھیجو۔ واقعہ یہ ہے کہ غلط سمجھے ہو اسی لیے سراب کی نوبت آتی ہے۔ اب تم نے اپنی جی کو اسطرح جلایا ہوگا تو بیچ جانو علی گڑھ چھوڑ چھاڑ کر پھر تم پر پوری طرح مسلط ہو نگی تاکہ جی ہی جلنا ہے تو اس کا اعزاز مجھے حاصل رہے۔

تمہاری شیروانیاں کل دھلائی کے لیے دیدی ہیں۔ انشاءاللہ بہت اچھی ہو کر آئیں گی۔ تمہارے لیے ایک اچھی رضائی کی فکر میں ہوں جو بقول اماں کے مشاعروں میں کام آسکے۔

موسم میں کوئی خاص خنکی نہیں۔ شاموں کو مچھر حملہ بولتے ہیں۔ رات برآمدہ میں رضائی اوڑھ کر کٹ جاتی ہے۔ آنکھ کھلتے ہی تم سامنے آجاتے ہو۔ کیا بے وقوف شاعر تھا جسنے کہا کہ:

"آنکھ کھلتے ہی تصور یار کا روپوش تھا"

اچھا اب وقت نہ ملنے پر بھی تمہیں ہر روز خط لکھوں گی مگر اس شرط پر کہ تم توازن کو خراب نہ کرو۔

ہاں بھئی یہ خطوں کا مسئلہ کسی طرح حل نہیں ہوتا، میری رائے میں اس طرف تم بجائے میرے نام کے اس پتہ پر خط لکھتے رہو۔

SALMA S. HAQUE TEACHERS BLOCK
MUSLIM GIRLS COLLEGE.

تمہیں شاید اس پر بھی غصہ آئے مگر یہاں کی سیاسیات کا یہی

---

[1] جاں نثار اختر کی ایک نظم کا عنوان۔

حل ہے سلمیٰ کے خط ٹھیک طور پر یہیں آجاتے ہیں، میرے خط وقت نا وقت ٹریننگ کالج پہنچتے رہتے ہیں یا پھر صدیق کے تھیلے میں راحت پذیر رہتے ہیں! سلمیٰ آداب کہتی ہیں۔ حمیدہ بھی،

بہت سے پیار لو کل تک کے لیے۔ تمہاری

صفو

مسلم گرلز کالج

علی گڑھ

۲۷ر اکتوبر ۱۹۴۷ء

اختر عزیز

بہت سے پیار

تمہارا خط کل شام ملا۔ تم میری کوتاہ قلمی کی شکایت رکھتے ہو یہاں ہزاروں مجبوریاں حائل ہو جاتی ہیں ایک خط تمہیں پرسوں لکھا تھا، سعیدہ کو بھجوایا کہ پوسٹ کرادیں آج معلوم ہوا کہ ابھی تک پڑا ہوا ہے کل والا خط تو خیر روانہ ہو گیا ہے شاید آج تمہیں مل بھی جائیگا۔

رحمان کا مسئلہ سخت پریشان کن ہے۔ خیر اُسے اب تک نہیں سنائی، جرم کے احساس سے اس سے آنکھیں بھی چار نہیں کی جاتیں۔ مگر کیا کروں، اپنا یہ حال ہے کہ چائے بنانے کا دم بھی نہیں کھانا پکانا تو بڑی بات ہے۔ کھدا اپنی تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ پھر کالج کا کام بھی تھکا مارتا ہے۔ آج صبح بنا دلوی حسن اسکول گئی تھی، ابھی

واپس ہوئی ہوں۔ سوچتی ہوں کہ کوئی عارضی انتظام ہو جائے تو رحمان کو روانہ کر دوں۔ اپنی ہی سی بات دوسرے کی سمجھنی چاہیے۔ کوشش میں ہوں کہ کوئی ٹوٹا پھوٹا ہی نوکر مل جائے۔

فاطمہ بہن اب تک کمپو ہیں، عفیفہ کی بیماری طول پکڑ گئی بیچاری فاطمہ بہن کی پریشانیاں ویسے ہی کیا کم تھیں جو ان میں یہ اضافہ بھی ضروری تھا۔ تمہاری تنہائی سے برابر دل دکھاتی رہتی ہوں۔ کیا کروں میری جان اس قدر بھاری بھرکم قسم کی مجبوریاں تم نے مجھ پر نہ عائد کر دی ہوتیں تو جمعہ ہی کے لیے میں تمہارے پاس آجاتی۔ اب تو سفر کے خیال سے روح کھا گئی ہے تم سے ملنے کا یہی طریقہ ہے کہ تم علی گڑھ کو خود نواز دو۔

گھر کے سناٹے کا جو عالم ہوگا اس کا اندازہ علی گڑھ سے کر سکتی ہوں، وحید ہی کا دم غنیمت ہے۔ گو الیا رجبیا کا فردلیں میں نے ہی نہ دیکھا تھا، جہاں انسان، انسان کو ترس جائے مگر میری جان طبیعت کو مت الجھاؤ میری محبت پر اعتماد کرنا کب سیکھو گے؟ آخر مجھے اپنا تو ہر وقت سمجھتے ہی رہو وہ لمحے میرے لیے زندگی کے نہیں موت کے ہوتے ہیں جب تم اپنے کو مجھ سے الگ کر لیتے ہو۔ تمہاری خوشیاں میری ہیں تو پھر تمہارے غم کیوں میرے ہیں پھر یہ کہنا کہ غم میں کبھی لذت ہے کیا معنی؟ زندگی کی بیشتر لذتیں ہم دونوں کے لیے مشترکہ بن چکی ہیں اور تم کوشش بھی کرو تو اس میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ آؤ میرے نزدیک ہو جاؤ۔ ہم دونوں کے لیے قرب میں لذت ہے اور دوری میں کوفت پھر کسی قسم کی دوری کا خیال

بھی کیسا؟ آؤ اختر میں تمہیں منانے کے لیے آئی ہوں۔ ہمیشہ یہی ہوا ہے
کہ تھوڑی سی بہت خفگی بھی اگر میں نے تم سے برتی ہے تو بعد میں خود ہی
تمہیں منایا ہے۔ آج بغیر کسی خفگی کے مناتی ہوں۔ اچھا بہت سے
پیار لو۔ خدا حافظ صرف کل تک کے لیے

تمہاری اپنی صفیہ

مسلم گرلز کالج
علی گڑھ
۲ر نومبر ۴۲ء

اختر عزیز

پھر میں نے تمہیں خط لکھنے میں تاخیر کی اور اب پھر تم مجھ سے خفا
ہو چکے ہو گے۔ اگر تم میری جگہ پر ہوتے تو تمہیں اندازہ ہوتا کہ
دن بھر کی محنت کے بعد سارے ارادے خاک میں ملتے ہوئے نظر آتے
ہیں تمہیں دل ہی دل میں یاد کرتی ہوں مگر اس کے اظہار کی سکت نہیں
پاتی۔ نومبر کے ساتھ یہ دور بھی ختم ہو جائے گا۔ تم فکرمند ہو گر نہ ہو۔
روپے پہنچ گئے۔ مجھے بھیجنے سے بہتر تھا کہ تم چھوٹے چھوٹے
قرضوں سے نجات حاصل کر لیتے اور فکر سے چھٹکارا ہوتا۔ میرا خرچ
تو یہاں پہنچ کر بہت کم رہ جاتا ہے خیر اور پھر ہم دونوں کے درمیان
تو خدانخواستہ کبھی اس طرح کی باضابطگی آتی بھی نہیں چاہیے یہ
ہمارے تعلقات کی شعریت کے لیے موت ہو گی اختر۔ تمہیں میں

ہمیشہ چاہتی رہوں اور تمہیں میری محبت کی ہمیشہ ضرورت رہے۔
یہی میرے لیے سب کچھ ہوگا میری جان۔
تم دہلی آ رہے ہو ضرور آؤ۔ تساہل سے کام نہ لو۔ آج سلمیٰ
بھی دہلی جا رہی ہے ہفتہ کو واپس ہوگی ہر شام میرے لیے ویسے ہی
شام تنہائی ہوتی ہے اب کچھ اور زیادہ جی گھبرائے گا۔ سچ جانو پندرہ
بیس دن میں کام اور ضرورت کے علاوہ کمرے سے باہر قدم نہیں
نکلا۔ میری بیماری تقریباً بالکل ختم ہو چکی ہے۔ احتیاطاً علاج
جاری رکھ رہی ہوں دو تین دن بعد روک دوں گی۔
فاطمہ بہن خدا کرے اٹک آ گئی ہوں، دہلی روانہ ہونے سے
قبل ضرور خط لکھنا اور مفصل حالات سے مطلع کرنا۔
کل ماجد نے آنے کی خبر بھیجی ہے۔ ساتھ ہی SHOPPING کے لیے
جانا چاہتے ہیں۔ دیکھوں گی شاید معقول کپڑا ہی مل جائے۔
یہاں کا موسم بدلتا ہی نظر نہیں آتا۔ رات چاندنی کا لطف
ململ کے کرتے میں لیا۔ پچھلے مہینے کی چودھویں تاریخ یاد آتی رہی
کمبخت سعیدہ ابھی ابھی نازل ہوئی ہے موڈ میں ہے تم سے اسکی بہت
سدا کی دشمنی ہے اس رقابت سے تم بچ کر جا ہی نہیں سکتے۔ تمہیں نہایت
درجہ بری باتیں سنا رہی ہے۔
یہ خط یہیں تک لکھ سکی تھی کہ تمہارا خط ملا احتیاطاً پوسٹ کرا رہی
ہوں کہ ممکن ہے تم نہ آسکو تو تمہیں خط ہی مل جائے۔ تمہاری
صفو

مسلم گرلز کالج
علی گڑھ
۲۰ر نومبر سنہ ۴۴ء

اختر
خدا کرے تم خوش ہو

تمہیں سدھارے ہوئے آج نواں دن ہے۔ اس دوران میں صرف ایک بار تمہاری خیریت معلوم ہو سکی۔ دن تو مشغلوں کے طوفان میں گھرا ہوا گزرتا ہے۔ شام سے طبیعت پریشان ہونا شروع ہوتی ہے۔ اور راتیں تشویش میں کٹتی ہیں۔ خدا کرے تم خوش اور تندرست ہو، میرے وہم بے معنی ثابت ہوں۔ شکایت رکھنے کا کچھ منہ نہیں۔ میں نے ہی تمہیں کون سے خط لکھ ڈالے ہیں۔ یہ میرا تیسرا خط ہے۔ وہ بھی وقت کو چھین جھپٹ کے لکھا جا رہا ہے۔ ٹریننگ کالج کا کام دوسری طرف ایسوسی ایشن کے پروگرام کی مصروفیت ان تمام چیزوں نے مار لیا ہے۔

پچیس سے تیس تک کی چھٹی ہے۔ ہمت نہیں ہو رہی ہے ورنہ نیت یہی ہوتی ہے کہ لکھنؤ ہو آؤں۔ مدت سے گھر والوں سے چھٹی ہوئی ہوں اور ایک طویل عرصہ تک چھٹا رہنا ہے۔ اپنی رائے سے مطلع کرو۔

خط لکھو اپنی مفصل خیریت سناؤ۔ میرا دل اس طرف تمہارے خیال سے کافی پریشان ہے۔ خدا جانے کیوں دیارِ دوست سے گزرنے کا ارادہ میرٹھ کے مشاعرہ کا انجام؟ اچھا بے شمار پیار۔

تمہاری صفیہ

دار السّراج
لکھنؤ

۸ مارچ ۱۹۵۸ء

اختر عزیز

تم سب سے رخصت ہو کر کل لکھنؤ پہنچ ہی گئی۔ سفر خلافِ امید آرام سے گزرا۔ الیوب اور تمہارے "خیر البشر" بہت کام آئے۔ یہاں اسرار بھائی اپنی اسی اضطراری کیفیت میں لاہور پہنچ گئے ہیں تم سمجھ سکتے ہو کہ گھر والوں کا کیا حال ہوگا۔ اماں کے لیے تو یہی دل چاہتا ہے کہ مر جائیں اور یہ صدمے نہ اٹھائیں۔ غالباً وہ دہلی مشاعرہ پر آئیں گے۔ تم جا رہے ہو یا نہیں؟ یہ تو دراصل عین وقت تک طے ہو سکے گا۔ بہرحال تم جاؤ تو انھیں سمجھانے کی کوشش کرنا۔ اور لکھنؤ ہی کی طرف پھر ڈائرکٹ کرنا۔ کچھ عقل کام نہیں کرتی کہ انجام کیا ہوگا۔ شراب حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے اور نتیجہ کے طور پر دیوانگی بھی۔

یہ تو تھی یہاں کے غم کی داستان دوست۔ اب کچھ اپنی سناؤ۔ تمہارا گھر سناٹا کر آئی ہوں، یاد ضرور کرتے ہو گے ہم دونوں کو اور کیا مشاغل ہیں؟ جانم تھوڑی سی فکر اپنی صحت کی بھی کرو۔ مجھ پر اور بچے پر رحم کھا کر دہلی میں حکیم کو ضرور دکھا دینا۔ ہاں دہلی میں اسرار بھائی سے ملنے پر ذرا محبت اور ملائمت سے سمجھانے کی کوشش کرنا کہ بیناکم کریں ہم لوگوں کے پاس تمہارے سوا کون ہے جو اس پریشانی میں کام آسکے

انصار بھائی کے جیل چلے جانے کے بعد دنیا اندھیری نظر آتی ہے
گھر والوں کا حال دیکھا نہیں جاتا۔ اسرار بھائی کو تم سمجھا بجھا کر گھر
ہی کی طرف آنے کی ترغیب دینا۔ تفصیل ملاقات پر سنانا۔
بچہ سفر میں بخیریت رہا۔ یہاں پہنچ کر خاصا پریشان ہو گیا۔ وہی
درد کی تکلیف۔ آخر ڈاکٹر بہادر کے پاس لے جایا گیا۔ فی الحال
کچھ افاقہ محسوس ہو رہا ہے۔
اپنی خیریت فوراً لکھو۔ ہر وقت تمہارے پروگرام کا ذہنی
خاکہ تعمیر کرتی رہتی ہوں۔ اب کیا کر رہے ہو گے اور اب کیا کر رہے
ہو گے کتنی مرتبہ تصور میں تمہیں اپنے سرہانے کھڑے ہوئے پایا۔
بعض حرکتیں تمہاری دل میں اُتر جاتی ہیں دوست ابھی چند دنوں
کی بات ہے میں اور بچہ دونوں مسہری پر سو گئے تھے تم کالج سے واپس
آئے تم نے میری پیشانی پر ہاتھ رکھ دیا میں جاگ گئی اس تنہائی اور بے کیفی
میں یہ چھوٹی سی یاد میرا سرمایۂ حیات بنی ہوئی ہے دوست۔
تمہاری معصوم سی تصویر ہر وقت زینتِ آغوش بنی رہتی ہے
تمہاری ہی طرح معصوم اور ساتھ ہی ساتھ تمہاری ہی طرح مضطرب
ایک لمحہ کو چین نہیں۔ کہاں سے سکون اور تسلی کا سرمایہ لاؤں جو تم دونوں
کو دے سکوں۔ پھر بھی اسی میں مجھے راحت ہے۔ مجھے اس خدمت سے
ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہ سمجھو۔
اپنے تفصیلی پروگرام سے مطلع کرنا۔ دہلی سے مختصر سی خیریت لکھ کر

ڈال دینا۔ یہاں مشاعرہ مجلس کو ہے سننا۔ سب تمہیں دعا کہتے ہیں بچے کی اور میری طرف سے بہت سے پیار لو۔

فاطمہ بہن کو ہم دونوں کا سلام۔ تمہاری

صفو

دار السّراج

نیو سول لائنس

لکھنؤ

۸ ار مارچ ۴۵ء

میرے اپنے اختر

خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے

آج تم سے رخصت ہوئے بارہ دن ہو گئے اور صرف ایک مرتبہ تمہاری خیریت سن سکی ہوں، ہمیشہ مجھے خیریت کو ترساتے ہی رہو گے؟ میں نے بھی تمہیں چار پانچ روز سے خط نہیں لکھا اپنی پریشانی سے فضول تمہیں بھی پریشان کرتی مجھے شدید نزلہ ہوا اور نتیجہ کے طور پر بچہ سردی میں مبتلا رہا۔ دو دن خاص پریشانی رہی۔ علاج معالجہ رہا، شکر ہے کہ اب حالت اطمینان بخش ہے۔ یہ تھی وجہ میری خاموشی کی۔

اسرار بھائی اب تک گھر نہیں پہنچے نہ شاید علی گڑھ ہی آئے ہیں اماں رو رو کر وقت کاٹتی ہیں۔ میں بے کس و مجبور ہو گئی ہوں۔ ان کی کیا مدد کر سکتی ہوں۔ تم آؤ گے تو جو کچھ کر سکنا کرنا۔

آج ابھی ابھی تنخواہ کا چیک آگیا ہے۔ سبطے کے روپے انشاء اللہ جلد ہی روانہ کردوں گی۔

تم نے میرے پچھلے خط بھی جواب نہیں لکھا۔ کتنے بُرے ہو تم اختر۔ اگلی ملاقات پر تم سے سچ مچ لڑوں گی۔ تم مجھے بڑی آسانی سے ٹال دیا کرتے ہو کوئی بات ہے کہ تم یہ نہیں سوچتے کہ میں تمہارے لیے پریشان ہونگی۔

علی گڑھ کا کوئی ڈھب ابھی تک نہیں نکلا، حمیدہ، ماجد، اور محمود اتنے لوگوں کو خط دوڑا چکی ہوں مگر فی الحال کسی کا جواب نہیں آیا ہے۔ بعض وقت گھبراہٹ سی ہونے لگتی ہے۔

دہلی میں اس مرتبہ تمہاری خاصی تفریح رہی۔ افسوس کہ لکھنؤ میں میں موجود ہوں ورنہ یہاں بھی امکانات تھے۔

جمیلہ[٭] "دولہامیاں" کی خیریت دبی زبان سے روزانہ پوچھ لیتی ہیں!!

کب آؤ گے؟ آج اتوار ہے اب دن دُہرانے نہیں پڑیں گے اور تم مجھے مل جاؤ گے نا! گھر کے حال سناؤ۔ بہت سے پیار لو۔ شکایت آمیز۔

فاطمہ بہن کو سلام اور پیارے بچے کی اور میری طرف سے اچھے کی خیریت اُنھیں ضرور سنا دیا کرو سمجھے؟

اختر رہ رہ کر تمہاری بے نیازی پر غصہ آتا ہے۔ کیا یونہی مجھے کھلاتے چلے جاؤ گے؟

آؤ تمہیں پیار تو کرلوں میرے دوست،

تمہاری منتظر   صفو

٭ گھر کی ملازمہ

دارالسراج

نیو سول لائنس

لکھنؤ

۲۶ر مارچ ۵۸ء

اختر میرے

خدا کرے تم خوش اور تندرست ہو

آج مجھے تم سے چھوٹے ہوئے بیس دن ہو گئے دوست اور صرف
تمہارا ایک خط مجھ تک پہنچا، خیال تھا کہ آنے والے ہو اس لیے کوئی
خط نہیں لکھا سو اس کی امید بھی ختم ہو گئی۔ اگر تشویش ہے تو یہ کہ خدا
نخواستہ تمہاری طبیعت تو خراب نہیں۔ مگر اختر اگر انصاف باقی ہے تو
ایسی حالت میں بھی تمہیں مجھے یاد رکھنا چاہیے تھا دوست۔

ذرا سوچو اور محسوس کرو کہ اس دوران میں میں کیسی سلگ سلگ کر جی
رہی ہوں گی۔ لکھنؤ کا قیام ہر مرتبہ یونہی خراب ہوتا ہے اس مرتبہ تو حد ہی
ہو گئی، کاش میں مر جاتی اس سے پہلے کہ تمہاری بے توجہی کا شکار ہوتی۔

اور پھر میرا کوئی قصور بھی تو نہیں سوا اس کے کہ تمہیں اپنا
سمجھتی ہوں اور اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک سمجھوں گی۔ میں نے تمہیں
اپنا بنانا چاہا اب یہ میری قسمت کہ نہ بنا سکوں، تم نے میری بیماری
کی خبر بھی سنی مگر کوئی کروٹ نہ لی۔

بچہ تشویشناک حد تک بیمار رہا، اختر اسطرح سے کا سکا کر زندہ رکھنے

سے تو یہ بہتر ہوگا کہ تم مجھے گولی مار دو۔ خواہ میں بے قصور ہی کیوں نہوں۔

علی گڑھ پہنچنے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہی ہوں۔ نہ جانے کتنے خط لکھ کر ڈالے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں ہے۔ گھروں کی قلت کا یہ عالم ہے کہ گرلز کالج ہاسٹل میں خیمے نصب ہو رہے ہیں۔ بچے کے وجود نے مجھے کس قدر مجبور کر دیا ہے۔ ہر وقت دماغ انہیں فکروں میں گھرا رہتا ہے، جب تک میں تمہارے پاس رہتی ہوں تم کس قدر ذمہ داری محسوس کرتے ہو اور میرے ہٹتے ہی مجھے بھول جاتے ہو۔ میں رخصت کے وقت اسی پر رو رہی تھی اختر۔

اسرار بھائی کل آ گئے۔ کافی مراقی کیفیت ہے۔ اماں ابا کو تمہارا انتظار تھا کہ تم ان پر کوئی اثر ڈال سکو گے۔ تم نے خود بھی وعدہ کیا تھا اب انصار بھائی کی غیر موجودگی میں تمہارے سوا بوڑھے ماں باپ کا ساتھ دینے والا کون ہے اختر؟

میرا چیک ابھی تک کیش نہ ہو سکا اختر۔ بڑی پریشانی ہے۔ مگر پیٹ کی آگ کا مقابلہ تو کوئی آگ نہیں کر سکتی۔

خدا کے واسطے خط لکھو اور مجھے اس اذیت سے بچا لو۔ جس میں مبتلا ہوں۔

میری راتوں کی نیند حرام ہے اور دن کا آرام بدمزہ ہے۔ بچے کی اور میری طرف سے بہت سے پیار۔ خدا تمہیں خوش رکھے۔

تمہاری پریشان حال

صفیہ

دارالسّراج
نیو سول لائنس
لکھنؤ
۴ر اپریل ۴۵ء

اختر عزیز

بہت سے پیار

تمہارا خط کل ملا۔ میرا بھی تم تک پہنچ ہی گیا ہوگا۔ اور غالباً اس سلسلہ میں تمہاری خفگی کچھ کم ہو گئی ہوگی گو کہ اس مرتبہ میرے خطوں کی وہ اوسط نہیں جو پہلے ہوا کرتی تھی مگر اس میں بھی قصور تمہارا ہی ہے کیا کروں کہ تم سے دور رہ کر بھی تمہاری ہی خدمت میں مبتلا رہتی ہوں۔

آج کا دن میری تمہاری پہلی ملاقات کے پانچ سال پورے کرتا ہے چار اپریل کی شام میرے لیے تاریخی اہمیت رکھتی ہے اور ایک حد تک تمہارے لیے بھی آج ہی شام میں نے تمہارے لیے یہ محسوس کیا تھا "یہ تو پہچانی ہوئی آواز ہے"

گھر کی ویرانی کا تذکرہ سن کر دل پر عجیب دہشت سی طاری ہے، خدا کرے فاطمہ بہن اب تک آگئی ہوں، خدا نخواستہ ان کا کوئی بچہ تو بیمار نہیں؟ تفصیل لکھو۔

سبطے کے قرض روپے روانہ کردوں گی بے فکر رہو، گو کہ اس فرمائش میں تم نے "لذتِ آزار" کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے۔ تمہارے روپے

لوٹا دوں گا۔ اخر یہ غیریت میرے دل میں نشتر چبھو دیتی ہے تمہیں کیوں یقین نہیں آتا کہ تمہارے سارے پیسے میرے ہیں۔ پھر لوٹانا اور پھیرنا کیا معنی؟ یہ کہو کہ تم بے فکر رہو تمہاری ساری ضرورتیں میں پوری کر دوں گا۔ کیا تم نے میری ضرورتیں پوری نہیں کی ہیں؟ دوست؟ میری بیماری دکھی کے دن اب تمہاری ہی سر پرستی میں گزریں گے میں اپنے ماں باپ کو غیر قرار دیکر تمہیں اپنا ناچکی۔ تم بھی مجھے اپنا سمجھو۔

درخواست پہنچ گئی ہوگی، روانہ کر دو۔ اگرچہ اس خیال سے وحشت سی ہوتی ہے کہ تمہارے بچے کی نرس مقرر ہو کر میں سارے جہان سے گزری، خیر لوگ شادی کے سلسلے میں چھٹیاں لیتے ہیں۔ میں نے اسکے بعد کی منزل کو زیادہ اہمیت دی۔

جواب لکھو؟ کب آؤ گے؟ اپریل میں تم مجھ سے ملنے نہ آئے تو میرا دماغ خراب ہو جائے گا۔ مجھ سے یہ دوری اب زیادہ برداشت نہیں ہوتی۔ کھانے کی طرف سے اس قدر بے پرواہ نہ ہو تمہاری تندرستی اس سال ویسے ہی نازک ہو گئی ہے۔ مجھے ہر لمحہ اسطرف سے اندیشہ سا رہنے لگا ہے۔ میری قسمت بہت اچھی کبھی نہیں ہے۔ اس بارے میں۔

بچہ ہر روز کوئی نئی ادا سیکھتا ہے نازک مزاجی اور غصہ وری نہایت تیزی سے ترقی کر رہی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ گوالیار رہ کر دو محبوب کس طرح مجھ سے مطمئن رہ سکیں گے؟ بچہ ہر لحظہ میری تمام تر توجہات

کا متقاضی اور تم کو ایک لحظہ کی بے توجہی بھی گراں! خیر۔
اچھا اب مجھ سے باتیں کرو، میرے دل کی باتیں سننے والا یہاں
کوئی بھی نہیں ہے۔ آؤ میرے پیار قبول کرو۔
تمہاری صفو

دارالسّراج
نیو سول لائنس
لکھنؤ
۶راپریل ۴۵ء
اختر عزیز
تمہارے کیا حال ہیں؟ فرصت کے رات دن کیسے گزرتے ہیں؟ اب تو
چھٹیاں بھی آ رہی ہیں، کیا کرو گے، ایکم سے تو بالکل ہی آزاد ہو بلکہ اُس
سے بہت پیشتر سے کیا ارادے ہیں، مجھے کب تک تنہا رکھو گے؟ زندگی کس طرح
سونی ہے یہ اُجڑی ہوئی بستی کب آباد ہوگی دوست؟
یہاں کے حال کیا لکھوں، گھر کی فضا مکدر سے مکدر ہوتی جا رہی
ہے۔ اسرار بھائی کی حالت میں کوئی اصلاح نہیں، ہم لوگوں کا کسی
طرح سے بس نہیں چلتا۔ اماں کی حالت قابلِ رحم ہے غیب سے ہی کوئی
صورت بہتری کی نکلے تو نکلے ورنہ یہ کشتی اب تیرتی ہوئی نظر نہیں آتی۔
بہت کافی پریشانی کے دن گزر رہے ہیں۔ اس پر تم الگ پریشان
کرتے ہو، تم بہت ہی بے نیاز ہو میرے دوست، کبھی بھولے بھٹکے بھی یاد

کرلیا کرو تو میری نجات ہو جایا کرے۔ خط نہ لکھنے کا تہیہ کرلیا ہے تم نے؟ آخر مجھے تمہاری خیر خبر سننے کی ضرورت ہوتی ہے یا نہیں؟ تمہارے کارن دنیا چھوٹی اور پھر تم بھی حاصل نہیں ہو، اب علی گڑھ کو ہنکر جاؤ نگی کیسے رہوں گی تنہا مکان لیکر رہنا مجھ جیسی کمزور طبیعت کی عورت کا بس نہیں، گھٹ گھٹ کر مر جاؤں گی، نوکر کس کے ہوتے ہیں، تنہا پاکر اور بھی تنگ کریں گے۔ اپنی پرانی زندگی سے تو گئی اور نئی زندگی سے کم حاصلی کا گلہ ہے! تم ہی سہارا دے سکو تو دو۔

فیاضی نے زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ جمیلہ کی زندگی کی رنگینیاں میں انہیں کہاں سے فراہم کر کے دوں؟ بس ہر لمحہ جلی جاتی ہیں۔

اور کیا لکھوں سوا اس کے کہ فاطمہ بہن سے سخت شکایت کر دو کہ انہوں نے مجھے چھوڑ بچے کو ایک بار بھی پیار نہ لکھوایا۔ بچہ انہیں پیار کرتا ہے۔ خط لکھوا اور جلد لکھو۔

تمہاری صفو

دار السراج

نیو سول لائنس

لکھنؤ

۱۴ اراپریل ۴۵ء

عزیز اختر

بہت سے پیار۔ آج کہاں گئے ہوئے جو کتھا دن ہے ابھی تک

تمہاری خیریت نہیں معلوم ہوئی۔ تم نے وعدہ بھی کر لیا تھا۔ خط لکھنے کا۔
خدا کرے اچھی طرح ہو۔ تمہاری طرف سے طبیعت پریشان ہی ہے
ادھر جادو صاحب مستقل بیمار ہیں، تیز بخار اور دستوں نے رہی سہی قوت
بھی سلب کر دی ہے۔ خدا جانے ایک ہفتہ کے بعد واپس جانے کے قابل
بھی ہو سکیں گے یا نہیں۔ بہر حال ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا۔
میں اب تمہیں کب دیکھ سکوں گی اختر؟ جادو کی خدمت میری
زندگی کا مقصد ہو کر رہ گئی ہے اور بس۔
اچھا خط تو لکھو جانم۔ پیار بے شمار،
تمہاری ہی صفو۔

مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ
۲۶؍اپریل ۴۵ء

اختر عزیز
میرا پچھلا خط تمہیں پہنچ گیا ہوگا، تمہاری خیریت اتنے عرصہ تک معلوم
نہ ہو سکنے سے انتشار اور بھی بڑھا ہوا تھا، کل شام تمہارا خط ملا۔ ایک بار
نہیں ہمیشہ کے لیے تمہیں بتاتی ہوں کہ مجھے جس طرح رکھتے ہیں تم خوش رہ سکو
رکھو میں ویسے ہی رہوں گی بس اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں محسوس کرتی۔
تو علی گڑھ دوسری کو آ رہے ہو؟ منتظر ہوں یہاں دن کسی طرح
کٹ ہی رہے ہیں۔ بچہ کی مصروفیت نے مجھے انسان سے مشین بنا دیا ہے۔

مگر اسکی تکلیف اور بے چینی کے لمحات کبھی میرے سارے سوئے ہوئے جذبات کو جگا کر مجھے دوبارہ انسان ہونے کا احساس دلاتے رہتے ہیں۔

فیاضی نے لکھنؤ ہی کا قیام بدمزہ کر دیا تھا۔ یہاں پہنچکر دوسرے ہی دن سے آنکھیں دکھانے لگیں اور کچھ اس طرح کی بدکلامیاں کیں کہ چھٹکارا حاصل کرتے ہی بن پڑی۔ اب سنا ہے کہ یہیں کہیں ملازمت کر رہی ہیں۔ جاوید کی پوری پوری خدمتگار اب میں ہوں۔ حمیدہ امتحانات کی مصروفیت میں گھری ہے۔ ابھی تک بچہ کو دیکھ بھی نہ سکی۔

میرا گھر سے نکلنا ناممکن سا ہو گیا ہے۔ زیدی، ماجد، صدیق سب باری باری آتے رہتے ہیں، زیدی نے میری طرف سے سرور صاحب کے مکان کی درخواست دلوادی ہے۔ دیکھو فیصلہ کس کے حق میں ہوتا ہے۔

تم خط جلد لکھو۔ نفیس امتحان دے رہی ہے۔ آپا کی طبیعت حسب دستور خراب ہی رہتی ہے۔ باقی پیار اور شوق و انتظار

تمہاری صفیہ

مسلم گرلز کالج

علی گڑھ

۲۸ / اپریل ۴۵ء

اختر میرے

بہت سے پیار

تمہارا خط کل شام مجھ تک پہنچا، محمود صاحب کے مکان سے

اس گھر کا فاصلہ کافی ہے۔ جب کوئی آنکلتا ہے تو خط ساتھ لیتا آتا ہے
بہر حال خیریت معلوم کر کے اطمینان ہوا۔

یہاں کے حالات :۔ فیاضی منتقل بغداد ہو گئیں۔ صورت یہ ہے کہ
جو بیس گھنٹہ کی غلامی ہے اور میں لکھنؤ تم گئے تھے تو تم نے دیکھا تھا کہ اس
بچے کی مصروفیت نے کس طرح میری توبہ بھلا رکھی تھی۔ گو کہ میرے برابر
کی مددگار راماں تھیں، پھر مکان کے تمام نوکر موجود تھے یہاں آپا بیمار اور
نفیس امتحان میں مبتلا ہیں ہوں اور جاوید کی مصیبت اب جس طرح ہو سکے
تم کہیں سے نوکر تلاش کر کے لاؤ، ورنہ میں تو مر جاؤں گی آخر، آگرہ کی
ملازمہ بھی کھلانے کے لیے مل جائے تو غنیمت ہے۔

تم نے یہاں کے قیام کی تفصیل پوچھی ہے، ملازم میرے پاس کوئی
تھا نہیں ماموں خاں نفیس کے ساتھ آئے تھے وہ کام دے رہے ہیں، مکان
میں نے ڈیڑھ روپے روز پر لے رکھا ہے۔ ابھی انجنیر صاحب کو کرایہ
نہیں ادا کیا ہے، مکانوں کی قلت سے یہ نوبت آئی محمود صاحب کے
یہاں میرا قیام ممکن تھا مگر نفیس اور آپا کو تکلیف ہوگی، بہر حال کرایہ میں اگلے
ماہ میں ادا کر دوں گی۔ تمہاری نانی جو کچھ تھوڑی بہت میرے
امکان میں تھی مہیا نے کی۔ ورنہ منظر صاحب اُن کیلئے بہت
زیادہ ذمہ داری محسوس کرتے ہیں اور ہر طرح کی مدد ان لوگوں
کی کرتے ہیں، میرے ماموں زاد بھائی نے ایک پھلواری انگیٹھی کی
قلت کے خیال سے لگوا دی ہے ویسے میں قطعی بے بس ہوں،

میں کیا خاطر داری ان لوگوں کی کر سکتی ہوں، مجھے خود خدمت کی ضرورت ہے۔ تم یہاں آؤ گے تو میرے مقابلہ میں زیدی اور محمود صاحب کے مہمان کبھی نہیں ہو سکتے۔ سمجھے؟

اب تیری کو تمہارا انتظار کروں گی۔

ماجد برابر آتے ہیں۔ تم کو آداب کہتے ہیں۔ جاوید ہر مرتبہ سلام سلام بھیجتا ہے میں پہچانتی نہیں، تم دعا ہی نہ لکھو گے پھر سلام سے فائدہ؟ بہت شریر اور انتہائی چلبلا ہو گیا ہے۔ تم سچ مچ حیران رہ جاؤ گے اُسے دیکھ کر۔

ابھی کا لطیفہ سنو، ایک صاحب ابھی ابھی صدیقی صاحب کا سفارشی خط لے کر آئے کہ ان کی اہلیہ محترمہ انٹرمیڈیٹ کا امتحان دینے آئی ہیں، بیمار ہیں بری طرح۔ کل ایجوکیشن کا پرچہ ہے میری مدد درکار ہے۔ مجھے اُن کے مستقر پر جا کر پڑھانا چاہیے بچے کو کس پر چھوڑ دوں؟ انکار کیا تو رونے پر تیار ہو گئے! کل صبح جانا ہی پڑے گا۔ ملازمت اس کو کہتے ہیں، سنا؟

ہاں تو صورت یہ ہے کہ ایک عدد ملازمہ بچے کے لئے انتہائی شدید طریقہ پر درکار ہے۔ خواہ آگرہ سے لاؤ یا کہیں سے! آخر پچھلی ملاقاتیں کس دن کام آئیں گی آخر؟ اچھا پیار

تمہاری

صفیہ

دارالسّراج لکھنؤ
۲۱ ؍مئی ۴۵ء

عزیز اختر! بہت سی دعائیں

یہاں کے حالات سنو! اسرار بھائی کا کوئی پتہ نہیں معلوم، یہاں تک بھی نہیں معلوم کہ وہ دہلی میں ہیں یا وہاں سے کہیں اور چلدیئے انکی سیماب پائی کا اندازہ تم نہیں کر سکتے۔ ایسی حالت میں کوئی پروگرام تیار کرنا بے معنی معلوم ہوتا ہے اور پھر ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ انہیں اسطرح بے روک ٹوک پھرنے دینے میں جو رسوائی اور بے عزتی ہے وہ ناقابل برداشت ہو چکی ہے ہر طرح کا امتیاز اُن کے ذہن میں اُٹھ چکا ہے بس صرف ایک مقصد سامنے ہے اسکے لیے وہ اپنے کو ہر خرابی میں مبتلا کرنے کو تیار رہیں۔ لکھنؤ کے تمام لوگ ان سے بیزار ہو گئے تھے۔ اب دہلی میں جو حال ہو گا سو ہوگا ہی۔ یہاں اپنا بچارے سوا اس کے کہ خدا کے سامنے سر جھکا کر گڑ گڑالیں اور صبر و خاموشی اختیار رکھیں کچھ نہیں کر سکتے اماں تڑپتی ہیں اور بیقرار رہتی ہیں۔ ابو کو کہیں بھیجا بھی جا نہیں تو وہ اپنے لنگڑے پن سے مجبور ہیں مجھے بچے کے وجود نے قطعی بے بس کر دیا ہے۔ ہم سب کیلیے صرف تمہاری ایک ذات رہ گئی ہے تم ہی اس مصیبت میں جو کچھ بھی کام آسکتے ہو آؤ اور کسی سے یہ توقع کیونکر کریں؟ کوئی اپنا نہیں۔

بہرکیف اب یہی ایک صورت ہے کہ تم وقت نکالکر ممکن ہو تو ٹیلیفون سے ورنہ تار سے دہلی سے معلوم کراؤ کہ وہ دہلی میں موجود بھی ہیں یا نہیں۔

اور اگر وہ موجود ہیں تو پھر دہلی جاکر انھیں لکھنؤ واپس لانیکی کوشش کرو، میں جانتی ہوں کہ یہ کام تمہارے لیے بہت دشواری کا ہے۔
تمہیں دہلی تک پہنچنے ہی میں دقتیں پیش ہوں گی۔ پھر اُس کے بعد تم انہیں ساتھ لانے پر راضی کر سکے یا نہ کر سکے۔ لیکن پھر تمہارے علاوہ تو ہم سب کو دنیا میں کوئی اب نظر نہیں آتا جس سے یہ خواہش رکھیں یا جو کام آسکے۔ اماں تمہارے جواب کی منتظر رہیں گی۔ ابا نے بھی یہی کہا ہے کہ تمہیں تکلیف بہت ہو گی۔ مگر تمہیں اس کام کو کر سکتے ہو پھر یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ اگر وہ آ بھی گئے تو اس کے بعد کیا کرنا ہو گا۔ پہاڑ پر جاکر اُنکا پابندی سے رہنا مشکوک ہی معلوم ہوتا ہے۔ بہر کیف کوشش کرنی چاہیے ورنہ بصورتِ دیگر اب تو اس کی نوبت ہے کہ انکے ساتھ ۵۵۵ءء ۵۵ع استعمال کر کے انھیں اس طریقہ کی ہلاکت سے الگ کیا جائے۔ رشیدہ آپا کا زوردار مشورہ یہی ہے۔ رانچی یا آگرہ کو منتخب کیا جائے۔ مگر اختر نہیں معلوم کہ یہ جگہیں کیسی پریشانی کی ہوں گی۔ گو کہ محض جذباتی چیز ہے مگر اپنے ہاتھوں اپنی ایسی عزیز شئے کو ظالموں کے سُپرد کیسے کر دیا جائے بہر حال اگر یہی ضروری اور مناسب ہے تو ایسا بھی کرنا ہو گا، موجودہ بربادی اور بے عزتی کے مقابلے میں شاید یہی بہتر ہو۔ اب تمہارے جواب کا انتظار کروں گی، میں ہی نہیں گھر کے تمام لوگ منتظر رہیں گے،
ہو سکے تو تم ساتھ لے کر آؤ ورنہ پھر جس قدر جلد مہلت حاصل کر سکو چلے آؤ کہ مشورہ کر کے کسی نتیجہ پر پہنچ سکو اور کچھ نہ کچھ عملی قدم اٹھایا

ہی جائے۔ اب حالات اس درجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ انہیں اس طور سے
چھوڑے رکھنا بھی ٹھیک نہیں۔ گھر ہر وقت ماتم کدہ سا معلوم ہوتا ہے
کسی وقت ہنسی بھی آجائے تو شرمندہ سی۔

تمہارے حالات جاننے کو بے چین ہوں معلوم نہیں میری تپسیا
کب ختم ہوگی۔ بہت کڑی ہے یہ تپسیا میرے دوست۔ کیا ابھی عشق کے
امتحان اور بھی ہیں؟ کہاں تک پرکھو گے؟ کتنا جانچو گے؟ دوری
بہت پریشان کن ہے اور بہت اذیت انگیز، اب تو قریب کر لو مجھے
میری رُوح اس تنہائی سے گھبرا چلی ہے ہر طرف اندھیرا ہے ایک تمہارے
چراغ کی روشنی مجھے اجالا دیتی ہے تو وہ اتنی دُور ہے۔
باتوں کی رو میں لکھنا بھول گئی تھی۔ میرے داہنے سینے کے نچلے
حصے میں ایک گلٹی پڑ گئی ہے یہاں پہنچ کر بڑھ گئی۔ ڈاکٹر کو دکھایا
ہے دیکھو آپریشن ہوتا ہے یا کیا؟ جاوید کی طرف سے تمہیں پیار۔

تمہاری اپنی صفیہ

دار السّراج
نیو سول لائنس
علی گڑھ
۱۵ر مئی ۴۵ء

اختر عزیز
کل ایک خط لکھ چکی ہوں تمہیں دیکھنے کو کسقدر جی چاہتا ہے اسکا اندازہ

تم شاید ہی کر سکو۔ تمہارا خیال بیداری کے اولین لمحہ میں میرے ساتھ ہوتا ہے جیسے چاہو رکھو تمہاری ہوں اور تمہاری ہی ہو کر رہوں گی۔

میری سینے کی گلٹی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ یہاں آکر علاج کا نتیجہ یہ ہوا کہ گلٹی کی سائز میں اور درد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے آج پھر ڈاکٹر کو دکھانے جا رہی ہوں۔ آپریشن کے سوا کوئی چارہ نہیں نظر آتا۔ پھر دودھ پلانا مشکل تمہارے جاوید کی نرس اگر اپنے فرائض میں کوتاہی کرے تو برہم نہ ہونا دوست وہ مجبور ہوگی بہر حال تم فکرمند نہ ہو کچھ نہ کچھ ہو ہی رہے گا۔

علی گڑھ کے مکان کے متعلق اب تک کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوا ہے ہر لمحہ امکانات اسی کے ہیں کہ نہ ملے گا۔ کل تمام دن لاہور اور دہلی تار دینے کا ارادہ کرتی رہی مگر عقل نے کام نہ کیا۔ آج ڈاکٹر کے یہاں جاتے ہوئے دونگی اگوکہ نتیجہ کچھ بھی نظر نہیں آتا، پھر اگر کچھ نتیجہ نکلا بھی تو تمہیں کیونکر خبر کروں گی؟ تم دہلی جا چکے ہو گے۔ انہیں باتوں کو دیکھتے ہوئے کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں کیا نہ کروں۔

بہرکیف یہ انتہائی ضروری ہے کہ اگر دہلی سے وہ لاہور جا ہی چکے ہیں تو وہاں سے آگے انہیں نہ بڑھنے دیا جائے اسطرح ٹھوکریں کھانے کا انجام ذلتوں کے علاوہ کچھ بھی ہوگا پھر ایک دن ایسا کرینگے کہ کوئی دوا علاج کارگر نہ ہو سکیگا آخر میں سوائے اپنی بے بسی

پر آنسو بہانے کے اور کچھ بھی نہیں کر سکتی، گھر کے بقیہ لوگ مجھ سے زیادہ مجبور ہیں۔ تم مجھے ایوب کا پتہ لکھ کر بھیجدو تاکہ دہلی اگر کوئی قابل تحریر امر ہو تو اسکے پتہ پر تمہیں تحریر کردوں وہ تم تک اطلاع پہنچا ہی دیگا۔

تمہیں دیکھنے کو میری آنکھیں ترستی ہیں میری جان! میں نے تمہارا قرب چاہا اور تمہیں دُوری پسند ہے۔ اپنی تمناؤں اور آرزوؤں کا مرکز کیسے بناؤں؟ اپنے ارمانوں کی داد کس سے چاہوں، کیا میرے دن یونہی بیتیں گے؟

تمہاری

صفو

دارالسراج

نیو سول لائنس

لکھنؤ

۲۹ / مئی سنہ ۴۵

اختر عزیزہ

تمہارا خط پہنچا، میں جانتی ہوں کہ تمہیں انتہائی خواہش اپنی جگہ پر ہے۔ اسرار بھائی کو اس بربادی سے بچانے کی۔ خدا کرے تم اپنے ارادے عمل میں دیکھ سکو، اور کامیابی نصیب ہو۔ میں اس بے کسی میں سوائے صبر کرنے اور دعا کرنے کے کر بھی کیا سکتی ہوں تم اُن کے دوست ہو نہیں اُنکی محرومیوں پر ضرور ترس آتا ہوگا۔ ہم سب اپنی جگہ پر غم میں گھل رہے ہیں اور کچھ کر نہیں سکتے ان کا خط کل اماں کے نام آیا تو اماں

سے پوشیدہ رکھا گیا ہے کیا فائدہ؟ سوا اسکے کہ وہ روئیں گی بیٹھیں گی۔

اگر وہ ابتک کسی وجہ سے دہلی سے نہ جا سکے ہیں تو خیر ورنہ لاہور تو اور بھی بڑی جگہ اور قطعی غیر مقام ہے نہ جانے اس بیہوشی و بے صبری کے عالم میں کیا گزر جائے۔ اس پہ کوئی اطلاع کرنے والا بھی نہ ہوگا دہلی کے لیئے برابر سوچتی رہی کوئی ایسا نظر نہیں آیا جسے تار دیتی یا خط لکھتی، شوکت وغیرہ ویسے ہی بیزار ہو چکے ہیں ان سے خیر! جاوید نے مجھے باندھ نہ رکھا ہوتا تو میں خود نکل جاتی اور ڈھونڈ نکالتی خواہ انہیں گھر تک لانے میں ناکامی ہی کیوں نہ ہوتی۔ اب اگر وہ لاہور سے آگے نکل گئے تو ہم سب کے بس کی بات ہی نہ رہے گی۔ خط سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں اب بھی یہ ہوش ہے کہ اماں کو اپنے حالات اور پتے سے مطلع کریں خواہ وہ غلط ہو یا صحیح۔ بہرکیف۔

اخر میں جانتی ہوں کہ تم اپنے معاملات میں بھی چھوٹے چھوٹے کاموں میں دوسروں کی مدد کے محتاج رہتے ہو۔ پھر بھی جب تم اس تباہی کو شدت سے محسوس کر رہے ہو تو جو کچھ کر سکتے ہو اس میں دریغ نہ کرو، میں آج ہی ایک تار دہلی دلوا دونگی (اب تک فیصلہ نہ کر سکی کہ کس پتہ پر) اور ایک لاہور، اماں کی شدید علالت کا، تم مناسب خیال کرو تو ساحر کو خط لکھو لاہور جواب طلب یا تار دو یہی کہ اماں سخت علیل ہیں اسرار بھائی کو تلاش کرکے گھر بھیج دو۔ اور پھر دہلی جانے پر جو سمجھ میں آئے یا جو دہلی جانے سے قبل طے کر دو لیا کرنا۔ میری عقل کام نہیں کر رہی

سینکڑوں باتوں کو جی چاہتا ہے۔ عمل میں لانے کے امکانات نظر نہیں آتے۔ اگر میرا دماغ یونہی متاثر ہوتا رہا تو سچ جانو کسی دن بچے کو تنہا چھوڑ کر نکل کھڑی ہوں گی۔ بچے تو مجھے ایسے مل سکیں گے، بھائی کو کھو کر دوبارہ کہاں پاؤں گی۔ اور بیچارہ بغیر سائیکل کے ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔ دلیس پردیس کہاں جا سکتا ہے۔

رحمان کے لیے تم نے لکھا ہے میں خود کچھ طے نہیں کرسکتی تم پر چھوڑتی ہوں میں تو اتنا جانتی ہوں کہ علی گڑھ پہنچنے پر بغیر نوکر کے رہنا سخت مشکل ہوگا۔ سفر میں ہی بچہ کو سنبھالنے کے لیے کسی اور کا ساتھ ضروری سمجھتی ہوں اس مرتبہ تو خیر کام چل گیا۔ اب علی گڑھ میں نئی جگہ جانا ہوگا نئے سرے سے گھر جانا ہوگا اور فوراً کالج پہنچنے کی ضرورت۔ ان تمام باتوں کا لحاظ کرتے ہوئے تم جو مناسب خیال کرو مجھے منظور ہوگا۔

اس طرف حیدرآباد سنٹر سے کوئی ڈیڑھ سو پرچے اور نازل ہوئے جسکی جانچ کر کے فوراً واپس بھیجے۔

گلٹی اپنی جگہ پر قائم ہے، درد بڑھ گیا ہے، مرہم کی مالش اور سینک ہو رہی ہے۔ زیادہ امکانات نکلنے کے ہیں گھر کی اور پریشانیوں میں اس طرف پوری توجہ بھی نہیں جاتی۔ رات کو بستر پر لیٹنے کے بعد تکلیف زیادہ محسوس ہوتی ہے۔

کل انصار بھائی کا خط آیا۔ کلکتہ سے بائس بریلی آرہے ہیں ہم لوگ پرسوں دوپہر کو اسٹیشن جائیں گے۔ ان سے ملنے۔ پنجاب

مل سے شاید وہ گزریں، تم دہلی روانہ ہونے سے قبل خط ضرور لکھ دینا۔ میں منتظر رہوں گی۔ جاوید تمہیں پیار کرتا ہے۔

تمہاری اپنی صفیہ

دارالسراج

نیو لائنس

لکھنؤ

۳؍جون ۱۹۴۵ء

اختر عزیز

کل شام تمہارا خط حمیدہ کے نام پہنچا۔ میرا وہ خط بھی غالباً تمہیں مل گیا ہوگا جس میں اسرار بھائی کا خط ملفوف تھا۔ غالباً ابتک وہ دہلی ہی میں ہیں۔ بہرحال میں نے ایک تار لاہور اور دوسرا دہلی دیوان سنگھ مفتوں کی معرفت بھیجدیا تھا۔

تم نے حمیدہ وغیرہ کو تشفی دینے کی کوشش کی ہے ظاہر ہے کہ موجودہ حالات میں سوائے اسکے کہ صبر کیا جائے اور طبیعت کو مضبوط بنایا جائے اور کوئی چارہ بھی نظر نہیں آتا۔ تم نے شملہ کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ شملے جانے میں میرے خیال میں سوا اسکے کہ شملہ اسٹیشن تک تمہارا ان کا ساتھ رہے کوئی صورت اسرار بھائی کے آرام یا اصلاح کی نظر نہیں آتی اول تو ان کے ذرائع (جنہیں وہ بے کیفی کے عالم میں غلط طریقے پر استعمال کرنا چاہتے ہیں) وہاں بھی بہت ہیں۔ پھر تم خود مہمان

ہو گئے اور اسرار بھائی کی ذمہ داری لینے سے قاصر۔ جو گردش کا دوران لکھنؤ اور دہلی میں گزرتا رہا ہے وہ وہاں بھی برقرار رہیگا۔ انکے پاس ایک پیسہ نہیں ہے اور تن پر ایک جوڑا کپڑا نہیں ہے۔ ایسی حالت میں جسطرح دہلی میں انکے دن گزر رہے ہیں ظاہر ہے یہ بھی معلوم ہے کہ لکھنؤ آکر ان کی کوئی بہتری کی صورت نہیں غرضکہ عقل کام نہیں کرتی اسی سلسلہ میں تعطیل کے یہ دو تین ہفتے یہاں گزارے ورنہ تمہارے ساتھ گوالیار ہوتی مگر نتیجہ کچھ نہیں۔ بہر کیف اگر تمہارے بس کی بات ہے تو انہیں سمجھا بجھا کر ایک بار اپنے ساتھ لکھنؤ لے آؤ اور اسکے بعد ہم لوگ اگر ان کے ساتھ کچھ کر سکتے ہیں تو کریں ورنہ چھوڑ کریں ان کی قسمت میں تو بھی ہیں وہ یہاں بھی ہیں اور شملہ میں بھی۔

شملہ کے لیے اُن کی مددگاری اور ہمراہی کا ارادہ کر کے تم خواہ مخواہ پریشانی اٹھاؤ گے اور انہیں قطعی کسی فائدہ کا امکان نہیں۔

میں سخت پریشان ہوں اختر اور تمہیں دیکھنے کے لیے بے چین۔

تمہاری صفیہ

دارالسراج

نیو سول لائنس

لکھنؤ

۱۴ر جولائی ۴۵ء

اختر میرے۔ بہت سے پیار

جب وقت سے تم گئے ہو تمہاری کوئی خیریت مجھے معلوم نہیں ہو سکی۔ ہر

ڈاک سے تمہارے خط کا انتظار کرتی ہوں اور مایوس ہونا پڑتا ہے۔

اس طرف فاطمہ بہن کا بھی کوئی خط نہیں آیا جس سے کچھ پتہ چلتا تمہیں کل خط لکھنے کا ارادہ کر رہی تھی، خط لکھنے کی نوبت نہ آئی گو کہ دل جاتا رہا بری طرح۔ اسطرف میری قسمت میں کچھ پریشانیاں ہی لکھ گئی ہیں صدیقی صاحب کا تار بھی کل ہی پہنچا جو بھیج رہی ہوں خدا جانے درخواست کا کیا انجام ہوا، ملازمت بھی خطرے میں پڑی۔ دل چاہتا ہے کہ جلد سے جلد علی گڑھ پہنچ جاؤں مگر اسطرف جاوید بحت قسم کے نزلہ کھانسی میں مبتلا ہے دن رات چین نہیں لینے دیتا۔ میری رات کی نیندیں بالکل حرام ہیں، کل ہی نفیس کا بھی خط آیا، علی گڑھ میں کوئی ٹھکانہ نہیں مل رہا لکھا ہے کہ اماں صرف اس شرط پر علی گڑھ بھیج سکتے ہیں کہ آپ کی سپردگی میں رہ سکوں ورنہ نہیں غریب سخت پریشان ہے۔ غرضکہ اسطرف تمہارا امن، اپنی ملازمت بچے کی تندرستی اور نفیس کی پڑھائی، اتنی چیزیں مستقل اعصاب پر سوار ہیں۔

سوچتی ہوں کہ بچے کی طبیعت سنبھلتے ہی علی گڑھ چلی جاؤں گو کہ کوئی اتنا بھی نہیں جو کانپور تک پہنچا سکے۔

تم اس خط کو دیکھتے ہی مجھے خط لکھو اور میں بھی کل ورنہ پرسوں تم کو ضرور لکھوں گی۔ دیکھو خط میں تاخیر نہ کرنا دوست دماغ کے ویسے ہی پرخچے اڑے ہوئے ہیں، تم سے تشفی چاہتی ہوں، گو کہ صورت یہ ہے وہ ہم سے بھی زیادہ کشتۂ تیغِ ستم نکلے۔ خدا کرے تمہاری پریشانیوں کا کچھ مداوا ہو گیا ہو۔ میرا دل ہر لمحہ اس طرف سے بے چین ہے۔

ہاں ترقی کی مبارکباد چاہتے ہو؟ جاؤ یہ تمہارے لیے بہت ہی خوش قسمت ثابت ہو رہا ہے۔ یقین کرو خواہ وہ میرے لیے عذاب جان ہی کیوں نہ ثابت ہو رہا ہو۔

اچھا اب میرے اس دعوے پر شکوک بھی ہنسی سے کیا فائدہ کیوں نہ پیار کرکے تھوڑی دیر کیلیے تم سے رخصت ہو جاؤں گو کہ جی بالکل نہیں چاہتا۔

تمہاری اپنی

صفو

ٹریننگ کالج

علی گڑھ

۱۷ر جولائی ۲۵ء

اختر

تمہارے خط کا انتظار رہا۔ خدا کرے تم بعافیت ہو۔ یہاں کے حالات مختصراً لکھ ہی چکی ہوں۔ نفیس کا داخلہ کرا دیا ہے۔

فی الحال انہیں ہاسٹل میں جگہ نہیں ملی ہے۔ ہاسٹل پوری طرح سے بھر چکا ہے۔ مسز حیدر نے قطعی طور پر جواب دینے کو اس مہینے کے اخیر تک کہا ہے غالباً اس وقت تک نفیس میرے پاس ہی رہے گی۔

یہاں میں خود ملازمہ کی تلاش میں برابر رہی۔ کوئی خاطر خواہ عورت نہیں ملتی لکھنؤ میں لکھا ہے کہ رحیم ہی اگر صرف دو مہینوں کیلیے آنے کو تیار ہو جائے تو بھجوا دیں پھر دیکھا جائیگا۔ ابتک کوئی جواب نہیں آیا یتیم سے گرلز کالج کی دوڑ ہوگی

؎ جاں نثار اختر کی بھانجی۔

جاوید میرے بغیر چار چار گھنٹے کیسے گزارےگا؟ خدا مجھے صبر کی توفیق دے۔
زیدی کی بیگم صاحبہ مع اپنے فرزند کے آگئی ہیں۔ زیدی کا بیشتر وقت گھر سے باہر گزرتا ہے۔ کبھی آگئے تو بچے کو گود میں لے کر اپنے باپ ہونے کا اظہار کر دیتے ہیں۔ آگے آیت ہے، یہ دونوں زیادہ تر بہن بھائی ہی بن کر رہتے ہیں۔ میرے حق میں یہ بھی اچھا ہے ورنہ آتش شوق اور تیز رہتی۔
مجھے ایک نہایت محفوظ قسم کا کمرہ (جس کی کھڑکی ایک بے پناہ وسعت والے میدان کی طرف کھلتی ہے) مل گیا ہے، مجھے پسند ہے مگر اس کمرہ کی فضا تنہائی کے احساس کو اور بھی شدید کرتی رہتی ہے۔ چنانچہ کل رات کے چاند سے پوچھو کہ اس کی روشنی میں میری پلکوں پر کتنے آنسو چھلکتے نظر آئے۔
کیا میرے دن یونہی رونے کٹ جائیں گے۔ کیا میں ہمیشہ یوں ہی تنہا رہوں گی؟ جاوید نہ ہوتا تو اب زندگی ناممکن ہو جاتی اختر میں کیا کروں کہ مجھے تم ہر لمحہ یاد آتے ہو اور میں تمہارے بغیر زندہ رہ کر کل دنیا سے ایسی شرمندگی محسوس کرتی ہوں جیسے کسی گناہ کا ارتکاب کر رہی ہوں اور پھر اندر نہ جانے کیا شے بجھتی چلی جاتی ہے۔ دراصل میں زندہ ہی نہیں رہتی ہوں اختر۔
تم کیسے ہو کیا کرتے رہتے ہو؟
کوئی تازہ نظم؟ کبھی اپنا حال مجھے لکھو گے؟ علی گڑھ کب آؤ گے؟ تمہیں تو بہت سی چھٹیاں مل جائیں گی۔ یہاں تو اس مرتبہ جوبلی کے پیچھے ستمبر کی تعطیلات بھی گئیں۔ میرا دل تمہیں دیکھنے کو چاہتا ہے۔

اماں جان بدستور جاوید کی خدمت میں مصروف ہیں اور زیدی کی بیوی سے خلوص برتتی رہتی ہیں۔

جاوید بخیریت ہے اور جہاں تک ممکن ہے وہاں تک خوش بھی۔

اچھا فاطمہ بہن کو آداب۔

تمہاری

صفیہ

ٹریننگ کالج

علی گڑھ

۲۴ / جولائی ۴۵ء

میرے اپنے اختر

تمہارے دو خط نہ جانے کہاں کہاں کی ٹھوکریں کھا کر میرے پاس پرسوں شام پہنچے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکخانہ والوں نے میری تمہاری مراسلت کو کبھی پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا! کسطرح راضی کیا جائے ان قاصدوں کو؟ اردو شاعری میں تو قاصد خاصا وفا شعار رہا ہے معلوم ہوتا ہے صفیہ اختر دیکھنے کے بعد پورے پتہ کو پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی گئی۔ کئی خط گرلز کالج پہنچا دیئے گئے۔ مسز حیدر نے اپنے قلم خاص سے دوبارہ پتہ لکھ کر سپرد ڈاک کرا دیئے۔

میرا پچھلا خط تمہیں مل گیا ہوگا تم خود پریشان ہو اس پر سے میں بھی تمہاری فکروں میں دانستہ اضافہ کرتی رہتی ہوں، مگر کیا کروں اے جن! تمہارے سوا کوئی اور دکھائی بھی تو نہیں پڑتا میرا تو اب کوئی نہیں ہے

سوا تمہارے، اگر تمہیں اس احساس سے کچھ تسکین ممکن ہے تو اسی کو بہت سمجھو۔ میں تمہارے ہی سہارے جیتی ہوں اختر۔

خط کل ہی لکھتی مگر سلیپس خریدنا تھا دنیا کے اس سرے پر رہتی ہوں کہ نہ مجھے کسی کی کوئی خبر نہ کسی کو میری کل شام بدقت ہزار تانگہ حاصل کیا شمشاد بلڈنگ پہنچکر سلیپس لائی۔ زیدی وقت وقت پر آتے ہیں باقی ہاسٹل میں رہتے ہیں کوئی کام نہیں نکل سکتا۔ پھر آجکل تو انکی بیگم صاحبہ میرٹھ گئی ہوئی ہیں کوئی ایک ہفتہ کے لیے اپنی بہن کے گھر وہ کوئی میری طرح پابند تو نہیں اگر نفیس اور اماں جان نہ ہوتیں تو تنہا گھر میں مجھے رہنا ہی پڑتا مگر حال درست ہو جاتا۔

لکھنؤ سے آج ہی حمیدہ کا خط آیا۔ رحیم قطعی راضی نہیں ہے۔

بہرحال ہر طرف ہاتھ پیر چلاتی ہوں مگر نتیجہ کچھ نہیں۔ انکی گود میں پہنچتے ہی چیخنا شروع کرتا ہے۔ نفیس کی مصاحبت البتہ پسند ہے پرسوں ٹرنز کالج لیکر گئی تھی بڑا آسانی سے عشق بازی کی سب کی رائے ہے کہ تمہارا بیٹا بڑا ایکٹر ہے۔ پھر بھی ہے کیوں نہ ہو" باپ پر پوت پتا پر گھوڑا۔" اسکی تندرستی البتہ بہت گر گئی ہے۔ دودھ کے سلسلہ میں مجھے جن الجھنوں سے دوچار ہونا پڑا ہے اُن کا علم تمہیں نہیں۔ بمشکل ایک گوالہ گائے کا دودھ دینے پر راضی ہوا تھا کل اسقدر شوخ بسنتی رنگ کا دودھ لیکر آیا کہ عقل دنگ رہ گئی ڈانٹا پھٹکارا ہوئی دھمکی دی گئی پتہ چلا کہ موذی بھینس کے دودھ میں رنگ ملا کر لاتا رہا ہے اور میری معصوم جان کو مستقل زہر پلاتا رہا ہے رات بھر الیسی ذہنی کوفت رہی کہ اپنی آسائش کی خاطر میں اس غریب کو کس قدر تکلیف میں مبتلا کیئے ہوئے

ہوں بس جی چاہتا ہے کہ ساری دنیا کو ٹھکرا کر اپنے بچے کی ہو کر رہوں۔ مگر دنیا کو میں ٹھکراتی ہوں تو جواب میں کیا وہ مجھے نہ ٹھکرائیگی اختر؟ غرضکہ دماغی کشمکش ہے کسی لحظہ مجھے فرصت نہیں ہوتی۔

سوچتی ہوں کہ کل مشن اسکول چلی جاؤں شاید ادھر کے علاقہ میں کوئی عیسائی عورت رضامند ہو جائے بچہ کی پرورش پر ٹریننگ کالج کا کام چل نکلا ہے مصروفیت بڑھ گئی ہے ادھر جاوید کبھی کبھی آ جاتے ہیں، جذبی رشید صاحب کے مہمان ہیں کبھی وہ بھی آ نکلتے ہیں مجھے فرصت ہوئی تو برآمدہ میں کھڑی ہو کر بات کر لیتی ہوں۔

نفیس کا داخلہ ہوسٹل میں نہیں ہو سکا ہے اب تک ممکن ہے کہ داخلہ نہ ہو سکے صورت میں اسوقت تک وہ میرے ہی پاس قیام کرے جبتک آپا کو فراغت ہو کر گھر درست ہو۔

تم خط لکھا کرو اختر! اگر میری زندگی میں کبھی وہ منحوس لمحہ کبھی آ جائے کہ تمہیں میرا واقعی خیال نہ رہے تو بھی میں تم سے یہی چاہوں گی کہ تم مجھے فریب دیتے رہنا۔ کیا اتنا بھی نہ کر سکو گے میرے ساتھ؟

نثار[1] کا سلیبس اور ایوب[2] کا بھی بھیج رہی ہوں ایوب کے لیے بقیہ تفصیلات پھر لکھوں گی ایوب کا کارڈ بھی کل ہی ملا۔

اپنی شاعری کا ہر رنگ میں برقرار رکھتے ہو دوسروں کو نشانہ بنا کر خود ہی مظلوم بنتے ہو خیر تمہیں ہر طرح کی آزادی ہے اشاعر ہو! جاوید تمہیں بہت سے پیار کرتا ہے اب تو وہ باقاعدہ پیار کرنا سیکھ

---

[1] نثار پرویز [2] ایوب مرزا وصفی چغتائی

گیا ہے BELIEVE IT OR NOT زیادہ پیار

تمہاری اپنی صفیہ

ٹریننگ کالج

علی گڑھ

۲۶/جولائی ۴۵ء

اختر عزیز

تمہارا خط پہنچا، اس سے ذرا پہلے ہی خود ایک خط پوسٹ کروا چکی تھی، بہرحال وہ نکتہ بھی کبھی آ ہی جائیگا جب اس آنکھ مچولی کا دور ختم ہو سکے تمہاری پریشانیوں سے سوائے اپنا دل دکھانے کے اور کر بھی کیا سکتی ہوں، ہو وہ ویسے ہی دکھا دکھایا ہے بہرحال خدا کرے تم قدرے مطمئن ہو۔

نوکر کا مسئلہ تمہاری جان کو عذاب بن گیا ہے صفیہ اور جاوید مل کر بھی تمہیں اسقدر پریشان نہیں کر سکتے جتنا نوکروں نے کر لیا۔ خیر اچھا ہی ہوا کہ وہ بڑے میاں نہیں آئے بھلا بچے کا کام ان سے کیا چلتا۔ گاڑی کی دوڑ دھوپ دودھ بنانا، راتوں کو ٹہلنا اور طرح طرح کے کرتب دکھا کر شہزادے کو خوش کرنا انکے بس کا کام نہ تھا اگر میں کسی طرح اپنی طبیعت کو آمادہ بھی کر لیتی تو بھی راتوں میں انہیں بچے سے لگا کر سلا نہیں سکتی تھی کیونکہ بیگم زیدی نہایت مشرقی قسم کا پردہ کرتی ہیں۔ بہرحال جو کچھ ہوا اچھا ہوا ہمیشہ یہی سمجھ لیتی ہوں۔ بشیرن سے کام نہیں چلیگا۔ بشیرن میری چار چار گھنٹے کی غیر موجودگی میں بچے کو اکارت کر ڈالیگی خصوصاً جب اسکا بچہ بھی ساتھ ہوگا اور پھر اتنا

کام اس کے بس کا نہیں۔

ادھر کی حالت سنو! جاوید کے دودھ کی ٹریجڈی لکھ ہی چکی ہوں اس غلیظ غذا سے کچھ ایسا INFECTION ہوا کہ پرسوں پورا پورا کالرے کا حملہ اس پر ہوا۔ رات تک تو قطعی نڈھال ہو گیا۔ زیدی صاحب کسی ہومیو پیتھ کو لائے دوا دی گئی کل ہی تک اڑتالیس گھنٹے ہو چکے ہیں دودھ قطعی بند ہے اس پر دستوں کا سلسلہ جاری ہے۔ کل علاج بدلا نفیس کو دکھایا کوئی خاص افاقہ نہیں ہے بخار بھی آ گیا ہے۔ کل سے۔

تم اسے دیکھ کر حیران رہ جاؤ گے جاوید نہیں۔ اس کی ایک عبرت خیز تصویر باقی ہے کبھی اپنی خود غرضی کو کوستی ہوں کبھی دنیا کو۔

اگر خدا نے کسی طرح شفا دے بھی دی تو مہینوں لگ جائیں گے اسے دوبارہ پنپنے میں بہر حال تم اتنی دور سے کر ہی کیا سکتے ہو، بہت پریشان نہ ہونا میرے بھائی اور سب سے بڑھ کر جاوید کے PER-SONAL FRIENDS پورے وقت مددگاری پر تیار رہتے ہیں پھر بھی اپنی لاوارثی کا احساس نہیں مٹتا! اماں جان نہ ہوتیں تو میں رو رو کر ادھ مری ہو جاتی، دو راتیں ہم لوگوں نے آنکھوں میں کاٹ دی ہیں دیکھو آج کیا ہوتا ہے طرفہ تماشا یہ ہے کہ کل سے گرلز کالج جانا ہے صبح ساڑھے سات سے بارہ تک کے لیے۔

تمہاری نظم کب سنتی ہوں دیکھو قطعے کیسے چل رہے ہیں۔ اپنے کو بے چین نہ کرو آخر، تمہاری الجھنوں سے میری زندگی اور بے سکون ہو جاتی

ہے؟ کیا ہم دونوں ایک دوسرے کی پریشانی ہی کا باعث بن کر پیدا ہوئے ہیں؟ اور پھر فضول ہی اس کا دم بھرتے ہیں کہ ایک کی ذات دوسرے کی راحت کا باعث ہے؟ نہیں اختر تم خوش رہا کرو اور یقین کرو کہ صفیہ کا عقیدہ اور ایمان ہے کہ "تیری خوشی سے اگر غم میں بھی خوشی نہ ہوئی"۔

اچھا جادو بید، تھر رہا ہے پیار لو۔ تمہاری

صفیہ

ٹریننگ کالج

علی گڑھ

۱۴ راگست ۴۵ء

میرے اختر

بہت سے پیار

تم نے خط نہیں لکھا، خدا کرے تم خوش و تندرست ہو۔ میں تمہیں لکھنے کا ارادہ کرتی رہی مگر نوبت نہ آسکی۔ جادو اب خطرے سے نکل گیا ہے گو کہ بیماری کا سلسلہ برابر چل رہا ہے۔ حرارت بھی ہو جاتی ہے اور کل سے پیچش بھی ہو گئی ہے مگر ویسے مجموعی حالت بہت بہتر ہے حکیم کو برابر دکھاتی رہتی ہوں۔ آپا کے آجانے سے مجھے بہت سکون ہو گیا ہے یہ طے شدہ ہے کہ جادو کو وہ مجھ سے زیادہ آرام پہنچا لیتی ہیں بہر حال دیکھو یہ اونٹ کس کل بیٹھتا ہے۔

میں صبح ساڑھے سات بجے کی باہر نکلی گرلز کالج سے ساڑھے گیارہ پر واپس ہوتی ہوں اور پھر بارہ سے ایک تک ٹریننگ کالج

کی حاضری ضروری ہے. کوئی بیس لڑکیاں اور صرف میری جانِ ناتواں
خیر شکر کرتی ہوں کہ وقت تو کسی طرح کٹ ہی جاتا ہے دماغ کو بہت سی
الجھنوں سے جتنی دیر فرصت رہے وہی غنیمت ہے۔

سب سے زیادہ کوفت مجھے جس بات کی رہتی ہے اختر وہ یہ ہے
کہ جو مقصد زندگی میں نے منتخب کیا تھا وہی بدلتا نظر آتا ہے میری ذات سے
تمہیں کوئی آسائش نصیب ہوئی؟ میں کسی بھی طرح تمہاری راحتوں کا سامان
بن سکی؟ گو کہ اس میں میں اپنے کو تمہارے برابر ہی بے قصور پاتی ہوں مگر پھر بھی
میری روح اس احساس سے بے چین ہی رہتی ہے کہ میری زندگی اپنے
مرکز سے بہت دور گردش کر رہی ہے شاید دائرہ پر کوئی طریقہ اس سے قریب
ہونے کا میری نظر میں نہیں فرض کرو میں ترکِ ملازمت کر کے بھی تمہارے پاس
آجاؤں اس تسکین کے ساتھ کہ تمہاری خدمت میری زندگی کا ماحصل ہوگی
کیا تم خوش رہ سکو گے تب؟ کیا تمہیں اور مختلف قسم کی فکریں نہ گھیر لیں گی؟ پھر
کیا راستہ ہے؟ یونہی تم سے علیحدہ تم سے دور غیروں کے سہارے پرائی آس پر
جیتی رہوں؟ مگر مجھے تو آج بھی تمہاری ہی آس ہے میں اسوقت بھی تمہاری
ہو کر جیتی ہوں کسی دوسرے کو اگر ایک لمحہ کے لیے بھی ایسا شبہ ہو تو میں اسکا منہ
نوچ لینے کو تیار ہو جاؤنگی میں کسی کے اس وہم کو بھی برداشت نہ کر سکونگی کہ مجھ
میں اور تم میں کسی طرح کی بھی دوری ہے دوری کا سوال بھی کیا جب میرا
رگ رگ ریشہ ریشہ میرا احساس تمہارے لیئے ہے اختر۔ پھر بھی میں تمہارے لیے
کچھ نہیں کر تی رہی سوائے تمہاری پریشانیوں میں اضافہ کرنے کے اور کچھ

کبھی نہیں کرتی ہیں جانتی ہوں کہ یہ سب کچھ سچ ہے مگر پھر کیا کروں، کیا تم
اس معاملہ میں میری ذرا بھی رہبری نہ کروگے تم بتاؤ کہ تمہیں میرے وجود سے
سکون کیونکر حاصل ہو سکتا ہے میں اپنے وجود کا وہی استعمال بنانا چاہتی ہوں جو
تمہارے سکون کا باعث ہو مجھے اسی میں سکون مل سکیگا یہ سب اپنی خاطر چاہتی ہوں
زندگی تو نام ہی ہے SELF FULLFILMENT کا میں زندہ تو محسوس کرونگی۔

آج میں کھاتی ہوں، کام کرتی ہوں مگر اس پر بھی مردہ محسوس
کرتی ہوں اسلیئے کہ زندگی سے بہت دور ہوں، تم نے تو میرے ساتھ
بہت کچھ کیا ہے اختر، مجھے ایک ناتجربہ کار لڑکی سے ایک عورت کے
درجے تک پہنچایا، تمہاری ہی ذات سے آج میں ماں کا وقار رکھتی
ہوں، مجھے دنیا عزت کی نظر سے دیکھتی ہے اور اہمیت دیتی ہے
میں اپنی چھوٹی چھوٹی غرضوں کو سامنے رکھ کر تمہاری تسکین کو
بھلا دوں یہ مجھ سے نہ ہوگا تمہیں آج اپنے ASSES کو علیحدہ رکھ کر
بتانا ہی ہوگا کہ تم میری ذات سے کس طرح تسکین پا سکتے ہو۔ دیکھو میں تمہارا
ہاتھ پکڑ کر پوچھ رہی ہوں؟ اور اگر میری ذات سے تمہیں کسی طرح تسکین
پہنچنا ممکن ہی نہیں ہے تو پھر اختر جیسے میں نے اکثر اپنے شک کے لمحات
میں خواہش کی ہے کہ تم مجھے اپنے ہاتھوں ہی ختم کر دو آج بھی یہی چاہتی
ہوں یہ ایک مہینہ کا عرصہ میں نے بڑی بے چینی میں گزارا ہے صرف اسلیئے
کہ سوا جاوید کی خدمت کی بقیہ زندگی مجھے قطعی بیکار و بے مصرف نظر
آتی ہے، تم آج کہدو کہ میرے دور رہنے سے تمہیں سکون ملتا ہے۔ بس

دور رہ کر بھی سکون پا لوں گی، میں بہت دور سے تمہاری پوجا کروں گی اپنے مقصدِ زندگی کی جسے ہر انسان پا لینے کے لیے بے چین رہتا ہے مگر پا نہیں سکتا، تم کہو گے کہ آج میں دیوانگی کی باتیں کر رہی ہوں اختر یہ اگر دیوانگی کی باتیں ہیں تو تم مجھے واقعی دیوانی سمجھو کیونکہ میں اپنے SELF ہی کو بے نقاب کر رہی ہوں، اس میں نہ اپنے کو فریب دے رہی ہوں نہ تمہیں ممکن ہے کہ تم ان باتوں کو جواب کے قابل نہ سمجھو پھر میں کہاں سے جواب پاؤں گی ان کا؟

تمہارا جاوید اب بہتر ہے بیمار ہو کر اسکی شکل تم سے بہت مختلف ہو گئی ہے مجھے اس بات کی کوفت ہے بہر حال میں اسکی خدمت میں دن رات منہمک ہوں اطمینان رکھو۔ GRIPE-WATER جس قدر جلد ممکن ہو روانہ کرو ادویہ سلیم کے ذریعہ میں نے منگوایا تھا آتو جانا چاہیے ورنہ پھر تم ہی منگوا کر بھیجو۔

میری ساری محبت تمہارے لیے ہے میرے اختر۔

تمہاری صفیہ

ٹریننگ کالج

علی گڑھ

۱۷ اگست ۴۵ء

اختر

بہت سے پیار

تمہارے خط کا مستقل انتظار کرتے آج کوئی گیارہ دن ہو گئے

تمہاری کوئی خیریت نہیں ملی۔ اسی دوری سے جو کوفت ہوتی ہے اس کا
اندازہ تم نہ کرسکو گے۔ تمہارا خط بھی میرے جینے کے لیے کافی ہوتا ہے
جاوید اب اچھا ہے کمزور بہت ہو گیا ہے مگر شکایتیں دور ہو چکی ہیں۔

چھبیس اگست سے چودہ دن کی تعطیل ہو رہی ہے۔ کیا کہتے
ہو؟ اپنے فیصلے سے مطلع کرو۔ آپا کے آجانے سے جاوید کی طرف سے
مجھے بہت کچھ فرصت ہے۔ کالج کا کام بہت بڑھ گیا ہے اکیس لڑکیاں
اور میری جان تم فوراً خط لکھو تاکہ رفع تردد ہو۔

آج سترہ ہے۔ جاوید سات مہینہ کا ہو گیا۔ دن جاتے
دیر نہیں لگتی۔

اپنی اور فاطمہ بہن کی خیریت لکھو۔ منتظر ہوں۔

تمہاری

صفیہ

دارالسّراج

نیو سول لائنس

لکھنؤ

۲۰ اگست ۴۵ء

اختر عزیز

آج تم سے رخصت ہوئے چھ دن ہو گئے اور نہ مجھے تمہاری
کوئی خبر ہے نہ تمہیں میری، میرا تو یہ حال ہے کہ اپنی خبر بھی مشکل سے ہوتی ہے

لہ جاں نثار اختر کی بہن

تم شاید مبالغہ سمجھو کیونکہ تمہارے آتے ہی میری دنیا بدل سی جاتی ہے اور تم پہلی حالت کا اندازہ کر ہی نہیں سکتے۔

ارادہ تھا کہ علی گڑھ سے ستائیس اگست کو روانہ ہو جایا جائے بدقت تمام بڑے تنگ وقت پر اسٹیشن پہنچی، گاڑی آچکی تھی تاہم جانے کس طرح ٹکٹ وغیرہ خرید ہی لیے۔ ڈبے میں بیٹھ گئی۔ بیٹھے ہونے پر آپا کو یاد آیا کہ صاحبزادے کی دودھ کی شیشی کا تھیلا تانگے میں رہ گیا ہے۔ چنانچہ خود سامان گھسیٹا اور اپنا سا منہ لیکر واپس آگئے بڑی پریشانیاں اٹھانے کے بعد دوسرے دن سفر کر کے لکھنؤ پہنچے

ہاں چیف اکاونٹنٹ کو خط لکھ آئی تھی، چیک تیسری تاریخ تک تم کو مل جائے گا۔ قلم تمہارا بنوالیا ہے کہو تو بھجوا دوں کانپور آرہے ہو؟ کب؟

اپنے حالات بتاؤ، رات میں جتنی دفعہ جادو جھنجھوڑ کر اٹھا دیتا ہے تمہیں یاد کرتی ہوں۔ مگر سوا ایک مظلوم سی تصویر کے ذہن کچھ بھی تعمیر نہیں کر سکتا، مگر لطف یہ ہے کہ ظالم بھی تمہیں ہو اور مظلوم بھی۔ تمہیں زمانہ نہیں ستاتا دوست! زمانہ تم پر ضرورت سے زیادہ مہربان رہا ہے مگر تم خود اپنے کو ستاتے ہو، خدا جانے کن حالات سے گزر رہے ہو، کیسے رہتے ہو، گھر کا کیا نقشہ ہے،

خط جلدی لکھو۔ لکھنؤ پہنچ کر تم زیادہ یاد آرہے ہو، جادو حسب دستور نازک مزاجی کا شکار ہے، ہر ایک کو تنگ کرتا رہتا ہے

بہت سے پیار لو۔ جواب کی منتظر۔

تمہاری اپنی

صفیہ

دارالسراج

لکھنؤ

۲ ستمبر ۴۵ء

اختر

یہ عید کی صبح ہے آج مجھے تم سے چھوٹے ہوئے نواں دن ہے اور تمہارا حال جھوٹ کبھی نہ معلوم ہو سکا۔ رخصت ہوتے وقت وہم میں بھی یہ بات نہ تھی کہ خیریت کو اس طرح ترساؤ گے! مجھ سے الگ ہوتے ہی نہ جانے تمہیں کیا ہو جاتا ہے۔ میرے یہ دن کیسے گزر رہے ہیں اسکا اندازہ تم نہیں کر سکتے۔ بہر حال جس حال میں چاہو رکھو۔

اب اپنے آنے یا میرے بلانے کے متعلق کیا فیصلہ کیا؟ میرا حق تم پر اتنا مضبوط تو نہیں کہ دعوے کے ساتھ تمہیں طلب کر سکوں میری خواہشیں تمہاری نظر میں ہیں۔ پورا کرنا نہ کرنا تمہارا کام ہے۔

یہ میرا تیسرا خط ہے۔ آج کی ڈاک سے تمہارے خط کا کوئی انتظار بھی نہیں ہے۔ میرا یہاں کا قیام کیسا بدمزہ ہوا اس کا احساس تو کرو میری جان۔

خدا کرے تم خوش و خرم ہو بہت سے پیار لو۔

تمہاری

صفیہ

ٹریننگ کالج
علی گڑھ
۱۹ ستمبر ۴۵ء

اختر

جاوید کو سوکھے کی بیماری تجویز کی جا رہی ہے حکیم عبداللطیف کا علاج ہے کوئی افاقہ نہیں۔ ڈاکٹروں کو دکھا کر بچے کو اور خطرے میں ڈالنا ہے خط کو پاکر جیپ مت ہو رہو فوراً جواب لکھو کہ کیا کروں میری خود کی عقل کام نہیں کر رہی ہے۔

تمہاری صفیہ

ٹریننگ کالج
علی گڑھ
۲۱ ستمبر ۴۵ء

اختر عزیز

تمہارے خط ملے میری نکایتوں کے تکلیف دہ معنی نکال کر اپنا دل مت دکھایا کرو۔ تمہاری خاموشی اور بے نیازی کبھی برداشت نہ ہو سکے گی۔ میرے خطوں نے تمہارا دل دکھایا تمہاری خاموشی نے میرا بات برابر ہو گئی۔ نہ جانے کیا اتفاق ہے کہ لکھنؤ پہنچ کر ہمیشہ میں تمہارے خطوں کو ترستی ہی رہتی ہوں۔ زندگی کے وہ لمحات میرے لیے انتہائی خطرناک ہوتے ہیں۔ جب یہ احساس ابھرنے لگتا ہے کہ تم مجھ سے غیر متعلق محسوس کرتے ہو۔ بس یہ ہے کل داستان کا خلاصہ۔

جاوید کا علاج حکیم کر رہے ہیں۔ محمود کو ملا کر مشورہ کیا اُن کا بھی یہی خیال ہے کہ ڈاکٹری علاج موثر نہ رہیگا۔ فی الحال ایک آدھ ہفتہ اور دیکھتی ہوں ممکن ہے کہ ذہنی حالات کا اثر ہو پھر دانت نکلنے کی مصیبت تو چل ہی رہی ہے، ورنہ کوئی دوسری صورت نکالنی ہی ہوگی ؟

اکتوبر میں مجھے پورے دن مصروف رہنا ہے۔ دیکھو کیا ہوتا ہے فاطمہ بہن کا خط مل گیا۔ گرلز کالج کی ٹھوکریں کھا کر آیا۔ بی ٹی۔ کالج لکھنے سے ہمیشہ گڑبڑ پیدا ہوتی ہے۔

خط جلد جلد لکھا کرو۔ مجھے تو تمہاری تھوڑی سی توجہ بھی خوش کر دیتی ہے، میری اس کمزوری سے تم بخوبی واقف ہوتے ہوئے مجھے ناخوش کر دیتے ہو اختر۔

ہاں GRIPE WATER لکھنؤ میں نہ مل سکا۔ اب تیسری بوتل چل رہی ہے یا تم دو بوتلوں کا کچھ انتظام کر لینا۔ دسہرہ کی تعطیل کا پروگرام۔

زیادہ پیار۔ تمہاری

صفیہ

ٹریننگ کالج

علی گڑھ

۲۵ ستمبر ۴۵ء

اختر عزیز

ایک خط تمہارا کل ملا تھا۔ دوسرا آج کالج پہنچکر ملا۔

تم پریشان نہ ہو، جاوید کی حالت روبہ اصلاح معلوم ہوتی ہے
حکیم عبداللطیف کے علاج سے صبح شام کی حرارت بھی کم ہوگئی ہے کسی شام
ہو جاتی ہے پیٹ بھی درست ہو چلا ہے کمزوری تو رفتہ رفتہ ہی جا سکتی ہے
میں دو ایک ہفتہ اس علاج کو چلا کر دیکھتی ہوں، تمہارے لکھے بغیر ہی
گوالیار پہنچنے کا ارادہ کر لیتی مگر دشواری یہ ہے کہ یکم اکتوبر سے مجھے چھٹی
ملنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ ٹریننگ کالج کا پروگرام میری وجہ سے
تو بدلا نہیں جا سکتا۔ ٹیچنگ پریکٹس ضرور شروع ہوگی اور تم جانتے ہو
کہ اُنیس عدد لڑکیوں کی ناخدائی میرے ہی سپرد ہوتی ہے۔ لہٰذا بھگتنا
ہی پڑے گا۔ بہرحال میں ہمت سے کام لینے کی کوشش کرونگی میری غیر
موجودگی میں بڑی بی جادو کو سنبھالیگی، وہ بڑی محبت کا برتاؤ رکھتی ہے
اور جادو اس سے مانوس ہے اسکے بھتیجے کی شادی کا تذکرہ میاں نے
اس سے کر دیا ہے مگر وہ جادو کو اس حال میں چھوڑ کر آنا نہیں چاہتی۔
جادو کی مزاجی کیفیت کا یہ عالم ہو گیا ہے کہ تم شاید ہی یقین
کرو۔ یہاں تک لکھنے میں مجھے تین مرتبہ اٹھنا پڑ چکا ہے پوری پوری رات
آنکھ جھپکانے کی بھی نوبت نہیں آتی بہرحال یہ دن بھی کٹ ہی جائیں گے
اختر تم ویسے ہی اپنے کو کافی ناخوش کر سکتے ہو۔ پھر میری طرف
پریشانیاں ہی تمہیں حاصل ہو سکتی ہیں اور کچھ نہیں مگر میں بھی کیا کروں تمہیں
کو توقع کی نظر سے دیکھتی ہوں اور تمہیں سے سب کچھ چاہتی ہوں۔
تم فی الحال الویسا کو نہ بھیجو۔ کچھ دن اور دیکھنے دو بیگم محمود دو

ایک تجربہ کار عورت کو ساتھ لیکر آئی تھیں جن سے اس بات کی تشفی ہو گئی۔ کہ خدانخواستہ سوکھے کا مرض نہیں ہے دلیسے جو کچھ میری قسمت میں ہوگا ہو کر رہیگا اختر تم شاعر ہو برا نہ مانو تو ایک بات کہوں کہ تم اپنے سے محبت کرنا خوب جانتے ہو گیت کبھی لکھا تو اپنے ہی فائدہ کا۔ اس نے زندگی کے ساتھ آجکل یہ سمجھوتہ کر رکھا ہے کہ ہر اس موقعہ سے غلطی بچی رہوں جو میرے جذبات کو اُبھارنے میں مددگار ہو مگر بچکر جا کہاں سکتی ہوں۔ موسم بھی میرا دشمن ہے۔ چاندنی بھی ظالم یہ تمام چیزیں مجھ میں مظلومیت کا احساس پیدا کرتی ہیں۔ میں ان سے نفرت کیوں نہ کروں دوست پھر تمہارے خط بعض مرتبہ مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ کوشش کرتی ہوں کہ میں خشک اور بے احساس ہو کر رہ جاؤں احساس کی گرمی تمہارے بغیر بے معنی اور طبیعت کی رنگینی تم سے الگ رہ کر حرام ہے سمجھے۔ میں اپنی فطرت سے جنگ کرتی ہوں۔ میں سو فی صدی عورت ہو کر بھی اپنی نسائیت سے منکر ہوتی ہوں۔ اس کی سزا معلوم۔

تم اپنی طبیعت کو بے چین نہ کیا کرو دوست، اگر تم ہمت بڑھاتے رہو تو تمہاری صفیہ تمہیں ہر وقت ہر طرح کے ایثار کے لیے تیار ملیگی۔ تم لاکھ مرتبہ اپنی زبان سے اپنی محبت سے انکاری ہوئے مگر میرا ایمان اور عقیدہ نہ مٹ سکا کہ تم مجھے چاہتے ہو۔ اور اگر خدانخواستہ کسی دن تم مجھے نہ کبھی چاہ سکو تو کیا یہ میرے لیئے کافی نہ ہوگا کہ میں خود تمہیں چاہتی ہوں۔ اسی لیے تمہاری اچھائیاں، برائیاں سب مجھے عزیز ہیں۔ اپنی محبت کی بنا پر میں تمہیں ہمیشہ ہی اپنا سمجھوں گی۔

کل فراقؔ کا ایک شعر سنا :-

ان قفس کی تیلیوں سے چھن رہا ہے نور سا،

کچھ فضا کچھ حسرت پرواز کی باتیں کریں!!

لبنیٰ آیا. جاوید تمہیں پیار کرتا ہے فاطمہ بہن کو آداب خط جلد لکھوں گی.

تمہاری صفیہ

ٹریننگ کالج

علی گڑھ

۲۵ ستمبر ۴۵ء

اختر عزیز

صبح تمہیں لکھ چکی ہوں. ایک خط تمہارا ابھی ابھی شام کو ملا. تمہاری جھنجلاہٹ بجا ہے میری ناواقفیت اور ناتجربہ کاری کا حال جانتے ہو. جاوید لکھنؤ سے بڑی شدید بیماری اٹھا کر آیا، آیا گیا. میں سب کی مرضی کے خلاف اُسے لے کر آ گئی.

یہاں تکلیفیں بڑھ گئیں اور کمزوری بھی، حکیم صاحب کی مستقل تشخیص یہ ہے کہ دانتوں کا فساد ہے. معدہ جگر کا فعل خراب ہے سوکھے کی بیماری بھی انہیں حالات کا نتیجہ ہوتی ہے.

حکیم صاحب کے علاج سے اب بفضلہ افاقہ ہے، البتہ شب بیداری نہیں جاتی. تمہارا بیٹا جو ٹھہرا.

لشکر میں یا ضرور آ جاتی مگر چھٹی نہیں مل سکتی. تم نے جاوید کو بلایا

ہے۔ اگر مصلحتوں کو دیکھ کر اسے لشکر چھوڑنا بھی چاہوں تو بھی کم سے
کم ایک ہفتہ درکار ہے اسے وہاں جما کر واپس آنا ہوگا وہ ذہین بچہ ہے
نو مہینہ میرے ساتھ رہا ہے مجھ سے مانوس ہے رات کو میرے سوا
کسی کے پاس نہیں ٹھہرتا۔ اس سوال کو چھوڑ کر میری زندگی کیسی سونی
ہو جائے گی اسکا آجکل لشکر پہنچنا مشکل ہے مجھے اکتوبر میں حج کو بھی
کام کرنا ہے اور ہرگز چھٹی نہ ملے گی۔

GRIPE WATER ضرور بھیجو اور head مرہم کے ساتھ دے
رہی ہوں پیشہد، میٹھے لیموں غرض جو کچھ مفرحات و مقویات دے
سکتی ہوں دیتی ہوں۔

نومبر تک اگر جادو اچھا نہ ہوا تو پھر تمہاری ہی پرورش میں
دیکر دیکھوں گی۔ نومبر میں اپنی بھی کچھ چھٹی لینے کا ارادہ ہے ورنہ دسمبر
میں LAPSE ہو جائے گی۔

زیدی کے گھر والے یہیں ہیں زیدی ابھی واپس آئے ہیں۔ فوراً
اپنے ابا جان مرحوم کی اونی پتلون اور ایک نہایت فیشن زدہ
قمیص پہن کر کلب گئے صاحب آجکل سوٹ کے نیچے بات نہیں کرتا!!
اکتوبر کی پہلی سے تمہارے انتظار میں دن کاٹوں گی۔

خط ضرور لکھنا یہ نہ ہو کہ خفا ہو رہو لکھنؤ تو جادو کا حال کبھی نہیں
لکھنا دکھے ہوئے دلوں کو اور کیا دکھاؤں۔ فاطمہ بہن کو آداب

تمہاری صفو

ٹریننگ کالج
علی گڑھ
۲۷ ستمبر ۴۵ء

اختر عزیز
خدا کرے تم بخیر ہو۔

خط میرا تمہیں ملا ہوگا۔ جاوید کے علاج اور تیمارداری میں کوتاہی نہیں کر رہی ہوں۔ کمزوری اس کی مجھ کو پریشان رکھتی ہے۔ چھٹی اگر مل سکتی تو میں ضرور چلی آتی۔ مگر ملازمت کا مسئلہ ہے یہاں دوسرے فرائض پر کس کی نظر جا سکتی ہے اور کیوں مجھے چھٹی دیدی جائے گی۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ بہلی سے بڑی بی غریب کیا کرینگی۔ پورا بوجھ اس پر رہیگا۔ گو کہ وہ بچے کو کسی طرح کی تکلیف نہیں پہنچنے دیتی۔ مگر پھر بھی میں تو مطمئن نہ رہوں گی۔

کل شام ادریس آئے تھے۔ اصل میں یہاں آنے پر میں نے اُن کے متعلق دریافت کرایا تھا کہ اُن سے تمہاری خیریت معلوم کر سکوں اُنھیں اب اسکی اطلاع ملی۔

آج زیدی معہ اپنے بچوں بیوی کے آگرے جا رہے ہیں سیر کی غرض سے اب دو ایک دن بالکل تنہا رہوں گی یہ لوگ غالباً ہفتہ کو واپس ہو سکیں گے۔ خیر ان کی موجودگی ہی میری تنہائی کو کہاں دور کر سکتی ہے اُن کا جانا رہنا میرے لیے یکساں ہے۔

تم خط لکھتے رہو۔ مجھے بہت تقویت رہتی ہے۔ مجھے فرصت کبھی ملتی ہے تو کشمکش کا یہ عالم ہوتا ہے کہ کسی بات کو جی نہیں چاہتا۔ راتیں آنکھوں میں کٹ جاتی ہیں، دن میں تو جاوید اسقدر پریشان نہیں کرتا جتنا رات کو کرتا ہے۔

تم نے حمیدہ کو خط نہیں لکھا، میری یاددہانی کے بعد بھی اب سہی تمہیں معلوم ہے کہ وہ لوگ بہت دل شکستہ ہیں۔ انھیں تھوڑے سے سہارے سے بھی تسکین ہو جاتی ہے۔ اسرار الضار بھائی کی طرف سے جو دُکھ اٹھا رہے ہیں ان میں تم ہی شریک ہو سکتے ہو۔

اچھا میں تمہارے خط کا انتظار کروں گی۔ پیار

تمہاری صفو

ٹریننگ کالج
علی گڑھ

۲۹ر اکتوبر ۴۵ء

اختر

آج تمہیں چار دن ہو گئے یہاں سے گئے ہوئے کوئی حال تمہارا نہیں معلوم یا اس درجہ قرب یا پھر ایسی دوری، سوچو کہ اس کا اثر میرے ذہن و دماغ پر کیا پڑتا ہوگا؟

میرے خط کا جواب لکھا؟ انتظار کروں گی۔ جاوو کو پرسوں سے پھر بخار ہے۔ خدا رحم کرے۔ زیادہ پیار

تمہاری صفیہ

دار السّرانج
لکھنؤ

۴ر نومبر ۴۵ء

اختر عزیز

تمہارا خط ملا تم گھر پہ تنہا ہو اور پریشان آخر تمہاری لڑائی فاطمہ بہن سے کس بات پر ہوئی، میری سمجھ کام نہیں کرتی میری جان کہ تمہیں اس بارے میں کیا اور کیونکر سمجھاؤں پھر یہ بھی کہ کسے سمجھاؤں تمہیں یا فاطمہ بہن کو کیونکہ ذمہ دار غالباً تم دونوں ہی ہو گے۔

مجھے نہیں معلوم کہ تم خود کو اس درجہ پریشان کیوں کر رہے ہو مگر پھر بھی چاہتا ہوں میرے دوست کہ زندگی کو اتنا بے سکون نہ کرو۔ زندگی سے نباہ کیا جاتا ہے، اختر زندگی ہم سے نہیں نباہتی پھر آخر نبھانے سے گھبرانے کیوں ہو جو حالات ہیں وہ ہی غنیمت ہیں۔ ان سے نکل کر کہیں زیادہ پریشان نہ ہو جاؤ یہ تو سوچا ہوتا تم اس دور میں بھی بھاگ کر اب کہاں جانا چاہتے ہو مجھے نہیں معلوم بہرحال جسطرح ہو اور جس کیفیت میں ہیں تمہاری شریک ہوں تمہارے غم کی اتنی ہی جتنی تمہاری خوشی کی۔ مجھے یہ جاننے کی ضرورت نہیں کہ تم کس راستے پر جا رہے ہو، مجھے اتنا معلوم ہے کہ جسطرف بھی جا رہے ہو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ البتہ اختر اس کے بعد مجھے اتنا اختیار ضرور دو کہ اگر تباہی کے غار کی طرف بڑھ رہے ہو

تو میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر روک سکوں؟ پھر بھی کہتی ہوں کہ اپنے کو تباہ نہ کرو اور اپنی زندگی کو بے چین نہ بناؤ اختر۔ تمہاری بے سکونی سے میری زندگی بھی بے چین ہو جاتی ہے۔

جی چاہتا ہے کہ تم تک آسکتی اور تمہیں اور فاطمہ بہن کو بہت سے پیار کر کے محبت اور منت سے سمجھاتی مگر مجبور ہوں اور حد درجہ مجبور۔ جادو ابتک اچھا نہیں ہے مستقل تیمارداری اور نازبرداری کروا رہا ہے۔

آؤ میں تمہاری بے قرار روح سے ربط پیدا کر لوں اور ایک لمحہ کیلئے وہ بن جاؤں جو تم ہو۔ تمہاری صفیہ

دارالسراج

لکھنؤ

۱۴ ارنومبر ۱۹۴۵ء

اختر

خط ملا۔ میں خود برابر لکھنے کی تو نیت کرتی رہی مگر نوبت نہ آئی۔ گھر میں آجکل خاصا ہنگامہ رہتا ہے۔ پھر جادو کے ٹیکہ لگوادیا ہے۔ اسکی پریشانی الگ بھگتنی پڑ رہی ہے۔ بہرحال۔

اب اٹھارہ کو واپسی ضروری ہے۔ سترہ کو زیدی کی بیوی وطن چلی جائیں گی اور جنوری تک واپس ہونگی۔ محرم بعد ادھر زیدی بھی کسی شادی میں شرکت کے لیے جائیں گے۔ غرضکہ واپسی پر خالی مکان ملے گا۔ اس بھرے گھر سے جانے کا خیال بہت ہی وحشت افزا

ہے۔ بہرکیف تم سے دور رہ کر ہر پریشانی کو گوارا بنانا ہے۔

ادھر ڈاکٹر گنگولی سے ملاقات ہوئی تھی۔ تمہیں یاد کر رہے تھے۔ نومبر میں علی گڑھ آنا چاہتے ہیں۔ دو ایک دن کے لیے انہیں مہمان کرنا ہوگا۔

جادو ویسے بہت خوش ہیں اور اترائے ہوئے رہتے ہیں۔

اسرار بھائی آج کل الہ آباد گئے ہوئے ہیں مشاعرہ میں۔ اس مرتبہ اُن میں نمایاں فرق پایا۔ بہت خاموش اور لیٹے دیئے رہتے ہیں۔ زیادہ تر گھر ہی پر رہتے ہیں۔

انصار بھائی نے آتے ہی سیاسی تحریک میں دوڑ دھوپ شروع کر دی ہے AMRIT BAZAR میں ڈھائی سو روپے ماہوار پر کام بھی مل گیا ہے مگر کتنے دن کا؟

کوئی تازہ نظم؟ خط اسطرح لکھو کہ مجھے روانگی سے قبل مل جائے، ورنہ علی گڑھ بہت خالی خولی پہنچونگی اور دم گھٹے گا وہاں پر، پھر تمہارے خط کی راہ کئی دن دیکھنی ہوگی۔

تم سے ہر لمحہ قریب مگر تمہارے گھر اور تمہاری زندگی سے دور سی محسوس کرنے لگی ہوں۔

جادو تم سب کو پیار کرتا ہے،

تمہاری

صفیہ

دار السراج لکھنؤ
۱۶ر نومبر ۴۵ء

اختر

میرا پچھلا خط پہنچا ہوگا۔ میری جان اس طرح اپنے کو بے سکون تو نہ کرو۔ تمہاری ہی ہوں اور تمہارے سکون ہی کی خاطر جیتی ہوں، زندگی کے ہر موڑ پر تمہارے ساتھ اور تمہاری شریک رہوں گی بشرطیکہ اپنے ساتھ لے کر بڑھتے رہو۔

میری شکایتوں سے اپنے کو بے چین نہ کیا کرو۔ شکایت بھی ہوتی ہے تو اسلیئے کہ کسی اور سے ہو نہیں سکتی۔ دنیا میں اب کسی سے مجھے تکلیف پہنچے یا کسی طرف سے میری عزت میں کمی ہو تو مجھے تم ہی یاد آؤ گے میرے دوست اسلیئے کہ مجھے دنیا سے مطلب؟ میرے اپنے تو تمہیں ہو اور بس۔

اس طرح اپنے کو بے قرار نہ کرو اختر میں کچھ بھی نہیں جانتی اور نہ جاننے کے لیے خواہشمند بس اتنا جانتی ہوں کہ ہر طرح اور ہر وقت میری روح میرا تن تمہارے لیئے ہے اور صرف تمہارے ہی لیئے ہے خواہ اس میں بظاہر میری بربادی ہی کیوں نہ ہو۔ دنیا جو چاہے سمجھے لیکن ــــ دراصل وہ بربادی نہ ہوگی۔ اب تم سے الگ ہو کر جینا ہی میری بربادی ہو سکتی ہے میرے دوست۔

مجھے تم اپنا سمجھو اور اپنی جانو۔ ایک لحظہ کی خیریت تمہاری طرف سے میرے لیئے انتہائی اذیت رساں ہوتی ہے، تم مجھے

کسی کام کو کھلے دل سے کہو یا کسی بات سے روکو اسکی مطابعت میں مجھے راحت محسوس ہوتی ہے تم مجھے میری مرضی پر چھوڑتے ہو اس میں مجھے کوفت ہوتی ہے یعنی میرے "ذوق سپردگی" کی تسکین کرتے رہو میرے دوست، سمجھے؟

بہر حال ایک آرزو ہے اختر کہ کسی طرح تمھیں خوش دیکھ سکوں مگر آجتک نہ سمجھ سکی کہ میری ذات تمہاری خوشی کا باعث کیسے بنے؟ جس طرح بھی بن سکتی ہو مجھے تیار سمجھو۔

کل علی گڑھ جارہی ہوں، جادو کو ٹیکے کے زور سے شدید بخار بھی رہا، آج بھی ہے، مگر تعطیل میں توسیع ممکن نہیں، جانا ہی پڑے گا تمہارے خط کی منتظر رہوں گی، اپنی خیریت سے جلد ہی مطلع کرنا نہ جانے کیسے اور کس طرح رہتے ہو۔

رام پور سے واپسی پر آؤ گے نا؟ جادو کی طرف سے بہت سے پیار۔ مُنس کے بال انگریزی طرز کے کٹوا دیئے گئے ہیں۔ پیچھے سے ننھا سا اختر معلوم ہوتا ہے۔ اسقدر مشابہ اتنا یکساں۔

آؤ تمہیں پیار کروں اس لیے کہ تمہیں کو پیار کرتی ہوں۔

تمہاری صفیہ

ٹریننگ کالج علی گڑھ

۱۹ر نومبر ۴۵ء

اختر

کل رات کا بکا میل سے علی گڑھ پہنچ گئی، سفر حسب دستور

حد درجہ پریشان کن گزرا، خصوصاً اس لیئے کہ اس مرتبہ پھر جادو
صاحب بخار کو نوازتے چلے آرہے تھے آج گیارہ دن ہو گئے ٹکیہ لگے
پوری پوری رات گزارنی پڑتی ہے اور دن ٹہل ٹہل کر۔ خدا یہ
مصیبت بھی کاٹ دے۔

ادھر زیدی کی بیوی کے چلے جانے سے گھر میں ہُو کا عالم
ہے۔ برساتی عزیب" دل مرحوم کی زندہ نشانی" رہ گیا تھا۔ آتے ہی
اسکی پریشانی سر پڑ گئی۔ آج اُسے اسپتال داخل کرایا ہے۔ محمد اسکے
ساتھ اسپتال گیا ہے اب گھر پر میں ہوں اور بڑی بی! زیدی رات کو
کھانے کے لیے دس بجے آئیں گے۔ کھانا بھی جوں توں خود ہی پکایا ہے۔

تمہاری طرف سے رہ رہ کر طبیعت متفکر ہوتی ہے میری جان
کون سا دن آئے گا جب تمہیں خوش اور بے فکر دیکھوں گی۔ اختر یقین
کرو کہ تمہاری مسرّت کی خاطر اپنے کو ہر کام کے لیے آمادہ پاتی ہوں
اور آج تک یہی ہوا ہے کہ تمہاری خوشی کی خاطر اپنے کو ایسے حالات
میں بھی خوش پایا ہے۔ جن میں عام طور سے عورت خوش نہیں ہو سکتی
مگر میرے دوست تم تو پھر بھی اپنے کو ستائے چلے جاتے ہو۔ رات کو
جس لمحہ آنکھ کھل جاتی ہے۔ تمہارا تصور شعور کی پہلی جھلک کے ساتھ
آتا ہے، کہیں یہ خون میں تو سرایت نہیں کر گیا؟

میری سونی سنسان دنیا تمہارے خط کے چند جملوں سے جگمگا
اٹھتی ہے اختر۔ خط جلد لکھو۔ تمہارے خط ہی میری دولت ہیں! جادو

بڑا سو رہا ہے۔ اپنی مجروح بانہہ سامنے کیئے ہوئے۔
آؤ اسے پیار کرو   تمہاری اپنی
صفیہ

مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ
۱۲ نومبر ۴۵ء
اختر

ایک خط آج صبح پوسٹ کیا ہے۔
رہ رہ کر تمہارے لیے طبیعت پریشان ہوتی ہے اور دل دکھنے سا لگتا ہے۔ نہ معلوم کس حال میں ہو۔
کہتے ہیں آنکھ اوٹ پہاڑ اوٹ، اتنی دور سے کیسے تمہیں تسکین پہنچاؤں۔ ممکن ہے کہ میری بعض باتوں سے تمہیں کوفت ہی سہ جاتی ہو۔
میں جی رہی ہوں تمہارے واسطے اور تمہارے نام پہ!
زیدی کل صبح وطن جا رہے ہیں، ماجد بدایوں گئے ہوئے ہیں۔ ان کے دم سے تیسرے چوتھے دن ایک آدھ گھنٹے گپ شپ ہو جاتی تھی، خیر، میری زندگی خالی تو نہیں ہے۔ تمہارے جادو سے میری گود آباد ہے اور تمہاری یاد سے میرا دل اور کیا چاہیے۔ میری زندگی کا کوئی لمحہ تمہارے وجود کے احساس سے خالی نہیں گزرتا

اور اگر کبھی ایسا محسوس ہوا کہ لحظہ بھر کے لیئے بھی تم سے بے خبر ہو گئی تو جرم کا احساس بھی ساتھ آیا۔

میری زندگی کے ہر تقاضے کی تسکین تم ہی سے ممکن ہے اور میری زندگی ہمیشہ تمہاری ہی منتظر ملے گی۔ خواہ تم اُسے بھول بھی جاؤ اور ٹھکرا کر بھی آگے بڑھ جاؤ۔ سمجھے؟

آؤ میں تمہاری فکر مند پیشانی پر ایک دوست کا پیار کر لوں

میرے دوست۔ تمہاری ہی

صفیہ

ٹریننگ کالج

علی گڑھ

۱۲ر دسمبر ۴۵ء

اختر میرے

خدا کرے اب تمہاری طبیعت بہتر ہو۔ کل خط روانہ کر چکنے کے بعد تمہارا لفافہ پہنچا۔ بخار نے تمہیں بہت کمزور کر دیا ہوگا۔ درد کی وجہ سے بخار بھی آتا ہے۔ درد رفع ہو تو بخار بھی جائے۔ تشخیص نہ معلوم کیا ہے۔ ذہن انہیں چیزوں میں مبتلا رہتا ہے تم میری طرف سے بے فکر ہو کر اپنے علاج کی طرف توجہ کرو۔ انشاء اللہ یہ دن بھی گزر جائیں گے۔ تمہاری صحت یابی کی کیسی کیسی خوشیاں مناؤں گی کہتے ہیں بیماری تندرستی کی زکوٰۃ ہوتی ہے۔ تم اس زکوٰۃ سے بھی

سبکدوش ہو جاؤ گے۔ گھبرانے کی بات نہیں رہی تم سے دور ہو کر بھی تمہارے ہی ساتھ ہوں جانم! ہر دن اس خیال سے اطمینان ہوتا ہے کہ تم سے ملنے کا وقت ذرا سے قریب آ گیا۔ علی گڑھ سے تمہارے لیے کیا لاؤں دوست؟ تم نے کوئی فرمائش نہ بھیجی تو مجھے رنج ہو گا۔ اس مرتبہ سعیدہ بھی کرسمس کی تعطیل میں تم سے ملنے آنے کے لیے پر تول رہی ہیں اور ماجد بھی۔ کہو؟ کیا رائے ہے؟

میری جان خدا کرے یہ خط تمہیں بشاش پائے۔ مجھے ہر دفعہ یہی اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں میری یہ فضول بکواس تمہارے لیے کوفت کا باعث تو نہیں بن رہی۔

سترہ کی رات میرے لیے کتنی اہم رات ہو گی دوست! کاش بیچ کا عرصہ آنکھ بند کرتے گزر سکتا۔

کہو کیا مسہری پر لیٹے ہوئے سونے کی کوشش کر رہے ہو؟ آؤ تمہاری تھکی تھکی آنکھوں کو پیار کر لوں۔ سو جاؤ میری جان میں تمہیں ہر رات تصور میں تھپکیاں دیکر سلاتی ہوں اور آنکھ کھلنے پر اپنے کو تمہارے ہی پہلو میں پاتی ہوں۔ کوئی ظالم قوت مجھے تم سے الگ نہیں کر سکتی۔ میرے دوست! آؤ میں تمہارے ٹھنڈے ہاتھوں کو اپنی گرمی سے گرم کر دوں۔ اور تمہیں پیار کر کر کے سلاؤں شب بخیر۔

خیریت معلوم کرنے کیلیے بے چین رہوں گی دوست۔

تمہاری اپنی   صفو

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۴ر فروری ۱۹۴۶ء

اختر میرے

خدا کرے تم بعافیت و خوش ہو۔ اس طویل مدّت میں دو مرتبہ تمہارے خط کی زیارت کر سکی میرے لیئے وہ بھی بہت ہے دوست انہیں خطوں کو بار بار پڑھ کر اپنی تسلی کر لیتی ہوں اور انہیں کے سہارے جی لیتی ہوں، تم نے علی گڑھ آنے کو لکھا ہے۔ مگر وعدہ نہیں کیا۔ تمہاری باتوں پر بعض وقت ہنسی بھی آجاتی ہے۔

جی چاہتا ہے کہ کہوں "تمہیں وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی۔ بہر حال تمہاری مرضی، خیر وعدہ بغیر آجاؤ گے تو خوشی زیادہ ہوگی نا؟ تو کب آرہے ہو؟ نمائش تمہاری منتظر ہے۔

یہاں:۔ اس زندگی کو جینا کہتے ہوئے تو شرم آتی ہے البتہ وقت تو گزر ہی رہا ہے، جادو کی خدمت اور باقی محنت مزدوری۔

اختر تم ایک دن ہی کو اپنی صورت دکھا جاؤ میری دنیا تمہارے چرنوں سے جگمگا اٹھتی ہے میرے سوامی اب تمہیں پاکر دوسری ہی ہو جاتی ہوں میری زندگی بالکل اجاڑ ہے اور قطعی سونی! آکر دیکھو بعض وقت تو میرا جی بہت گھبرا اٹھتا ہے کوئی اتنا بھی تو نہیں کہ دل کی بات کہہ سکوں تم لکھنؤ کبھی ہو آئے؟ اب کیسے ہو؟ کتنی بے آرامی میں گزرتی ہے کھانے پینے کی طرف سے بے توجہی میں کوئی فرق؟

شان صاحب آجکل نہیں ہیں۔ خبر سنی تھی۔ شملہ کو خیرباد کہہ آئے ہیں۔ حمیدہ ابھی تک نہیں آئیں نہ کوئی خط ہی آیا۔ نمائش کیسے دیکھوں؟ کس کے ساتھ؟ اختر میں نہیں جانتی تمہیں آنا ہی ہو گا۔

اچھا تو خط لکھو۔ خیریت لکھو کب آرہے ہو یہ بھی۔

جادو کے چہرے پر کئی دانے نکل کر پک گئے ہیں۔ کسی طرح ٹھیک نہیں ہو رہے ویسے مست ہیں اور اتی اتی کے وظیفہ میں مسرور! ہر شیروانی والے کو اتی کہہ کر پکار لیتے ہیں۔

میری زندگی کے سناٹے پن کا یہ عالم ہے کہ تم سے باتیں کرتے وقت بھی کھوئی ہوئی سی ہوں۔ وہ بات ہی نہیں پیدا جو تمہارے ساتھ رہ کر ہوتی ہے۔ کل مغرب کے وقت مکان کے پچھواڑے تنہا گھنٹوں ٹہلتی رہی۔ وحشت سی محسوس ہو رہی تھی۔ تمہارے خط نہ آنے سے اور بھی پریشانی بڑھ جاتی ہے۔ میرے پیار لو۔

تمہاری اپنی صفو

مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ

۸ر فروری سنہ ۴۶ء

میرے اپنے اختر

بہت سے پیار

میں نے کئی دن سے تمہیں خط نہیں لکھا۔ تمہیں غصہ ضرور ہو گا

میں نے پچھلی مرتبہ شاید تمہیں لکھا تھا کہ جادو کے چہرے پر دانے نکل آئے ہیں۔ ان کے مختلف علاج کرتی رہی مگر افاقہ نہ ہوا۔ آخر بخار آیا اور سینہ وغیرہ بری طرح جکڑ گیا۔ سخت پریشانی اور محنت کا سامنا تھا پتہ چلا کہ صاحبزادے کو CHICKEN POX نکلی ہوئی تھی جسکی مجھے آخر تک پہچان نہ ہوئی۔ بہرحال بخیر گزشت۔

شکر کہ اب اچھا ہے اور کھونڈ بن کر دانے ٹھیک ہو گئے ہیں۔ انہیں پریشانیوں میں تمہیں لکھنے کی نوبت نہ آسکی۔ گو کہ میری زندگی کا ہر لمحہ گواہی دینے کو تیار ہے کہ تمہیں زیادہ ہی یاد کیا! نمائش بھی گئی کسی نہ کسی طرح۔ مگر کیا لطف آتا۔ خاک۔

تم نہ آسکے میں جانتی ہوں کہ چھٹی نہ تھی۔ مگر عقل کے خلاف دل ہر وقت یہ کہتا تھا کہ کالج سے واپسی پر کمرہ میں تمہیں ضرور پاؤں گی کتنی لطیف تھی یہ آرزو جس سمیت میں نہ معلوم کتنے دن کالج سے واپس ہوئی ہوں۔ بہر حال تم دل نہ دکھاؤ میں تمہاری خاطر خوش ہوں۔

گو ایار کا اور تمہاری زندگی کا تصور کر کے البتہ کبھی الجھن سی ہوتی ہے؟ میری قسمت میں کبھی یہ بھی ہو گا کہ تمہاری زندگی میں کچھ شگفتگی لا سکوں؟ اس دن کے انتظار میں جیتی ہوں دوست۔

روپے بھی آج ملے۔ تم نے اپنے کو تکلیف پہنچا کر مجھے پیسے کیوں بھیجے؟ میں کسی نہ کسی طرح گزار کر ہی لیتی ہوں۔ بہرحال اس احساس میں کتنی مسرت ہے کہ میرا کوئی کفیل بھی ہے۔

حمیدہ نہ آسکی۔ اماں کا آپریشن طے ہو گیا ہے۔ وہ گیارہ کو اماں سمیت خیرآباد جا رہی ہے۔ ابّا بھی جا رہے ہیں۔ ہو سکے تو تم ایک خط بھائی ظفر کو لکھ دو کہ وہ خبر گیر رہیں۔

فاطمہ بہن کی علالت کی تفصیل بھی تم نے نہ لکھی۔ آج ہی میں حلیفہ کو خط لکھ رہی ہوں۔ کیونکہ فاطمہ بہن سے بروقت جواب کی توقع ذرا کم ہی ہے۔ آج کل مجھے گرلز کالج کی دوڑ لگانی پڑ رہی ہے۔ صبح پونے نو بجے پہنچنا اور دو بجے واپس ہونا ہوتا ہے۔ جادو پر اپنے سے زیادہ رحم آتا ہے گو کہ میری حالت بھی عنقریب قابلِ رحم ہونے والی ہے۔ تھکن تو مجھے ابھی سے بہت آ جاتی ہے۔ مگر شکر کہ ابھی "راز درون پردہ" ہی ہے ورنہ خاصی شرمندگی سی رہتی۔

اچھا اور کیا لکھوں؟ ہاں نمائش سے تمہارے لیے کیا لوں۔

آڈ پیار لو   تمہاری

صفو

مسلم گرلز کالج

علی گڑھ

۱۳ فروری سنہ ۴۶ء

میرے اپنے اختر

ابھی ابھی تمہارا خط بہت انتظار کے بعد ملا۔ شاید تم تک میرا وہ خط نہیں پہنچا جس میں جادو کی بیماری کا حال تھا۔

جان، میں تم سے خفا کس بات پر ہوتی، مجھے تو خود معلوم ہے کہ تمہارا جی چاہتا تھا آنے کو، مگر تمہیں فرصت نہ تھی۔ ہاں اگر آجکل تمہیں جلدی خط نہ لکھتی تو اس کا تو سبب یہ ہے کہ ٹریننگ کالج کے کام میں بری طرح پھنسی ہوئی ہوں، صبح ساڑھے سات بجے پیدل مسلم گرلز کالج کی طرف روانہ ہوتی ہوں تو کوئی ڈھائی بجے تک واپسی ہوتی ہے اس دوران میں اٹھارہ عدد لڑکیوں کی یورش اسقدر خستہ بنا دیتی ہے کہ پلنگ پر پڑتے ہی بنتی ہے۔ پھر جادو صاحب کی دلداریاں سو الگ۔ کل یہ سبب تھا خط کم لکھنے کا۔

تمہارے پھوڑا نکلا۔ پک کر پھوٹ بھی چکا اور مجھے اب لکھا تم نے! اگر سنکر مجھے پریشانی بھی ہوتی تو ہونی ہی چاہیے تھی اس سے کیا بچتیں یہ بھی پتہ نہیں کہ پھوڑا کہاں تھا۔ تم ہمیشہ ادھوری بات لکھ کر رہ جاتی ہو۔ خدا کے لیے پٹی وغیرہ میں صفائی کا خیال رکھنا۔ تم ویسے ہی مرض کو بڑھا لیتے ہو۔ اب نہ معلوم کون دھلائی کرتا ہے اور کون مرہم پٹی کرتا ہے۔ سخت الجھن سی محسوس ہو رہی ہے۔ جی میں آتا ہے کہ ایک آدھ دن کو آ کر تمہیں دیکھ جاتی بہر حال دیکھو، خط اب تمہیں روزانہ لکھوں گی خواہ کتنا چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔

جادو اب اچھا ہے اور خوش، ہر وقت اودھم مچاتا رہتا ہے حال ہی میں ایک نئی ادا (یعنی سر پھوڑنا) سیکھ لی ہے جہاں سر پھوڑنے کی فرمائش کی اور وہ دیوار سے ٹکرایا۔ غالباً جادو کی شاعری کی ابتدا

یہیں سے ہوتی ہے۔ خدا انجام بخیر کرے۔

تم خط جلدی ہی لکھنا میں چل پڑوں گی اگر تمہارا حال جلد نہ معلوم ہوا تو۔

تمہیں کتنا یاد کرتی ہوں اور کیسے کیسے؟ یہ تم خود ہی جاننے کی کوشش کرو۔ تمہارے گھر کے لیے تھوڑی سی گرہستی خریدی ہے لاؤں گی۔

آؤ تمہیں بہت سے پیار کروں اتنے کہ تم پریشان ہو جاؤ۔

تمہاری اپنی

صفو

مسلم گرلز کالج

علی گڑھ

۱۶ر فروری ۱۹۴۶ء

جانِ عزیز

کل ایک خط بھیج چکی ہوں، تم اپنا حال فوراً لکھو۔ اگر تم نے خط لکھنے میں دیر کی تو پھر میں کچھ نہ دیکھوں گی اور تمام پابندیوں کو توڑ تاڑ کسی دن گوالیار پہنچی ہوئی ہوں گی۔ پھر خفا مت ہونا مجھ سے!

تم نے تو یہ بھی نہیں کہا کہ کھنسی کیسی اور کس جگہ نکلی ہے اگر سُرخی وغیرہ تحلیل نہیں ہے تو بورک سے سینک ضرور کر لیا کرو۔ اور

روئی وغیرہ صاف منگوا کر استعمال کرنا۔ مجھے تمہاری طرف سے اس بارے میں بہت اندیشے ہیں زخم کی حفاظت میں صفائی پہلی چیز ہے جس کی طرف سے تم کافی بے خبر ہو گے۔

میں کس طرح تمہاری تیمارداری کو پہنچوں، ابھی تو مسلم گرلز کالج کی دوڑ بھی ختم نہیں ہوئی۔ اس طرف تمہارے پاس سے آئے کے بعد پورے مہینے میں نے اتنی محنت کی ہے کہ کبھی نہ کی تھی، پھر اس پہ جادو کی دلداریاں اور مزید برآں یہ کہ "یک نہ شد دو شد" والے مسئلے نے مجھے خاصا کمزور بنا رکھا ہے۔ ابھی تک تو میں نے اس چیز کو راز ہی رکھا ہے مگر اپنی حالت بتاتی ہے کہ ہفتہ عشرہ میں یہ راز بھی افشا ہو کر رہیگا۔ اس کے بعد مجھے ٹریننگ کالج مردوں کے سامنے جاتے ہوئے بھی غیرت آئے گی۔

ابھی یہ خط بیٹھی لکھ رہی تھی کہ تمہارا خط ملا، شکر ہے کہ اب تم پہلے سے بہتر ہو۔ بہرحال خیریت کا انتظار تو ضرور کروں گی، فاطمہ بہن[1] کو میرا آداب کہو، ان کی بیماری کا حال تم نے کچھ نہیں لکھا۔

ہاں ایک دلچسپ سی بات سنو:۔ ایک دن جبکہ گرلز کالج میں حد درجہ کی مصروفیت کا عالم طاری تھا، لڑکیوں نے گھیر رکھا تھا اور کپڑوں کی طرف سے بھی خاصی شرمندہ کن حالت تھی۔ اطلاع ملی کہ کچھ خواتین حیدرآباد سے آئی ہیں اور مجھے تلاش کر رہی ہیں۔ خیر ملاقات سے پتہ چلا کہ بڑی آپا[1] اور تمہاری منجو آپا[2] اور بھابی اچھی کی

---

[1] جاں نثار اختر کی خالہ زاد بہن [2] اظہر الحق جاں نثار اختر کے خالہ زاد بھائی۔

صاحبزادی یہ سب نمائش دیکھنے کے شوق میں دہلی سے آئی ہوئی تھیں اور میرا مکان نہ مل سکنے کی وجہ سے کہیں اور ٹھہر گئی تھیں اس لقادم پر دونوں شرمسار سے رہے، وہ لوگ رہ رہ کر مجھے دیکھتی تھیں اور شاید تمہارے حسنِ انتخاب کی داد دیتی تھیں۔ خیر میں نے اسی شام کے لیے انہیں چائے پر مدعو کر دیا اور دو تین اور بیویوں کو ان کے اعزاز میں بلا لیا۔ ہاں بڑی آپا کے میاں بھی آئے تھے۔ مجھے تو بھائی احی کی لڑکی کی صورت اور منجھو آپا کی طبیعت نے متاثر کیا۔ باقی تعلقدار صاحب تو بالکل حیدرآبادی مردوں کے نمائندے معلوم ہوتے تھے! دونوں بہنوں نے جادو کو گیارہ گیارہ روپے دئیے۔ چنانچہ ہم نفع ہی میں رہے! جادو کی صورت دیکھ دیکھ کر تمہیں اور اماں جان کو یاد کرتی رہیں۔ نفیس[1] کو بھی میں نے بلوا لیا تھا۔ نفیس سے معلوم ہوا کہہ رہی تھیں کہ دُلہن مزاج کی تو بہت ہی اچھی ہیں اور ناک نقشہ بھی اچھا ہے مگر کالی ہیں۔ مجھے خاصی ہنسی آئی۔ یہ سنکر۔

اچھا۔ کتاب حاصل کرنے کی فکر آج ہی کروں گی۔ آج یوم النبی کے سلسلہ میں چھٹی ہے اس لیے مجھے ذرا سی فرصت نصیب ہوئی ہے۔

اپنی خیریت لکھتے رہو ورنہ میرا دم رہ رہ کر گھٹا کرے گا۔ ابھی سے مارچ میں آنے کا وعدہ نہ کرو۔ پتہ نہیں اس وقت تک

---

[1] جاں نثار اختر کے بھائی

کیا کیا ہو جائے۔ پھر مارچ تو بہت دور ہے۔ یہ بیچ کے دن کیسے
کاٹوں؟ تمہیں تو معلوم بھی نہیں ہو سکتا کہ زندگی کتنی سونی ہے
دوست، بس جی رہی ہوں تمہاری ہی خاطر۔ پڑھائی بھی شروع
نہیں کی ہے میں نے ابتک گو کہ فارم وغیرہ بھیجدیا ہے۔
اختر! تمہیں دیکھنے کو سچ مچ کتنا جی چاہتا ہے تم سے باتیں
کرتے وقت مجھے دنیا کی ہر بات بھول جاتی ہے میں تمہارے بغیر کچھ
بھی نہیں رہتی اور پھر مجھے تمہارے بغیر ہی رہنا پڑتا ہے۔
آؤ پیار لو رجاؤ بے خبر سو رہا ہے اس کا بھی پیار لو۔
تمہاری صفو

ٹریننگ کالج
علی گڑھ
۲۳ / فروری ۱۹۴۶ء
اختر میرے
خدا کرے تم بعافیت و خوش ہو
میں تمہیں کل بھی خط لکھنے کا ارادہ کرتی رہی مگر پھر بات رہ
گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے پر غصہ آتا رہا بہت دیر تک۔
تمہارا خط ابھی ملا۔ مجھے خود کوفت تھی کہ میں نے خواہ مخواہ تمہیں
پریشان کر دیا ہوگا۔ تم فکر ہرگز نہ ہو مجھے کمزوری ضرور ہو گئی ہے جس کے
لیے میں دوا سے زیادہ غذا کی قائل ہوں چنانچہ دو تین دن سے میں

نے باقاعدہ دودھ پینا شروع کر دیا ہے اور زیادہ تر آرام کی تھوڑی
پر عمل پیرا ہوں۔ دراصل اس ایک ڈیڑھ مہینے میں محنت بہت کرنی
پڑی اس کا اثر صحت پر بہت ناخوشگوار پڑا۔ تم قطعی فکرمند نہ ہو
اگر ضرورت ہوگی تو میں ڈاکٹر سے مشورہ کر لوں گی مگر ڈاکٹروں کی دوائیں
ہمیشہ مجھے لیے گرم اور اسی لیے نامناسب ثابت ہوتی۔
میں دودھ اور پھل وغیرہ کے استعمال سے اپنے کو ٹھیک کرنے کی
کوشش کر رہی ہوں اور تمہارے آنے پر بالکل تندرست ہوں گی۔
تم نے مجھے اپنی خیریت کبھی نہیں لکھی۔ اب کیا حال ہے؟
زخم باقی ہے یا بھر گیا۔ کالج کا جانا تو برائے نام ہی رہ گیا مگر
پابندی سے تو نجات نہیں یہ اور بھی برا ہے۔ شاعری کا کیا رنگ ہے؟
کچھ نہ کچھ کہتے ہی رہو۔
یہاں کا حال: "تم گئے ہو جب سے یہاں صبح و شام ہی نہ
ہوئی" والا مضمون ہے۔ کبھی کبھی رات کو جب رحمان بھی تفریح کی خاطر
چھٹی لے کر باہر چلا جاتا ہے اور میں اور جادو کمرے میں تنہا ہوتے
ہیں تو سچ مچ اپنے پر رحم سا آنے لگتا ہے۔
خیر میرے لیے تو تمہارا جادو ہی بہت ہے اسقدر شریر اور
اودھمی ہو گیا ہے کہ میرے قابو میں نہیں آتا۔ جتنی دیر سوتا ہے امن
محسوس ہوتا ہے۔ کل SWAN INK کی بھری شیشی زمین پر الٹ
کر سارے جسم پر خوب سیاہی بکھری اور روشنائی جی بھر کے جانچی۔ اسوقت

ایسا معصوم بنا سو رہا ہے۔ جیسے معلّم الملکوت۔

آج تیئس تاریخ ہے۔ اب سے چودہ دن بعد تم میرے پاس ہو گے نا؟ یہ دن تو گن گن کر کاٹ دوں گی۔

اچھا پیار لو۔ تمہاری

صفو

ٹریننگ کالج

علی گڑھ

۲۸ / فروری سنہ ۴۶ء

اختر

اب کب آؤ گے؟

میرا تو بعض وقت جی بہت گھبرا اٹھتا ہے۔ زندگی کا روکھا پن برداشت سے باہر ہے آجاؤ۔

جادو کی خدمت کرتے کرتے کچھ انداز بھی خادمانہ پیدا ہو چلے ہیں۔ کبھی بننے سنورنے کا جذبہ کبھی پیدا نہیں ہوتا۔ آکر دیکھو کہ میں کیسی بدحالی میں رہنے لگی ہوں! تم کیسے ہو گے؟ اس وقت کیا کر رہے ہو گے؟ میرا بچہ اور تمہاری شاعری سلامت دیکھئے تم بے شغل ہو نہ ہیں۔ اور گوالیار کی خیریت؟

ہاں ایوب کا خط آیا تھا۔ ان سے یاد کر کے کہہ دینا کہ فارم دینے کی آخری تاریخ انیس مارچ اور امتحان کی بائیس اپریل ہے

اس وقت رات کے سات ہی بجے ہیں مگر جادو سو چکا ہے، میں بھی اُسے جگا کر کیا کروں؟ تنہا ہوں اور بس۔

پڑھائی شروع کرتی ہوں مگر بات کچھ بنتی نہیں۔ بہر کیف امتحان تو ضرور دینا ہے۔

یہ خط رات لکھا تھا پوسٹ نہ ہو سکا۔ اب دن کے نو بجے ہیں کل ہفتہ ہے۔ دوسرے ہفتہ کے دن تو تم آجاؤ گے نا؟ اب یہ دن دہرانے نہ پڑیں گے!

آؤ تمہیں پیار کی نظر سے دیکھ تو لوں تمہاری

صفو

ٹریننگ کالج

علی گڑھ

۲ر مارچ ۴۶ء

میرے اپنے اختر

آج صبح پھر گرلز کالج میں ڈیوٹی تھی وہاں تمہارا ستائیس فروری کا چلا ہوا خط ملا جس میں تم نے خط نہ پہنچنے کی شکایت کی ہے میں کیا کروں میں اس طرف تمہیں کئی خط لکھے۔ کل بھی خط لکھا ہے جو آج ہی ڈاک میں ڈالا گیا ہے خدا کرے تم تک پہنچ بھی جائے۔ اب تم غصہ تھوک دو۔

مجھے غم ہے کہ میری ذات سے تمہیں ایک خط کی بھی راحت نہیں حاصل ہے تو تم آہی جاؤ گے؟ کب؟ بس اب اپنے آنے کا حال لکھو۔ میں یہ گھڑیاں اسی

خوشی میں کاٹوں گی کہ تم آ رہے ہو۔ دیکھو دیر نہ کرنا۔

تمہاری صفو

ٹریننگ کالج

علی گڑھ

۲۱ مارچ ۴۶ء

اختر

کیسے ہو؟ خط لکھا؟

اچھا ہوا تم گوالیار پہنچ گئے، ایوب نے وہی حماقت کی تھی جس کا تمہیں اندیشہ تھا، ایوب کا خط کل مجھے ملا۔ اپنی خیریت لکھو۔ جی چاہے تو مجھے بلا لو۔

تم کسی طرح پریشان نہ ہو، میری زندگی تمہارے تصور سے آباد ہے۔ گو کہ بظاہر سونی اور بے کیف ہے آؤ میرے سر کو اپنے سینے پر ٹک جانے دو۔ پھر بس اپنے سب غم بھول جاؤں گی۔

جادو تمہیں پیار کرتا ہے۔ تمہاری صفیہ

ٹریننگ کالج

علی گڑھ

۵ اپریل ۴۶ء

میرے اپنے اختر

تمہارا خط کل ملا۔ خیریت سنی۔ شکر کہ اب اچھے ہو۔ خدا کرے بقیہ

تکلیف کبھی چلی گئی ہو۔

آج ایوب کا انتظار تھا۔ نہیں آئے۔ کیا بات ہو گئی؟ ایوب سے مل کر ایک خاص قسم کی تسکین ہوتی۔ کیونکہ وہ تمہارے پاس سے آئے گا۔ بہرحال۔

کل شام کا ایک لمحہ میرے لیے اہم تھا۔ یہ چار اپریل کی شام تھی۔ پانچ سال گزر گئے۔ جب تم نے پہلی مرتبہ مجھے آواز دی تھی اور میں نے اس کا خیر مقدم کس قدر گرم دل سے کیا تھا پوری تصویر نظروں میں گھوما کی۔ وہ جگہ جہاں تم آکر بیٹھے تھے، تمہارا انداز تمہاری پوشاک تمہاری گفتگو۔ اپنے احساسات ایک غیر شعوری سی مسرت اور ایک پنہاں سا جھکاؤ۔ کتنی معصوم شام تھی۔ کتنی بے خبر! نتیجے سے ناآشنا۔ آج میں صرف تمہاری ہی طرف توقع کی نظر سے دیکھتی اور دیکھ سکتی ہوں۔ آج میں تمہارے جگر گوشوں کو اپنے خون سے پرورش کر رہی ہوں۔ آج میری عزت سے تمہاری عزت اور میری بے وقری میں تمہاری ذلت ہے اس شام کیسے ہنستے مسکراتے ہوئے دو چار منٹ کو مل بیٹھے تھے۔ اسکے بعد تم نے اپنا راستہ لیا۔ اور اپنے ٹھکانے پر رہ گئی۔ کسی کو کسی سے شکایت نہ تھی۔ آج تم میری سرپرستی میں خفیف سی کوتاہی بھی کرو تو میرا دل ٹوٹنے لگے اور اگر میرے دل میں تمہاری گنجائش ذرہ برابر بھی کم ہو جائے تو تم مجھے ختم کر دینا بہتر سمجھو گے۔

زندہ ہوں اور پڑھائی میں مصروف، لکھنؤ جانے کی نیت برابر
کر رہی ہوں، مگر کتابوں کا مسئلہ خاصا ٹیڑھا نظر آرہا ہے۔ یہاں تو
انور میاں کی مدد سے کچھ چیزیں مل رہی ہیں۔ وہاں سارے راستے
مسدود ہوں گے۔ پھر مشورہ بھی نہ مل سکیگا۔ لیکن حبادو کی خدمت کا
مسئلہ اور گرمی کی وجہ سے گھر میں بے آرامی یہ دونوں چیزیں بہت ہی پریشان
کن ہیں۔ عقل کام نہیں کرتی کہ کس طرح سوچوں۔

حل تو یہی ہے کہ لکھنؤ چلا جایا جائے۔ مگر پڑھائی؟ دیکھتی ہوں
تم کیا کیا کتابیں بھیجتے ہو۔ اگر اس طرف آٹھ دس دن میں کچھ معقول
پڑھائی ہو گئی تو بھاگ نکلوں گی۔

اختر کچھ جانتے ہو کتنی بے آرام اور بدمزہ زندگی گزار رہی
ہوں؟ میں آئندہ سال اس گاڑی کو قطعی نہ گھسیٹ سکوں گی۔
ڈھائی سال میں نے تمہیں اپنی فکروں سے بچایا مگر اب بات میرے
بس کی نہیں۔ اب تمہیں مجھ کو اپنے سائے میں لینا ہی پڑے گا۔ سمجھے؟
تمہیں میری ضرورت نہ بھی ہو تو مجھے تو تمہاری ضرورت ہے۔ کیا یہ
کافی نہیں؟ لو لو؟؟

خط لکھو؟ پنا حال لکھو۔ مجھے محسوس ہونے دو کہ
دور رہ کر بھی تم سے پاس ہوں۔

میرا دم اُلجھنے سے لگتا ہے بعض بعض وقت،

تمہاری صفو

ٹریننگ کالج
علی گڑھ
۱۳؍اپریل ۴۶ء
اختر

آج تیرہ کی ڈاک بھی دیکھ لی تمہارا کوئی خط نہیں۔ چار تاریخ کا لکھا ہوا خط تمہارا مجھے ایوب نے دیا تھا۔ اسکے بعد سے تم نے خبر ہی نہیں لی اگر تم مجھے پاگل بنا دینا چاہتے ہو تو خیر ورنہ یہ بات کچھ سمجھ میں تو نہیں آتی۔ میری تو تڑپتے ہی گزرتی ہے۔ تم جو اپنے بارے میں اس قدر حساس ہو، دوسروں کے احساس سے اس درجہ بے خبر ہو سکتے ہو؟ سوچو تو میری زندگی کس نازک دور سے گزر رہی ہے میرا عزم ہے کہ اپنے گھر سے پرے یہاں تنہا پڑی ہوئی ہوں۔ آج مجھے کوئی تکلیف ہو تو یہاں میرا یہاں پوچھنے والا کون ہے! تمہارے خط کے سہارے ہی رہتی ہوں معلوم ہے کہ تم لکھدوگے کہ "اس خاموشی کا کوئی مطلب نہ تھا" گو کہ مطلب تو ہوتا ہے کچھ نہ کچھ۔ یہی کہ تم مجھ سے بے خیال ہو جاتے ہو۔

تم سے دوری اور تمہاری بے خبری میرے لیے قطعی ناقابل برداشت ہے۔ اس کا حل تم کو سوچنا ہی ہے اگر خدا نخواستہ تمہاری طبیعت کچھ خراب ہے تو اس کی خبر بھی تو تمہیں مجھ کو کر دینی چاہیے کل سے کالج بند ہے تم یونہی خاموش رہے تو پڑھنا لکھنا ختم کر کے تمہارے ہی پاس پہنچوں گی۔ روپے گیا بھیجدیئے گئے۔

تمہاری صفیہ

مسلم گرلز کالج
علی گڑھ
۲۴ راپریل ۴۶ء

میرے اپنے اختر

تمہارا ایک خط کل شام ملا، دوسرا آج صبح۔ تم مجھ سے خفا تو ضرور ہوگے۔ اگر تم نے معاف بھی کردیا ہو تو تکلیف تو تمہیں ضرور پہنچی۔

اب میں کیا کروں اس کے لیے؟ اختر کیا تم کو یقین ہے کہ میں تمہارے متعلق وہی رائے رکھتی ہوں جس کا اظہار میرے حملوں سے ہوا سچ جانو کہ آج تک دل نے مہلت ہی نہ دی کہ تمہارے متعلق رائے قائم کرسکوں اور نہ مجھے اس کی ضرورت۔ اب میں تمہاری ہو چکی اور ہر حال میں تمہیں اپنا سمجھوں گی اور بس۔ البتہ جب تم اس طرح سے خاموش رہ کر مجھے یہاں تنہائی میں تڑپتا چھوڑ دیتے ہو تو نہ معلوم میرے ذہن کے گوشوں سے کیسی کیسی تلخیاں ابھرتی ہیں اور مجھے نہ معلوم کیا کیا سوچنے اور محسوس کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں، واقعی محبت بڑا کمینہ جذبہ ہے اختر! مگر اسی وقت تک جب تک اس میں غرض شامل رہتی ہے۔ اپنی ذات سے جنگ کرتی ہوں کہ تمہیں اسی بے غرضانہ انداز سے چاہ سکوں جیسے اپنے بھائیوں کو چاہتی ہوں۔ سو فی صدی کامیاب ہو جاتی ہوں مگر وہ کمبخت عورت! جو میرے نفس سے پنہاں ہے مجھے بہکاتی ہے بھڑکاتی ہے اور بے چین کرتی رہتی ہے اختر! میری دل آزار

باتوں کو بھول جاؤ مجھے خود صدمہ ہے میں تمہاری تکلیف کی شریک ہوں تم نے میرا لہجہ اگر بدلا ہوا پایا تو اسکا سبب صرف میری طبیعت کی تلخی تھی اور اسکے علاوہ کچھ نہ تھا دوست! میں نے اقرار کرلیا تم معاف کردو۔

اچھا تو اب میری طرف دیکھو، معاف کرچکنے کے بعد! میری طرف دیکھو، میں تمہاری بھیگی ہوئی نگاہوں کی تاب نہ لاسکوں گی اختر! تم میرے شریف جذبات کو ابھارتے رہو، اور مجھے ذلیل حرکتوں سے بچانے کے ضامن بن جاؤ۔ اب جب تک تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچ نہیں جاتا میں بے چین رہوں گی۔ اس خیال سے کہ تمہیں میری باتوں سے تکلیف پہنچی ہے اور اس تکلیف کو تم برابر تازہ کرتے رہتے ہو گے ایکبار کہدو اختر کہ تم نے بھلا دیں ساری باتیں۔ تمہیں اس بات کا تو اعتبار ہے کہ میں تمہیں تکلیف عمدًا نہیں پہنچانا چاہتی مجھے تکلیف پہنچ گئی۔ (میری نادانی ہی کے سبب سہی) اس میں تم بھی شریک ہو گئے کسی نہ کسی طرح بس اس قصے کو اسی قدر اہمیت دو بس۔

جاوید اچھا ہے، بے انتہا شریر اور اُدھمی ہو چلا ہے۔ آج صبح سے اپنا نام "پاپو" کہہ کہہ کر دہراتا ہے اور اپنی اس کامیابی پر بے طرح مگن ہوتا ہے، چلنا شروع کرچکا ہے۔ چلتا ہے تو دونوں ہاتھوں کو پروں کی طرح پھیلا کر! شاید توازن برقرار رکھنے کے لئے۔

چار یا پانچ کو آجاؤ گے میرے پاس؟ ضرور آجانا مجھے تمہیں منانا ہو گا! اختر مجھے دنیا برا سمجھے غم نہیں مگر تمہاری نظروں سے دور

نہیں چاہتی۔ تم نے میری حرکتوں سے مجھے بہت برا سمجھا ہوگا۔ سچ جب تو میری فطرت سیاہ نہیں۔ یہ میرا نفس تھا جو بول رہا تھا کیا میری فطرت کو اس نفس پر فتح حاصل نہیں ہو سکتی؟

کتابیں اگر تم نے نہ بھیجی ہوں تو رہنے دو، تم ہی لیتے آنا، اس وقت تک میں اور چیزوں کی تیاری مکمل کرتی رہوں گی۔

خط لکھو۔ ہاں بہتر ہوگا کہ ٹریننگ کالج کے پتے پر نہ بھیجو۔ وہاں سے کم سے کم پانچ دن کے بعد خط ملتا ہے اس کے بجائے رضا حسین زیدی کی معرفت بھیجو مگر میرا پورا نام ہونے پر شبہ ہے کہ پھر وہ کالج ہی پہنچ جائے گا۔ اس لیے محض "ڈالرد" معرفت رضا حسین زیدی۔ ذکاء اللہ روڈ۔ مسلم یونیورسٹی۔

اچھا آؤ مجھے پیار کرو۔ تمہاری عفو کی طالب تمہاری

صفیہ

مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

۲۵ اپریل ۴۶ء

اختر عزیز

دونوں خط تم تک پہنچے ہوں گے؟ رہ رہ کر جی کڑھتا ہے اور چوٹ سی لگ جاتی ہے یہ شاید پہلا موقع ہے جب میں تم سے لڑی۔ خدا کرے یہ بے تکلفی بڑھنے کی علامت ہو۔ اور کیا کہوں۔ سچ

میں نے بہت بُری باتیں کی ہیں۔ مجھے اپنے سے نفرت سی محسوس ہونے لگتی ہے۔ تم اس تکلیف کو بھول جاؤ۔

خدا کرے اس طرف دو ایک دن میں تمہارا کوئی خط آ جائے ورنہ برابر کوفت رہے گی۔ جانے کیوں تم سے دوری مجھ میں تلخی گھولتی رہتی ہے یہاں پر جو زندگی نصیب ہے اسی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے سب کچھ۔

آج سعیدہ آ گئی تھی کچھ دیر اپنے کو انسانوں میں شمار کرنے کا موقع مل گیا تھا۔

ہاں ایک خبر اور دلچسپی کی ہے۔ یہاں یونیورسٹی اسٹاف والوں کے DEARNESS ALLAWANCE میں اضافہ ہوا ہے جس کی رو سے اب میری تنخواہ میں چھتیس روپے کا اضافہ ہو جائے گا۔ پچاس روپئے کا ALLAWANCE دو سو سے نیچے تنخواہ والوں کے یہاں منظور ہوا ہے۔ شادی شدہ ملازم کے لیے تیس غیر شادی شدہ کے لیے یعنی بیس روپے مجھے تمہارے طفیل ملیں گے۔

کتابیں آج پہنچ گئیں ویلیے پارسل موصول کر کے کتنی خوشی ہوتی اور ایک طرح کا فخر سا، مگر آج تو کچھ طبیعت سہم سی گئی یعلوم ہوا جیسے یہ بھی تمہارے غصے کی نشانی ہے۔

اختر اب معاف کر دو مجھے اب بھول جاؤ سب کچھ جیسے میں نے تم سے کوئی شکایت نہیں کی تھی۔ بس سچ جانو میرے دل کو تم سے کبھی شکایت نہیں ہوتی۔ میرے نفس کو کبھی کبھی ہو جائے تو میں کیا کروں؟

چار کو تمہاری منتظر رہوں گی۔ اچھا پیار لو۔ تمہاری

صفو

مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

۳۰ر اپریل سنہ ۴۶ء

اختر

خدا کرے تم بعافیت ہو۔

ادھر دو تین دن سے میں نے تمہیں خط نہیں لکھا۔ تمہارا ایسا
پیارا سا خط پاکر بھی جس کی مستحق آجکل میں نہ تھی

جادُو کا حسبِ دستور نواں دانت اُبھر رہا ہے، اور بخار آنا
شروع ہو گیا ہے، پڑھائی بہت کافی خراب ہو رہی ہے۔

اب کب آجاؤ گے میرے پاس؟ نہ جانے کتنے حسین تصور
اور سُہانے خواب تمہارے استقبال کے لیے منتظر ہیں یہ میری دُوری
تو کبھی دُور ہی ہوتی نظر نہیں آتی۔

کیا سچ مچ بمبئی جاؤ گے؟ مجھے اس بدحالی میں چھوڑ کر۔ ایوب کی
وجہ سے کتابیں وغیرہ منگوانے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ امراؤ جان ادا کہیں سے
حاصل نہیں ہو رہی ہے یادگارِ غالب اگر واپسی نہ کی ہو تو ساتھ لیتے آنا۔ اور
ہاں مسعود رضوی کی کتاب ہماری شاعری اگر کہیں سے مل جائے تو وہ بھی!
شاعری کے پرچے کی تیاری میں تمہاری مدد کی اشد ضرورت ہے۔ میں ابھی

سے کہے دے رہی ہوں کہ اس مرتبہ میرا استاد بننا ہی پڑے گا۔ ویسے تو تمہاری استادی مجھے ہمیشہ تسلیم ہے۔

خط لکھو اور لکھو کہ کب آجاؤ گے۔ اب مجھ سے انتظار نہ ہو سکیگا۔ آخر اس تنہائی کی کوئی حد بھی ہے میرے خدا!

آؤ پیار کر لوں۔ تمہاری

صفو

مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

یکم مئی سنہ ۴۶

اختر عزیز،

ایک خط تمہیں صبح ہی لکھ چکی ہوں۔ ابھی ابھی تمہارا خط ملا۔ تم چار کو علی گڑھ پہنچ رہے ہو نا؟ جو شرطیں تم نے لکھی ہیں اس میں سے پہلی قسم کی مصیبتیں تو شاعروں پر صبح شام ہی نازل ہوتی رہتی ہیں۔ اس لیے اب ان سے کیا ڈرنا میرے دوست! لہذا پہلی شرط تو قطعی ناقابلِ قبول ہے۔

دوسری چیز تم نے میرا قرض رکھا ہے تو سمجھ جانو کہ اُسے چکانے کے لیے تو خاصی رقم کی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ ڈھائی سال کا نان نفقہ میرا اور ڈیڑھ سال کی پرورش کا خرچ جادو کا یہ بھی شامل کرنا ہوگا۔ لہذا میرے قرض کی ادائیگی کو تو تم اس وقت تک ملتوی رکھو

جب تک بمبئی پہنچ کر لکھ پتی نہ بن جاؤ۔ دوسری بات کپڑوں کی رہی سو
اس کے لیے کہنا یہ ہے کہ کپڑے علی گڑھ ہی آکر بناؤ۔ غالباً اس ماہ میں
راشن کارڈ پر کپڑا ملے گا جس کی رُو سے میرے کارڈ پر پچیس گز کپڑا مل
جائے گا۔ تین چار جوڑے کپڑے تمہارے ہو جائیں گے۔ غالباً تیس پینتیس
روپے کا خرچ ہے اُس کے بعد دیکھا جائے گا۔

یہ خط بڑی عجلت میں لکھ رہی ہوں کہ تم تک وقت پر پہنچ
جائے۔ رہاں جادو کے لیے ملازم کا مسئلہ ٹیڑھا ہے۔ رحمان بہت اچھا
چل رہا ہے مگر یقیناً چھٹیوں کے شروع پر گوا یا رجانا چاہیے گا۔ اور اگر
تم بمبئی جا رہے ہو تو مجھے لکھنؤ جانا ہی ہوگا۔ اس صورت میں نوکر بغیر کام
نہ چلے گا۔ تمہارا چھوٹا آئے تو اسی کو ساتھ لیتے آؤ۔

میں تمہارا انتظار چار کے بجائے پانچ کو کروں گی اسلیے کہ چار کا دن
کتابوں اور ملازم کی تلاش کے لیے بھی چاہیے۔ تمہاری

صفیہ

دارالسرائح

نیو سول لائنس

لکھنؤ

۱۳ر جون سنہ ۴۶ء

اختر میرے

آج تم سے رخصت ہوئے بارہ دن ہو گئے اور صرف ایک خط

تمہارا خط مجھ تک پہنچا، میرا آخری خط غالباً علی گڑھ تمہاری روانگی کے بعد پہنچا۔ کچھ نہیں معلوم کہاں ہو کیسے ہو، کیا کر رہے ہو، پردیس جانے والے اس طرح ناتہ نہیں توڑا کرتے میری جان! رہ رہ کر جی گھبراتا ہے۔ کسی سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی۔ لکھنؤ کی قسمت میں تم نہیں تو تمہارے خط بھی نہیں ہیں۔ ہر مرتبہ یہاں تمہاری خیریت کو ترستی ہی رہتی ہوں۔ آج خدا پر بھروسہ کر کے جوش صاحب کی معرفت یہ خط بھیج رہی ہوں۔ خدا کرے تم تک پہنچ جائے۔

یہاں کے حالات سنو: نیری نیا تو دن بدن بوجھل ہوتی ہی جا رہی ہے سستی اور کاہلی طاری ہے موسم کی شدت اور زیادہ پریشان کرتی ہے بس کسی نہ کسی طرح دن کٹ رہے ہیں بڑے میاں نہ آنا تھا نہ آئے میں بخیر نوکری کی رہی۔ جادو کا روز افزوں اُدھم اس پر میری بےبسی اللہ ہی رحم کرے۔

آپا اور ابو نینی تال انصار بھائی کے پاس کوئی چار جون کو چلے گئے تھے۔ انصار بھائی نے ہم سب کو بھی بلایا ہے حمیدہ اور اسرار بھائی کی تیاری ہے، اماں ابا ایک ہفتہ کے لیے ردولی جا رہے ہیں۔ چنانچہ میں بھی نینی تال کی ہمت کر رہی ہوں، دس بارہ دن خوشگوار گزر جائیں تو اچھا گو کہ سفر کی زحمتوں سے جی ڈرتا ہے، اسرار بھائی کی ہمراہی میں جانا ہے۔ بہرحال ہمت کر لی ہے اب تم اپنی خیریت نینی تال ہی لکھنا۔ غالباً ہم لوگ کل روانہ ہو جائیں گے۔ نینی تال پہنچکر تمہیں خط لکھنا چاہتی ہوں۔ مگر کس پتہ پر لکھوں؟ آخر اب کب آؤ گے؟ جولائی میں ہی تمہارے پاس ہی

رہنا چاہتی ہوں۔ لکھنؤ کے قیام سے جی ڈرتا ہے۔ گوالیار میں ہر طرح کی آسانیاں ہیں۔ یہاں تو رشیدہ آپا بھی نہیں ہیں کہ ان سے ملکر مشورہ کر سکوں۔

تم دہلی کے بعد گوالیار چلے آنا۔ تین ہفتہ کی سیر بہت ہوتی ہے۔

میں تمہاری ہی منتظر ہوں۔ چھٹی کی درخواست لکھ کر بھیج دی ہے

اختر اب خط لکھو۔ مجھ سے کسی بات پر خفا تو نہیں ہو گئے؟ اس طرح خاموش رہنا کیا معنی؟

سردار جعفری لکھنؤ آئے تھے۔ اسرار بھائی سے کہہ گئے کہ اختر اگر بمبئی جانا چاہیں تو میرے گھر شوق سے ٹھہریں۔ البتہ انہیں دو صاحبان کے ساتھ SHARE کرنا ہوگا۔ جعفری بھی نینی تال ہی گئے ہیں۔ کشمیر پہنچتے پہنچتے نوبت یہیں تک رہ گئی۔ بہرحال گوالیار کے کچھ حالات؟

یہاں تو جاوید اور اُس کے بعد اپنی خبر کے علاوہ کچھ نہیں معلوم ادھر انٹرمیڈیٹ کے پرچے آگئے تھے انہیں بھگتنا تھا۔

زندگی سپاٹ اور پھیکی ہے اختر۔ نگاہیں سادی اور بے آس ہو جاتی ہیں۔ پیار سے کسے دیکھوں تم تو دور ہو۔

آؤ بہت سے پیار لو۔ سب تمہیں یاد کرتے ہیں جوش صاحب کو میرا آداب کہنا۔

تمہاری

صفو

۲۔ آر۔ اے۔ ایف
اوک پارک
نینی تال
۲۳؍جون ۴۶ء

اختر عزیزہ
اتنے طویل انتظار کے بعد کل تمہارا خط ملا۔ مجھے تمہارا پتہ بھی ٹھیک طریقہ پر معلوم نہ ہو سکا تھا اس لیے شالیمار پکچرز کے پتے پر خط بھیجا تھا۔ خدا جانے تم تک پہنچا بھی نہیں۔
یہاں سولہ کو پہنچی تھی۔ چلنے پھرنے کی جراتیں محدود ہیں۔ چنانچہ وقت کمرے میں ہی گزرتا ہے۔ باہر جاتی ہوں تو تمہاری دوری کا احساس طبیعت کو زیادہ بے چین کرتا ہے۔ جادو صاحب مست ہیں ایک پہاڑی ملازم دکھ لیا گیا ہے۔ اسکی گود میں لدے ہوئے گھومتے رہتے ہیں اور ہر حسین عورت کی طرف لپکتے ہیں۔ ہم دگ ستائیس تک لکھنؤ واپس ہو جائیں گے۔ یہاں کی بارش سے طبیعت گھبراتی ہے اپنا دیس ہی اچھا۔
تم خط لکھو اس طرح سے دور نہ ہو جاؤ۔ رات میں نے خواب دیکھا کہ خدانخواستہ تمہارے درد اٹھا ہے اور میں تیمارداری کر رہی ہوں۔ خدا کرے تم جہاں بھی ہو تندرست ہو ایسے خوابوں کی تعبیر الٹی ہوا کرتی ہے جوش صاحب کی صحبت میں سرمست و سرشار رہ چکے ہو تو اب آ جاؤ۔ میں نے جولائی کا کوئی پروگرام ابتک نہیں بنایا ہے۔ کل

تمہارے ہی خط کے ساتھ اماں جان کا خط پہنچا ہے کہ اگر مجھے اُن کی ضرورت ہو تو وہ جولائی میں گو الیار واپس آجائیں، کیا کہتے ہو؟ ملازم بغیر جادو کا مسئلہ اور سخت ہو گیا ہے۔ اس پہاڑی ملازم کو راضی کر رہی ہوں کہ ساتھ چلا چلے پیسے تو بہت لیگا۔ لیکن دو چار مہینے کاٹ دیگا۔ بمبئی تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کر رہی ہے؟ مجھے تو رفیق کا پورا پتہ بھی یاد نہیں بہر حال اندازے سے لکھ رہی ہوں۔ خدا کرے تم تک پہنچ جائے۔

ہاں اور سنو! چار جون کو حبیب الرحمٰن صاحب کے نام رجسٹری شدہ درخواست بھجوا دی تھی رخصت کے لیے۔ جو ٹھوکریں کھا کر کل واپس آگئی ذمہ داری ٹریننگ کالج کی ہے۔ مگر کوفت خاصی ہوئی۔ دیکھو عین وقت پر کوئی الجھن نہ پیدا ہو، بہر حال دوبارہ وہی درخواست مع لفافہ اور اپنی تحریر کے کل ہی بھیجی ہے۔ ایم۔اے کا نتیجہ بھی نکل آیا ہوگا۔ البتہ مجھ تک نہیں پہنچا۔

اختر اب آجاؤ۔ اس مرتبہ تو چھٹیوں میں بھی تمہارا ساتھ نہ ہوا۔ سیر تفریح سب بیکار رہی ہے۔ زندگی میں رنگینی تو تمہارے ہی دم سے ہے دوست، اب روکھا پھیکا پن برداشت نہیں ہوتا۔

پھر جولائی کا خیال رہ رہ کر پریشان کرتا ہے۔

جاوا البتہ بہت خوش ہے اور اپنی حالت سے بے خبر،

ایک خط جوش صاحب کے پتے پر لکھوں گی، دو میں سے کوئی ایک تم تک پہنچ ہی جائے گا نا؟

تمہاری صفو

دار السراج
نیو سول لائنس
لکھنؤ
۲۹ر جولائی سنہ ۴۶ء

اختر میرے
شکر کہ تم بعافیت ہو۔

یہ دور بھی کیا گمشدگی کا گزرا۔ "ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی کچھ ہماری خبر نہیں آتی۔" والا عالم ہے۔ لکھنؤ سے آخری خط میں آٹھ جولائی کو لکھ سکی جو تم تک نہ پہنچا ہوگا۔ اسکے بعد سے تو یہ کیفیت ہے کہ ڈاکخانوں پر تالے لگے ہیں تمام لیٹر بکس اکھیڑ کر پھینک دیئے گئے ہیں۔ تار اور ٹیلیفون کا سلسلہ بھی منقطع ہے۔ غرضکہ یہ "تیرہ شبی" اب بھی ختم نہیں ہے۔ اتنے عرصہ بعد تمہیں لکھنے بیٹھی ہوں اور جانے کب تک کچھ باتوں کی نوبت نہ آئے۔ ان حالات کو دیکھ کر یہ بھی ممکن ہے کہ پھر آئے ہی نہیں اس لیئے میری طول کلامی سے گھبرانا نہیں۔

تم نے اتنے بہت سے پیسے بھیجکر مجھے مالامال کیوں کر دیا۔ پہلے اپنے بنیوں کا پیٹ بھرنا تھا کہ زندگی کی کوفت میں یک گونہ کمی ہو جاتی، بہرحال تمہاری خوشی، یہاں پیسوں کی طرف سے حالت خاصی غیر ہو چکی تھی۔ علی گڑھ والوں نے معمولی ڈاک کے ذریعہ جو کچھ بھیجا یا جو غالباً ڈاکخانہ کے کسی کلرک کی پاکٹ میں پناہ گزیں ہوگا۔ اور زیادہ

امکان اسی کا ہے کہ اسکا نقد بھی وہی وصول کرے جیکے کھوئے جانے کی اطلاع مجھے زید بھائی کے ذریعہ ملی۔ وہ علی گڑھ گئے تھے۔

ملازم کا مسئلہ۔ جادو کے نئے منظور نظر لچھمی رام صاحب لکھنؤ ایک ماہ رہے، جادو سے بہت وابستہ رہے مگر بیوی کی یاد اس درجہ ستاتی تھی کہ راتوں کو رویا کرتے تھے۔ کوہستانی عشق کا نمونہ بھی دیکھ لیا، بالآخر طول شب ہجراں کو ناقابل برداشت پاکر برسوں نینی تال واپس ہوگئے۔ وعدہ واپسی کا کر گئے ہیں لیکن اب نہ آئیں گے۔ تاہم تم بڑے میاں کو مت بھیجنا بیکار زحمت ہی ہاتھ آئیگی آجکل ابا نے اپنے گاؤں سے دیہاتوں کا ایک اسٹاف اکٹھا کر لیا ہے۔ انھیں لوگوں سے کام چلایا جا رہا ہے۔ جادو کی خدمت بھی ہو ہی جاتی ہے۔

اماں جان کو راضی کر سکو تو ابتدائے اگست میں کسی کے ساتھ بھجوا دو۔ ان کی ذات سے ان معاملات میں تقویت سی محسوس ہوتی ہے۔ میری ماں تو کوری ہیں اور پھر تندرستی کے لحاظ سے بے کار تھیں۔ آپا اور حمیدہ جادو کے لیے بہت ہیں مگر میرے لیے اماں جان ہی بہتر ثابت ہو سکتی ہیں۔ ڈاکٹر ٹی بہادر کی معرفت ایک اچھے قسم کی لیڈی ڈاکٹر کو بلا کر دکھایا اور طے کیا ہے۔ مہنگی خاصی پڑ رہی مگر بہر دسے کی عورت ہے اس لیے اسے طے کر لیا ہے اگست کے پہلے ہفتے سے بات آگے نہیں جا سکتی۔ یہ تھا اس کا فیصلہ ویسے جو کچھ بھی ہو خود کا تو یہ عالم ہے کہ گزر بھی جا کہ ترا انتظار کب سے ہے۔ طبیعت اس

گھٹس پنے سے عاجز آچکی ہے۔

پرسوں ریڈیو پر مشاعرہ تھا بڑی امید لگا رکھی تھی کہ شاید تم بھی مدعو ہو تفصیل دیکھی تو پتہ چلا کہ غزل گو شعرا کی محفل ہے۔

مشاعرہ برا نہیں ہوا۔ مجھ کو تو ایک ہی شعر پسند آیا۔ نہ اس لیے کہ اچھا تھا بلکہ کچھ اپنی داستان معلوم ہوا۔

"کچھ اس طرح سے بہی جا رہی ہے کشتیٔ دل
کہ جیسے کھول کے وہ بادبان کو کھول گئے"

اختر! اب شکایتیں بھی سننی ہوں گی۔ تم مجھے اپنے سے دور رکھتے ہو۔ مجھے بہت دکھ ہوتا ہے، میں کہاں تک اس طرح رہوں تم نے مجھے اب کبھی نہیں بلایا۔ میں لکھنؤ ہی دن کاٹوں گی مگر اسکے بعد تم سے الگ الگ دور دور رہ کر تو میں مر ہی جاؤں گی، زندگی کی بہاریں میری قسمت ہی میں نہیں دوست؟ تم سے علیحدہ زندگی کے سارے سوتے خشک ہو جاتے ہیں۔ مسکرانا کبھی گناہ معلوم ہوتا ہے کیا تم کو میرا یہی حال پسند ہے؟ سچ بتاؤ۔

اب اگر تم اگست میں میرے پاس نہ آئے تو یقین کرو کہ تمہاری ساری ملائمت و مہربانی پر پانی پھرا ہوا نظر آئے گا۔ میرا جی تم سے باتیں کرنے کو ترس جاتا ہے۔ اختر، تمہیں پا کر میں کچھ اور ہی ہو جاتی ہوں۔ ہاں تمہارے ایما کے بغیر آپا کو احتیاطاً ایک خط لکھ دیا تھا۔ کہ اگر وہ نفیس اور آفتاب کو اماں جان کی سرپرستی میں علی گڑھ

۵ؔ جاں نثار اختر کی بہن

میرے مکان میں رکھنا چاہیں (جیسی کہ انکی دیرینہ خواہش ہے) تو مجھے اطلاع کر دیں۔ کیونکہ اگر اس سال بھی تم نے مجھے علی گڑھ ہی رہنے کو کہا تو دو عدد بچوں سمیت ملازمت کی گاڑی کھینچنا صرف اسی طرح ممکن ہوگا کہ کوئی مددگار کچھ دن کاٹ دے آیا نے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا ہے۔ ویسے ستمبر کے بعد سے جو پروگرام تمہاری نظر میں میرے لیے موزوں ہو تیار کرلو۔ مجھے لکھ دو اور اگر اس میں بھی تمہارے دخل کی ضرورت ہے تو بغیر مجھے اطلاع کیے ہوئے بھی تمہیں اسکا حق حاصل ہے۔ میں اسی طرح رہوں گی جو طریقہ تمہیں پسند ہو۔

جاوید کی شرارت روز افزوں ترقی پر ہے۔ گھر کی ہر شے ہر لمحہ معرض خطر میں رہتی ہے۔ اب تک جانے کتنے برتن ٹوٹ چکے ہیں اور کیا کیا تباہ کاریاں پھیل چکی ہیں۔ مگر گھر والوں کا لاڈ کم نہیں ہوتا۔ ایک رات تنگ ہو کر میں نے ایک چپت لگا دی۔ مزاجداری کا یہ عالم کہ اسی وقت مجھ سے روٹھ کر حمیدہ کے پاس چلے گئے اور آجتک حمیدہ ہی کے پاس سوتے ہیں۔ شاذ ہی یوں تو رات کو رو کر چلے جاتے ہیں۔ گونگے اشاروں سے کام چلاتے ہیں۔ بولنے کی نہ خواہش ہے اور نہ کوشش۔

تھوڑا سا حلوہ بنایا ہے۔ بھیج رہی ہوں تم میٹھی چیز سے گھبراتے ہو مگر شاید چنے کا حلوہ تمہیں پسند ہے بہرحال میری محنت کا خیال کرکے تھوڑا بہت کھالینا۔ ایسا نہ کرنا کہ اسکی بات ہی نہ پوچھو۔

بہت بکواس کرلی، بہت دنوں سے خاموش رہ کر بولی تھی
ورنہ معلوم اب کب تم سے باتیں کرسکوں، یہاں تو شاید کبوتر کے پر
کترنے کو قینچیاں بھی موجود ہوں گی۔ تمہارا حال کیسے سنوں گی؟ اور
تمہیں اپنے تساہل کے لیے ایک معقول عذر بھی مل گیا ہے۔ بہرحال یہ
گھڑیاں بھی کاٹنی ہی ہیں۔

اماں جان آجائیں تو بہت ہی اچھا ہوگا۔

اچھا میری جان خداحافظ نہ جانے کب تک کے لیے؟

تمہاری اپنی

صفو

دارالسّراج

نیو سول لائنس

۲۶/اگست ۱۹۴۶ء

عزیز اختر

خوش رہو

کل صبح میں نے تمہیں خط روانہ کیا اور شام کی ڈاک سے تمہارا
خط یہیں پہنچا۔ تمہاری بیماری کی سن کر تشویش پیدا۔ کسی طرح
تمہیں اپنے علاج کا خیال نہیں ہوتا۔ اس تندرستی کے ساتھ کچھ بھی
نہ کرسکو گے۔ صحت مقدم ہے خدا کے لیے اب بھی اسطرف توجہ کرو۔
تمہارے خط کا جواب: گو کہ میری کمزوری اور چھوٹے بچے کی

آئے دن کی بیماری کا تقاضا یہی ہے کہ میں بھی ابھی ان باقاعدہ کام
شروع کردوں لیکن اب جبکہ تم گوالیار نہ ہو گے میرے پاس اسکے سوا
کوئی چارہ نہیں کہ علی گڑھ چلی جاؤں۔ لکھنؤ میں ہر طرح کی آسائش
ہے مگر اب مجھے یہاں رہنا مہانداری کا سا رہنا معلوم ہوتا ہے میں اگر تو تمہارے
یہاں ہی ہے۔ تم ٹھکانہ دے سکو یا نہ دے سکو۔ چنانچہ تعطیل میں تو سیع
کرنا نہیں چاہتی۔ پھر میری ملازمت کے حق میں بھی اس بے فکری کا نتیجہ
خوشگوار نہیں ہو سکتا۔

اب رہا علی گڑھ جانے اور رہنے کا سوال تو یہ ظاہر ہے کہ
نئے حالات میں زیدی کے ساتھ بسر ممکن نہیں۔ بھائی جان نے جو
تجویز پیش کی ہے وہ ناچار قابل قبول بنانی پڑتی ہے لیکن اس میں
کس قدر استحکام ہے۔ اس کے متعلق مجھے شبہ ہے ابتک تقاضا تھا کہ
نفیس اور آفتاب کے قیام کا مسئلہ طے ہونا چاہیے اتنے ہی عرصہ میں اس
میں ترمیم بھی ہو گئی آخیر تک کیا شکل ہو گی؟ آیا اماں جان ان حالات
کے ساتھ علی گڑھ کے قیام پر رضامند ہو جائیں گی یا نہیں۔ پھر اس
"زنجیر ہوا" پر اعتماد کر کے میں زیدی کو انکار کیسے لکھ دوں۔

ان تمام مسائل سے اہم مسئلہ ملازم کا ہے جسکے لیے یہاں سے کوئی
انتظام ممکن نہیں اور جس کے بغیر علی گڑھ جانا قطعی غیر ممکن ہے جاوہ کی
پرورش کسی کے بس کا کام نہیں۔ تمہیں اندازہ نہیں ہو سکتا کہ وہ کس
قدر قابو سے باہر ہیں۔ ہر لمحہ مکان سے باہر بھاگنے پر آمادہ ہیں

اتنے نگران ہونے ہوئے بھی نہ معلوم دن میں کتنی مرتبہ وہ سڑک سے پکڑ کر لائے جاتے ہیں۔ میرا دماغ ان تمام باتوں کو سوچکر بری طرح چکراتا ہے۔ پھر اگر گوالیار سے کسی ملازم کے ملنے کی صورت پیدا بھی ہو سکے تو خطوں سے تمام سرے ملانا اور بارہ ستمبر کو علی گڑھ پہنچنا میری قوت سے فی الحال باہر معلوم ہوتا ہے۔ ساتھ کون جائیگا۔ علی گڑھ اماں جان پہنچ چکی ہوں گی یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔

تم بمبئی ضرور جاؤ گے! یاد کرو پچھلے تین ماہ سے تم یہی لکھتے رہے کہ گوالیار آنے کے بعد میرے پاس ضرور آؤ گے۔ گزشتہ خط میں بھی تم نے یہی لکھا کہ تمہارا انتظار کروں۔ لیکن اس تیسرے خط سے ظاہر ہے کہ میرے پاس آئے بغیر بمبئی پہنچنے کا قصد کر رہے ہو۔ میں ہرگز نہ مانوں گی تم دو کی رات کو چل کر تین کی صبح یہاں پہنچو۔ مجھ کو یہاں سے روانہ ہو جانا۔ میرے پاس آئے بغیر بمبئی نہ جانا۔

اپنے پچھلے وعدے تو یاد کرو۔ تمہارا چھوٹا بچہ ابھی تک تمہاری اشیرباد سے محروم ہے۔ اس غریب کو آ کر دیکھو۔ صورت شکل میں وہ تمہارے جادو سے بڑا نہیں۔ کھرے نقشے والا اور سلونا بچہ ہے بمبئی سے تم ایک دو مہینے پہلے کیا واپس ہو سکو گے۔ آخر ہم سب کو دیکھنے کا کوئی جذبہ تم میں کیوں نہیں پیدا ہوتا اختر؟

میں تمہاری فرمائش کے مطابق تار اکتیس کو اگر دوں گی تو یہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ تار ملتبی تعطیل کے لیے کس حد تک مددگار ہو سکتا ہے

بہر حال تم بمبئی جا ہی رہے ہو تو میرے پاس ہوتے ہوئے جاؤ۔

تو گویا میرے علی گڑھ کے قیام اور ملازمت کا مسئلہ اب تم ہی سے متعلق ہے۔ تم دو دن کو چلے آؤ اور ساتھ مل کر جو کچھ بھی طے کر سکیں کر لیں۔ تمہارے آنے تک تمام باتیں یونہی رہیں گی۔ اب میں تمہارے خط کا نہیں تمہارا انتظار کروں گی۔

زیادہ پیار
تمہاری
صفو

دارالسّراج
لکھنؤ
۱۱ ستمبر سنہ ۴۶ء

عزیز اختر
ایک خط پیشتر لکھ چکی ہوں۔ تم بمبئی سے واپس آ گئے ہو گے کل آپا کا خط ملا جس سے معلوم ہوا کہ اماں جان پنجاب گئی ہوئی ہیں لہٰذا فی الحال علی گڑھ جانا قطعی ناممکن ہے اب صورت یہی ہے کہ ایوب کو بھیجو کہ وہ مجھے سولہ ستمبر (اتوار) کو یہاں سے ساتھ لیکر واپس گوالیار روانہ ہو جائے۔ ملازم کا یہاں سے ہرگز انتظام ممکن نہیں اس کے علاوہ گوالیار کے لیے ساتھی بھی نہ مل سکے گا۔ کیونکہ لے دے کر صرف ابو ہی تھے۔ انہیں ملازمت سے فی الحال فرصت نہ ملے گی۔ چھٹی کی درخواست بھیج دی ہے۔ یونیورسٹی والوں کی

برہمی کھی کھٹکتی ہے۔ بہرحال۔ زیادہ پیار۔ جواب کی منتظر۔

تمہاری صفیہ

دارالسرانج

نیو سول لائنس لکھنؤ

۱۲ر ستمبر سنہ ۴۶ء

میرے اپنے اختر

بہت سے پیار

تمہاری خیریت منتظر ہوں، کل خط لکھ چکی ہوں، پندرہ کی رات کو ایوب کو بھیج دینا تاکہ وہ سولہ کو یہاں پہنچ جائیں۔

مضمون تیار کر لیا ہے۔ اردو کے پروفیسر اور پورے ہندوستان کی شہرت کے شاعر کی بیوی کے مضمون میں اگر زبان کی سینکڑوں غلطیاں نکلیں تو کون معاف کرے گا؟ مگر کیا کروں دوست؟ کم سے کم تمہیں مت ہنسنا۔ میرے لئے یہی بہت ہوگا۔

خدا کرے اچھے ہو اور خوش۔ تمہاری صفیہ

مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

۱۰ر اکتوبر سنہ ۴۶ء

اختر

تم سے رخصت ہو کر کل دوپہر علی گڑھ پہنچ گئی۔ گوالیار سے

گاڑی کافی خالی ملی یہ پہلا موقع تھا کہ گوالیار سے آگرہ تک کا سفر اتنی آرام سے گزرا۔ آگرہ میں نفیس کے منشی جی تو سوتے رہ گئے۔ بعد میں آئے ہم لوگ اترے وٹنگ روم پہنچے، معظم گیٹ پہ موجود تھے وٹنگ روم میں دو ڈھائی گھنٹے سونے کے بعد ٹرین میں جگہ لے لی، معظم نے چائے وغیرہ پلوائی، غرضکہ سفر آسانی اور آرام سے گزر گیا۔ البتہ یہاں پہنچکر زندگی میں جو سناٹا محسوس ہوا اسکا احساس شاید تم ہی کو ہو سکتا ہے اور بس۔

ادھر تمہارا تصور رہ رہ کر دل میں کروٹ سا لیتا ہے۔ نہ جانے کیسے ہو اور کس حال میں ہو؟ گھر کی اداسی کا خیال کر کے میرا دل پھٹنے سا لگتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ مر رہوں۔ جب میری ذات تمہاری خدمت ہی کے لائق نہیں تو پھر اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ خیر اپنی خیریت برابر لکھتے رہو۔ میں انتظار میں جیوں گی۔

فاطمہ بہن کو آداب کہو۔ تمہاری

صفیہ

مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

۱۶ ر اکتوبر سنہ ۴۶ء

عزیز اختر

مزاج اچھا تو ہے۔ یاد ش بخیر اُس آفت جاں کا۔

تمہاری صفیہ

مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

۱۹ر اکتوبر ۴۶ء

میرے اپنے اختر

خدا کرے اب تمہاری طبیعت اچھی ہو۔

آج دس دن ہو گئے تم سے رخصت ہوئے تمہاری تحریر کبھی دیکھنے کو نہیں ملی۔ زندگی بے کیف ہے دن کٹ رہے ہیں تم اپنا علاج کر ڈالو تم نے اپنی تندرستی پوری طرح تباہ کر ڈالی ابھی دنیا کو تم سے بہت سے فائدے پہنچنے باقی ہیں۔ تم اپنی صحت کا خیال کرنا سیکھو میرے دوست۔

تمہارے دونوں بچے اچھے ہیں۔ میری خدمتوں کے محتاج۔ سچ جانو میں اس میں خفیف سی کوتاہی نہیں کرتی۔ میرے خون کا آخری قطرہ بھی تمہارے لیئے ہے اسی راہ میں صرف ہوگا۔ منہ میرا بدستور خراب ہے مگر حکیم کو دکھانے کی نوبت نہیں ہے۔ خط لکھو حال معلوم کرنے کیلیے پریشان ہوں۔

زیادہ پیار۔ تمہاری صفیہ

مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

۲۰ر اکتوبر ۴۶ء

اختر عزیز

تم پھر بیمار ہو ہی گئے۔ ہم سب کا واسطہ اپنی تندرستی کا کچھ تو خیال

کرد۔ میری قسمت میں تم سے دوری لکھی ہے وہ کسی قیمت پر بھی نہیں ہٹتی آج
جی چاہتا ہے کہ تمہارے پاس ہوتی۔ مجھے تو تسکین اسی میں ملتی پر کیا کروں کیسے آؤں
اب تم جلدی سے اچھے ہو جاؤ۔ مجھے اپنی تندرستی کی خبر سناؤ۔ میں پریشان ہوں
تمہارا احباد دوست ہے اور حالات سے بے خبر۔ زیدی صاحب کا کنبہ فی الحال یہیں
مقیم ہے۔ حسن عبداللہ صاحب کا سامان اٹھ جانے کے بعد منتقل ہوگا۔

یہاں زندگی مشین کی طرح چل رہی ہے۔ صبح سے شام اور شام سے
صبح ہوتی رہتی ہے۔ ایک دلچسپ خبر:- آل انڈیا ریڈیو نے تقریر کیلیے
مدعو کیا ہے "نظر اپنی اپنی" پر پانچ منٹ مسعود حسین خاں کو پانچ منٹ
اختر انصاری کو اور پانچ مجھے عطا ہوئے ہیں۔ تینوں کو ایک ہی عنوان
یعنی محبت پر مختلف زاویوں سے بولنا ہے۔ مسعود خاں سے ملنا ضروری
ہے اسکے بعد کسی نتیجہ پر پہنچ سکوں گی۔ میرا خیال تو یہی ہے کہ فلسفیانہ اور
نفسیاتی نکتۂ نظر میرے لیے زیادہ موزوں رہیگا۔ جمالیاتی کے سلسلے میں اختر
انصاری اور مسعود خاں حصہ بانٹ کر سکتے ہیں! تم کہو؟ تمہاری دسہرہ
کی تعطیل کی کیا تفصیلات ہیں؟

خدا کرے اب تمہاری طبیعت سنبھل چکی ہو۔ میرا جی رہ رہ کر وحشت
کھاتا ہے۔ رات تمہیں خواب میں بھی دیکھا۔ یہاں کی الجھنیں تمہاری علالت
کے مقابلہ میں ہلکی معلوم ہو رہی ہیں۔

فاطمہ بہن سے آج ہی خیریت کا خط لکھوا دو۔ پیار

تمہاری صفیہ

مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ
۲۲ر اکتوبر ۴۶ء

اختر عزیز

تمہارا حال کئی دن سے معلوم نہیں ہوا۔ جی بڑی طرح پریشان ہے کہیں تم مجھ سے خفا تو نہیں۔ میں بے موت مر جاؤنگی۔ میرے لیے یہی کیا کم ہے کہ تم تک پہنچ نہیں سکتی۔ خدا کرے تمہاری خیریت جلد معلوم ہو جائے ورنہ میں جس طرح بھی ہوگا چل پڑوں گی مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔

ہاں ریڈیو کی تقریر کے لیے اپنی مرضی لکھو۔ ویسے تمہیں پسند نہ آئے تو انکار بھی ممکن ہے۔ اختر انصاری کی فرمائش آئی ہے کہ پہلے میں تقریر لکھ کر بھیجدوں اسکی رُو سے وہ خود لکھیں گے۔ میری دشواری کم ہونیکے بجائے دو چند ہو گئی ہے۔

جاوید ہر وقت اودھم پر آمادہ نظر آتا ہے نہ جانے کہاں کی زندگی اس میں کوٹ کوٹ کر بھر گئی ہے۔ آفتاب سے کافی مانوس ہو گیا ہے بعض وقت ایسے محبت بھرے انداز میں خود ہی لپٹ لپٹ کر مجھے پیار کرتا ہے کہ مجھے تمہارا شبہ ہونے لگتا ہے۔ میں تمہارے حصہ کے پیار بھی اسی کو کر لیتی ہوں۔

فاطمہ بہن کی طبیعت کیسی ہے؟ میرا پیار کہو اور خط کا تقاضا کر دو۔

تمہاری
صفو

مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ
۲۴ر اکتوبر ۷۶ء

اختر عزیز

خدا کرے تم اب بالکل تندرست ہو۔

تمہارے خط مجھے مل گئے۔ اب بیماری سے چھٹکارا پا لینے کا مطلب یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ علاج اور احتیاط کی طرف سے بالکل غافل ہو جاؤ۔ اختر تمہاری تندرستی بالکل گر گئی ہے تمہیں مستقل آرام کی ضرورت ہے اور علاج کی بھی۔ ڈاکٹر کی دوا کا استعمال ابھی جاری رکھو۔ بلکہ جی تو یہ چاہتا تھا کہ تم دہلی جا کر حکیم کو دکھا آتے مگر اس توقع میں دو سال سے زیادہ گزر گئے تم نے توجہ نہ دی۔ خدا نہ کرے پھر ایک آدھ مہینے بعد طبیعت بگڑی تو کیا کرو گے؟

اختر تم مجھے خط ضرور لکھتے رہا کرو۔ اُن سے مجھے زندگی میں ایک تازہ قوت محسوس ہوتی ہے۔ میں تمہارے ایک خط کے سہارے کئی دن زندگی گزار لیتی ہوں۔ مجھے اپنے خطوں سے تو نہ ترساؤ۔

آج بڑے میاں نے الٹی میٹم دیدیا، رحمان آئے نہ آئے وہ روانہ ہو رہے ہیں۔ گو کہ کام ان سے بہت کم ہی ہوتا تھا۔ لیکن دم کا سہارا تو تھے راشن کارڈ بنوانے راشن خریدنے سے لیکر امتحان کے پرچے دیکھنے کی ذمہ داریاں بھگت رہی ہوں۔ میرے پاس اس مرتبہ تین سیٹ پرچوں کے آگئے ہیں پھر

تمہارا Lieber non mother con queer والا سیٹ کبھی آیا وہ کبھی دیکھا وہ تو کہو کھیل آتا ہے اس نے بڑی مدد کی تین دوپہریں ضائع کر کے اس نے تمام کام کروایا۔ ورنہ میری جان آدھی کبھی نہ رہتی صبح آٹھ بجے سے ڈیڑھ بجے تک کالج میں موجودگی لازم ہے اسکے بعد گھر پہنچتے ہی ہر دو صاحبزادگان کے مسائلِ حیات درپیش ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ دوسری صبح پھر آجاتی ہے اور پھر کالج آنا ہی پڑتا ہے۔

نہیں کئی دن سے میں نے خط نہیں لکھا اسلیے نہیں کہ محنت و مصروفیت میں مبتلا تھی بلکہ اگر خط لکھتی تو اس میں کچھ نہ کچھ تلخی ضرور شامل کر دیتی اس لیئے خاموشی بہتر سمجھی۔

چھوٹے صاحبزادے کی طبیعت الگ کچھ یونہی سی ہو رہی ہے جادو تو خیریت ہے۔ ہر حسین لڑکی پر اپنی جان چھڑکنے کو تیار رہتا ہے۔ دو تین دن ہوئے انور میاں اور غزالہ پہنچ گئے۔

غزالہ کی لڑکی پر پروانہ وار شیفتہ ہو گیا۔ حد ہے کہ اُن سب کے پیچھے سڑک پر دور تک دوڑتا چلا گیا کہ میں ساتھ جاؤں گا۔ اپنی کیا سناؤں۔ منہ کا وہی پہلا سا ملکہ پہلے سے بدتر حال ہے بھوک بھی لگتی ہے تو کچھ کھایا نہیں جاتا۔ اب تو نمک بھی لگتا ہے۔ بس دودھ اور شکر پر گزارا ہے۔ ایک تو خرچ چوگنا۔ دوسرے دنیا کی ساری لذتوں سے محرومی، ماں بننے کا شوق رنگ لا رہا ہے۔ لیکن سنا ہے کہ بڑھتا ہے اور شوقِ گنہ یاں سزا کے بعد، اللہ ہی رحم کرے۔

علاج حکیم عبداللطیف کا کر رہی ہوں گی گو کہ پابندی ممکن ہی نہیں رحکیم کے پاس پہنچنا پھر وقت پر دوا منگوانا یہ سب بہت ہی مشکل کام ہیں۔ بہر حال۔

زیدی ابھی ڈٹے ہوئے ہیں۔ اس شور و شغب سے اور بھی دماغ پریشان ہے ایک کمرے میں زندگی کے سارے مراحل انجام پا رہے ہیں، دیکھو یکم نومبر تک بھی خالی کرتے ہیں یا نہیں۔

ریڈیو کی تقریر میں نے اسی مصروفیت کے دور میں لکھ ڈالی، مسعود حسین خاں کو بھجوا دی۔ کل ٹریننگ کالج اعجاز حسین (کوئی ریڈیو سے متعلق بزرگ ہیں) آئے تھے۔ تقریر کی حبیب صاحب اور غفور صاحب سے بہت تعریفیں کر گئے۔ چلو رعب رہا۔

تم میرے جانے آنے کے متعلق پریشان ضرور ہو گے۔ ترکیب یہ ذہن میں ہے کہ اگر اس دن تک بچے کی طبیعت درست ہوئی تو اسے اماں جان کے پاس چھوڑ کر بارہ بجے دوپہر کی گاڑی سے چلی جاؤں گی (رحمان آ گیا تو اسے ساتھ لیلوں گی) لیڈی ہارڈنگ میں میری دوست ریاض فاطمہ بحیثیت مریض کے مقیم ہیں ان کے پاس پہنچ جاؤں گی۔ وہاں سے ریڈیو اسٹیشن اور براہِ راست واپسی اسٹیشن پر۔ اس طرح تین بجے رات کو پھر علی گڑھ آ چکی ہوں گی۔ بہر حال اور کیا لکھوں زندگی میں کوئی رس باقی نہیں رہا۔ بس مشین کی طرح گردش کر رہی ہے۔ بعض وقت تو پوری طرح بچ نکلنے کا جذبہ مضبوط ہو جاتا ہے کیا مجھے اب بھی پناہ نہ دو گے؟ میں نے

تو زندگی کی ساری مصیبتوں سے بچ کر تمہارے ہی دامن میں آڑ ڈھونڈھی ہے تم مجھے اپنے سے دور نہ کرو۔ تم سے الگ ہو کر مجھے بہت دکھ اٹھانے پڑتے ہیں تم تو سمجھ بھی نہیں سکتے کہ تمہاری صفیہ کس بہادری سے ساری مشکلوں کا مقابلہ کرتی ہے۔ آؤ پیار لو، فاطمہ بہن کو بھی پیار۔ تمہاری

صفیہ

مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

۱۶ر نومبر ۴۶ء

اختر میرے (اور فاطمہ بہن)

خوش تو ہو۔

اس طرف میں نے تمہیں بہت ہی کم خط لکھے میں جانتی ہوں کہ تم میرے لیے برابر پریشان رہتے ہو گے۔ میری ادھر یہ حالت کہ جس MSO میں بیشتر وقت گزرتا ہے وہ تم سے مخاطبت کے لیے موزوں ہی نہیں معلوم ہوتا۔ جی چاہتا ہے کہ تم سے باتیں کرتے وقت تمہارے علاوہ سب کچھ بھول چکی ہوں۔ مگر آج کل غم روزگار غم عشق کے برابر ہی شدید معلوم ہو رہا ہے۔ سیاسی فضا کے تکدر نے ذہن و دماغ کو ماؤف سا کر رکھا ہے میں تو بہت کچھ مضبوطی سے دن گزارتی ہوں، مہلت ہی کہاں ہے چیزوں کی اہمیت پر غور کروں البتہ تمام لوگ علی گڑھ کے پوری پوری رات جاگ کر گزارتے ہیں۔ دو ایک دن تو یہ شکل تھی کہ ہر لمحہ یہی اندیشہ ہوتا تھا کہ اب

یونیورسٹی پر شہر والوں نے حملہ کیا اور اب کیا۔ آفتاب ہاسٹل میں عورتوں اور بچوں کا منتقل ہونا قرار پا گیا تھا، بہرکیف اس حالت میں بھی اپنے بیمار بچے کو لیکر نوکر کیسے ساتھ شہر گئی۔ ڈاکٹر کو دکھانے، سڑک پر گورے سپاہیوں کا پہرہ تھا مشین گن والی لاریاں مستقل چکر لگا رہی تھیں مجھے رہ رہ کر اپنے جرم کا احساس ہوتا کہ تم پاس ہوتے تو مجھے ہرگز نہ جانے دیتے! لیکن یہ بھی تو تمہاری ہی خاطر کیا تھا دوست۔

بچے کی کیفیت:۔ یہ بچہ واقعی طرحدار پیدا ہوا ہے، جبدن سے دنیا میں آیا ہے، سینکڑوں روپیوں اور بیشمار آنسوؤں کا خون کرا چکا ہے ہنوز نہ اِدھر ہے نہ اُدھر۔ بڑے زوردار طریقے پر علاج جاری ہے اجمل ہی کا علاج قائم ہے بدلتے ہوئے بھی تو ڈر معلوم ہوتا ہے۔ اسقدر کمزور ہو گیا ہے جیسے ایک مہینہ کا بچہ۔ اماں جان محنت کافی کر لیتی ہیں تاہم ساری فکروں کا بوجھ تو مجھی پر ہے، کل سے بدہضمی میں مبتلا ہے۔ کھانسی کی شدّت تم دیکھو تو ڈر جاؤ۔

چھٹیاں پچیس نومبر سے شروع ہونے والی تھیں۔ خیال تھا کہ جسطرح ہو گا علیگڑھ چلی آؤں گی۔ بعد میں دیکھا جائے گا۔ اب دو مشکلات سامنے ہیں (۱) بچے کو اس حالت میں لیکر سفر کیسے کروں گی۔ سردی کے اثر سے کہیں اور لیٹ گیا تو زندگی کی امیدیں ہی ختم ہیں (۲) سیاسی حالات کو دیکھتے ہوئے ممکن ہے کہ گرلز کالج بند ہو کیونکہ ان حالات میں لڑکیوں کا سفر کرنا حد درجہ نامناسب ہے اگر کالج بند نہ ہوا تو میرا کام بھی جاری

رہیگا اور اس طرح میری موجودگی بھی ضرور ہوگی۔

فاطمہ بہن کی بھیجی ہوئی ساڑیاں اور تمہاری بھیجی ہوئی ملازمہ پہنچی تم لوگ مجھے اس طرح چاہنے لگتے ہو تو مجھے عجیب طرح کا مسرت کا احساس ہوتا ہے مجھے تو کسی طرح کی فکر نہ ہونا چاہیئے، میرے لیے فکرمند ہونے والے اور بھی موجود ہیں! ہے نا؟ ساڑیاں پسند آئیں لیکن اس بات پر غصہ ضرور آیا کہ نیلی ساڑی کے انتخاب کے وقت فاطمہ بہن یہ کیوں بھول گئیں کہ صفیہ کے یہاں خود ہی رنگ کی زیادتی ہے۔ بہر حال اُن کے حسن ظن کی داد دینی ضرور ہے کہ اتنا گہرا نیلا پہننے کی صلاحیت بھی مجھ میں باقی ہے۔

اچھا اختر دعا کرو کہ میرا بیٹا اچھا ہو جائے۔ میری دولت تو یہی کچھ ہے، میری زندگی انہیں بیساکھیوں پر قائم ہے۔ پیار

تمہاری صفو

مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ

۲۵ نومبر ۴۶ئہ

عزیز اختر

کل رات ایوب پہنچے اور آج صبح تمہارا خط ملا۔ کل بیٹھ کر وقت نکال کر تمہیں خط لکھا تھا۔ جسے دستی بھیجنے کا ارادہ تھا۔ میں آج روانہ کیسے ہو سکتی ہوں؟ ملازمت کے مسائل کی پیچیدگیاں دیکھو، گرلز کالج دوسری دسمبر سے بند ہوگا اس لیے پریکٹس جاری رہے گی۔ چنانچہ میری

خدمات بھی درکار ہوں گی۔ اس حال میں مجھے چھٹی نہیں مل سکتی۔ کوشش میں ہوں
کہ بی۔ ٹی کی لڑکیاں خود ہی پریکٹس سے انکار کر دیں۔ اسکے لئے ابھی وقت چاہیے
پرسوں کام ختم ہو سکیگا۔ اسوقت ممکن ہوا تو کفیل کو ساتھ لیکر آؤں گی۔
ورنہ پھر خط لکھوں گی تم اپنی چھٹی میں آنا دو دسمبر سے۔
اس طرف چھٹی لیکر روانگی تو اس لحاظ سے بھی خطرناک ہے کہ کبھی گوالیار
سے وقت پر واپسی نہیں ہوتی اور اس طرح یہ تمام چھٹیاں معرض خطر میں پڑ
جائیں گی اور بعد میں توسیع ممکن نہ ہوئی۔ پھر آج ایکا ایکی تیاری ممکن ہی نہ تھی
بچوں کو ساتھ لیکر آنا ہے۔ گھر کا سامان اِدھر اُدھر کرنا ہے اور اب کا ٹھہرنا ممکن
نہیں ورنہ کل نہیں تو پرسوں ضرور روانگی کی شکلیں پیدا کی جا سکتی ہیں۔
رحمان الگ محرم گھر ہی پر کرنے پر مصر ہیں۔ سمجھا تو رہی ہوں کہ دو
دسمبر سے سات دسمبر تک کے لیئے جائے۔ فی الحال راضی نہیں ہے دیکھو
طرح طرح کی شکلیں ہیں۔ دماغ پگھلنے سا لگتا ہے۔ اس طرف جا دو کبھی
بیمار ہو گیا اس کی ناز برداریاں معاذ اللہ۔ بس تم یاد آ گئے۔
بڑی بی داغِ مفارقت دے گئیں۔ اپنی محنت کا صلہ کچھ روپے
اور ایک چادر چڑھا کر رخصت ہوئیں۔ کسی کام کے لیے موزوں نہ تھیں۔ تم
نے اتنی پریشانی اٹھائی مجھے آرام نہ پہنچا۔ بہر حال۔
اب صورت یہ ہے کہ اگر چھٹی مل جاتی ہے اور حالات ساز گار ہوتے
ہیں تو کفیل کے ساتھ آ جاؤں گی۔ خطرات کا کیا؟ ورنہ تم کو لکھوں گی
تم محرم کی تعطیلات میں یہاں آ جانا۔ بس۔

تمہارے کپڑے بھیج رہی ہوں۔ لحاف سی لیا تھا۔ فاطمہ بہن روئی بھروا لینگی۔ ایسی کوئی دقت نہ ہوگی۔ دو قمیصوں کا کپڑا بغیر سِلا بھیج رہی ہوں۔ یہاں سلوانا مشکل ہے تم وہیں سلوا لو۔ بلکہ فاطمہ بہن سلوائیں گی۔ تم اس کام کو کیا انجام دے سکو گے۔ خیال تھا کہ ساتھ لاؤنگی اب پہنچنے میں شبہ ہے دیکھو۔

بچوں کے وجود نے سارے ارادوں میں اس طرح روکاوٹیں پیدا کی ہیں کہ خدا یاد آتا ہے۔ تنہا ہوتی آج ہی پہنچ سکتی تھی۔

تمہاری یہ فرمائش کہ دونوں بچوں کو قتل کر کے میرے پاس آجاؤ۔ تجویز معقول سی معلوم ہوئی مگر WHO WILL BELL THE CAT?۔

بار بار جی چاہتا ہے کہ ایک بار سب جھگڑوں سے فراغت حاصل کر کے تم تک پہنچ جاؤں۔ پھر تم جانو اور تمہارا کام۔ پھر سوچتی ہوں کہ ذرا سہولت اور اطمینان سے کام کرنا مناسب ہوگا۔ اس طرح سب کچھ بگاڑ کر زندگی نبانا کہاں کی سمجھداری ہے۔ قاعدہ سے نوکری چھوڑوں غرضکہ الجھنوں سے جی عاجز ہے اختر۔

فاطمہ بہن کو سلام و پیار۔

جی ڈر رہا ہے کہ کہیں تم خفا نہ ہو جاؤ کہ تم نے لینے والا بھیجا۔ مگر میں روانہ نہ ہوئی لیکن ساتھ ہی چونکہ مجھے تم پر اعتماد دیا ہے اسلیئے اسی کی توقع تم سے کبھی رہتی ہے۔ واقعی میرا آنا آج کسی طرح ممکن ہی نہ تھا خواہ اسکے لیے رونا ہی کیوں نہ پڑے مگر ٹھہرنا ہے۔ کفیل میرے ساتھ

آ ہی جائیں گے اگر میں روانہ ہو سکی تو۔ زیادہ پیار

تمہاری صفیہ

مسلم گرلز کالج

علی گڑھ

۲۹/ نومبر ۴۶ء

عزیز اختر

مجھے بمشکل تمام امتحانوں سے فرصت ملی ہے۔ رہ رہ کر نیت یہی ہوتی ہے کہ گوالیار روانہ ہو جاؤں۔ چنانچہ کفیل سے میں نے سب کچھ طے بھی کر لیا تھا۔ اب عین وقت پر کفیل کے رشتہ داروں یا ہموطنوں کو کوئی حادثہ سفر کے دوران میں پیش آ گیا۔ شوہر مارا گیا۔ بیوی مجروح ہوئی اسپتال بھیجی گئی۔ اس سلسلہ میں اسے مجبوراً جانا پڑا۔ اب کوئی نہیں۔ پھر بچے کی تندرستی کی حالت بھی یہی کہتی ہے کہ سفر کا اثر اس پر خوشگوار نہیں پڑ سکتا۔ گوالیار پہنچتے ہی کسی تازہ پریشانی کا شکار رہنا پڑا۔ تو میں کیا کروں گی؟ پھر طرفہ تماشا یہ کہ جادو کا ملازم ادریس بھی بخار میں مبتلا ہے۔ غرضکہ ہر طرح مصیبت ہے۔ اب ترکیب یہ ہے کہ تم اور فاطمہ بہن دونوں تیس کی رات کو گوالیار سے روانہ ہو جاؤ اور یکم دسمبر یعنی اتوار کو گیارہ بجے دن کے میرے پاس پہنچ جاؤ۔ میرا سفر کرنا مع ملازمین اور بچوں کے دقت طلب بھی ہے اور ہر طرح سے زیادہ پریشان کن۔ تم دونوں کا سفر نسبتاً آسان ہے۔ پھر محرم میں علی گڑھ گوالیار

سے زیادہ محفوظ بھی رہے گا۔ تم نے مجھ سے کہا بھی تھا کہ علی گڑھ کو BASE بنا لیا جائے۔ چنانچہ فی الحال اسی کی ضرورت محسوس کر رہی ہوں کہ تم دونوں علی گڑھ کو اپنا گھر سمجھو اور بالکل سلجھے پن اور سادہ دلی سے خواہش کر رہی ہوں کہ مجھے مجبور سمجھ کر میرے گوالیار نہ پہنچنے پر خفا مت ہو اور خود یہاں آ جاؤ۔ چار دن کی چھٹیاں ہوں گی دو دن کسی طرح اور چھٹی حاصل کر کے ایک ہفتہ بنایا جا سکتا ہے۔ بہر حال تم دونوں کا پورا پورا انتظار کروں گی۔ تمہارے خیر مقدم کو میں کبھی اسٹیشن نہیں آئی لیکن اب چونکہ فاطمہ بہن کی آمد بھی ہے اسلیے یکم دسمبر کو گیارہ بجے مع جاوید کے اسٹیشن پر موجود ہوں گی۔ اب تم جانو۔

اگر خدانخواستہ گوالیار کی سیاسی فضا ایسی ہے کہ فاطمہ بہن اپنے بچوں کو تنہا نہ چھوڑنا پسند کریں تو صرف اس حالت میں انہیں چھوڑ کر آ سکتے ہو۔ اس کے علاوہ ان کا کوئی عذر قابلِ قبول نہ ہو گا۔

میں تمہاری منتظر ہوں۔ کوئی عذر مت لکھنا۔ تمہاری بیماری سے اٹھنے کے بعد تم کو اب تک میں نے دیکھا نہیں ہے۔ پھر آخر میرا تم سے ہنسنے بولنے کو بھی تو جی چاہتا ہو گا آخر؟

اچھا تو تم لوگ آ رہے ہو نا؟

باقی ملاقات پر

تمہاری

صفو

مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

۱۶ر دسمبر ۴۶ء

اختر عزیز

خدا کرے تم اچھی طرح ہو۔

آج کالج سے واپسی پر خلافِ امید فاطمہ بہن کو موجود پایا۔ منّی کا بورڈنگ کا داخلہ کل ہی مکمل ہو گیا تھا۔ بیس روپے زیادہ چارج کر لیے گئے ہیں ہیں خود ہی ورنہ سعیدہ کی معرفت سب ٹھیک ٹھاک کرا دوں گی۔

ہاں نثار کے لیے فاطمہ بہن ہوٹل میں انتظام کر رہی ہیں۔ میں نے سمجھایا کہ جو حشر میرا ہے وہی نثار کا بھی رہیگا۔ آرام نہیں تکلیف ہی سہی لیکن مجھے اس خیال سے قطعی خوشی نہ ہوگی کہ میری موجودگی میں نثار ہوٹل میں کھانا کھائے لیکن وہ سمجھنے کے لیے تیار نہیں۔ تم بتاؤ؟

کرسمس پر آرہے ہو نا؟

تمہارے خط کی تمہاری خیریت کی اور تمہاری منتظر

صفیہ

مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ ۱۷ر دسمبر ۴۶ء

اختر عزیز

یہ خط کل کا لکھا رکھا ہے تم آؤ تو میرا جالی کا کرتہ اپنی شیروانیوں کا کپڑا

اور ممکن ہو تو ایک شہد کی بوتل ساتھ لیتے آنا۔ شہد یہاں تلاش کے بعد بھی نہیں ملا۔
ہاں ابھی ابھی غفور صاحب آئے تھے بتاتے تھے کہ لیٹ صاحب نے ڈاکٹر ضیاء الدین کے P.A کی جگہ لے لی ہے اب اردو ڈپارٹمنٹ میں ایک عارضی جگہ خالی ہے اگر تمہیں خواہش ہو تو فوراً اس کے لیے کوشش شروع کر دو تاخیر سے گڑبڑ کا امکان ہے بہر حال مصلحتوں پہ غور کر کے کسی نتیجہ پر پہنچ سکو تو مجھے جلد از جلد مطلع کر دو۔ تمہاری

صفیہ

مسلم گرلز کالج

علی گڑھ

۱۰ / جنوری ۱۹۴۷ء

اختر

خدا کرے تم اچھے ہو اور خوش ہو ہر روز برابر تمہارے خط کا انتظار کرتی ہوں اور مایوس ہوتی ہوں نہ جانے کیوں بعض وقت عجیب طرح کی دوری محسوس کر کے دل ڈوب سا جاتا ہے کیا سچ مچ تم مجھے بھولے رہتے ہو مجھے تو کبھی اسکا یقین نہیں آسکتا پھر بھی ایسا احساس ذہن میں کیوں ابھرتا ہے اختر؟
کیا میرا حال سننے کو جی چاہتا ہے؟ اور اگر نہ بھی چاہتا ہو تو تمہارے سوا کسی کو نہیں سنا سکتی، سنو!
زندگی قطعی اجاڑ ہے ایسی اُجڑی اور ایسی اداس کہ شاید تم کبھی اندازہ نہ کر سکو۔ دل کی دنیا کیسی سُونی پڑی ہے، کبھی مسکرانے کا خیال

بھی آجائے تو معلوم ہوتا ہے کوئی جرم کیا۔ آنکھوں میں رنگ اور چہرہ
پر خوشی کیسے پیدا ہوتی ہے یہ بھولی سی چیزیں ہو چلی ہیں۔

تم کہو گے کہ میں جذباتی باتیں کر رہی ہوں اور یہی بھی کہو گے کہ کیوں
کر رہی ہوں۔ سب ٹھیک ہے سب کچھ ٹھیک ہے تم چاہو تو تمہاری خوشی
کی خاطر اس ویرانی کو بھی گوارا بنا سکتی ہوں لیکن پھر اسکی توقع نہ کرنا
کہ زندگی سج بھی سکے گی۔ اختر مجھے اسکا یقین نہیں میرا یہ ایمان بن چکا ہے
کہ تمہیں میرا خیال ہے۔ میری تکلیف سے تمہیں تکلیف اور میرے دکھ سے
تمہیں دکھ پہنچتا ہے۔ لیکن کیا کروں کہ اس کے باوجود بھی مجھے اطمینان اور
سکون نہیں حاصل۔ کیا میرے سکون کے لیے یہ کچھ کم ہے کہ تم میرے درد و
غم کے شریک ہو، اگر سچ جانو بعض بعض وقت جیسے کوئی چپکے سے منہ چڑا
دیتا ہے اس پر کہ میری زندگی میں سناٹا ہی سناٹا ہے۔ تمہاری ایک
نظر سے ایک مسکراہٹ سے میری اندھیری دنیا جگمگا اٹھتی ہے تم سے
دور ہوں، ہر طرح پاس رہنے کی کوشش کے بعد بھی۔ اختر! آخر یہ
گھڑیاں پھر تو واپس نہ آئیں گی۔ انتظار میں میرے کئی سال بیت گئے
میری تشنگی کم نہیں بلکہ زیادہ ہونا ہی چاہیے۔ میں اسطرح کب تک رہوں
تمہاری محبت کا سہارا میرے لیئے کافی ہونا چاہیئے تھا مگر میں اقرار کرتی
ہوں کہ تمہاری پرستش دور سے کر لینے پر بھی یہ اداسی اور یہ ویرانی دور
نہیں ہوتی نہ جانے میرے اندر کونسا زہر گھلتا جاتا ہے میں نہ اس طرح جی
سکتی ہوں اور نہ جینا چاہتی ہوں۔ کچھ عرصہ تو اس خیال اور احساس

کے ساتھ اچھا گزر جاتا ہے کہ دور رہ کر بھی میں تمہاری ہوں مگر پھر سب دھوکا نظر آنا شروع ہوتا ہے اور سب فریب معلوم ہونے لگتا ہے۔ اور میں انتہائی تلخ ہو جاتی ہوں۔ بچوں کی خدمت کر کے بھی دیکھ لی اس میں مجھے سکون ضرور ہے مگر دائمی نہیں، میں زندہ رہنا چاہتی ہوں تو صرف تمہاری خوشی کے لیے۔ اگر تمہاری خوشی اس میں ہے کہ میں اس برباد حالی ہی کو گوارا بناؤں تو مجھے یہ بھی منظور ہے، لیکن آخر اس تمنا کے چراغ کو کیسے بجھا دوں جس کی روشنی میں تمہارا چہرہ مسکراتا نظر آتا ہے۔

تم میرے لیے کتنا کچھ کرتے ہو، تمہیں میری راحتوں کا کتنا خیال ہے تم میری پریشانی سے پریشان ہو جاتے ہو، مجھے اس پر بھی چین نہیں ہے میرے یہاں پھر بھی کوئی کمی رہ جاتی ہے میں پھر بھی غیر مطمئن رہ جاتی ہوں تم میرا گلا گھونٹ دو آخر۔ مجھے زندہ رہنے کا حق نہیں، میں تمہیں کوئی راحت نہ پہنچا سکی، میں نے شروع سے اب تک تمہیں پریشان ہی رکھا ہے، میرے وجود کا تمہاری زندگی میں الجھنیں پیدا کرنے کے سوا مقصد ہی کیا رہا ہے؟ میں کیسے تمہیں مسرتیں بہم پہنچاؤں، اگر تم کہتے ہو کہ زندہ رہ کر تو میں یوں بھی زندہ رہنے کو تیار ہوں دوست مگر سچ جانو پھر بھی مرنے کی خواہش سے کہاں تک دور بھاگوں گی؟

تمہارے بچے میرے پاس ہیں۔ جادو مگن ہے، چھوٹا بدستور بیمار، ادریس کے چلے جانے سے جادو متاثر ضرور ہے۔ اچھا

تمہاری صفیہ

دار السراج لکھنؤ

۱۷ر جنوری ۲۷ء

اختر

کل ہی ایک خط پوسٹ کر چکی ہوں۔ مزاج کیسا ہے؟ آج میرے جادو کی سالگرہ ہے وہ صبح مجھے یاد آرہی ہے جب تم نے مجھے اسپتال پہنچایا تھا۔ میں اس زبردست عائد ہونے والے فرض کو کھیل سمجھ کر ہنستی ہوئی تانگہ میں جلدی گئی تھی۔

آج جادو اتنا بڑا نظر آرہا ہے اپنے میٹھے بولوں سے میرا دل بہلا لیتا ہے چھوٹے بچے کا حال ٹھیک نہیں۔ سخت کمزور و ناتواں ہو رہا ہے نثار کل شام واپس آگئے۔ معلوم ہوا کہ دلی پہنچ گئے تھے۔ جعفی اچھی طرح ہے میری وارڈن شپ کا مسئلہ کل سے چل نکلا ہے دیکھو خط لکھو اور جلد لکھو میں جب تک تمہاری تحریر نہ دیکھ لونگی سخت پریشان رہوں گی۔ زیادہ پیار

تمہاری صفیہ

مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

۱۴ر اپریل ۲۷ء

اختر

کہو کیسے ہو اب؟

تم سے رخصت ہو کر بخیریت علی گڑھ پہنچ گئی، راستہ خاصا دلچسپ

اور پُر خطر رہا۔ یہاں پہنچتے ہی معلوم ہوا کہ علی گڑھ میں خفیف سے تصادم کے بعد بہتر گھنٹے کا کرفیو لگ چکا ہے اسٹیشن سے گھر جانے کی اجازت نہ تھی۔ بارے اپنی بے خوفی کے سہارے گھر بھی پہنچ گئی۔ کل صبح ہی ایک مسلمان بچے کی لاش مسلم یونیورسٹی قبرستان کے کنویں سے نکالی گئی۔ خاصی گھبراہٹ اور سراسیمگی پیدا ہے۔

آج کالج ۱۸/۵ کر لیا۔ چھٹیاں منظور ہو گئی تھیں گو کہ خاصے اعتراض کے بعد کہ پیشتر سے درخواست کیوں نہیں دی گئی تھی۔ بہر حال۔

اب شکل یہ ہے کہ عام خبر یہی ہے کہ ۱۵ اپریل سے کالج بند ہو جائیں گے لیکن اسٹاف کی طرف سے تحریک اٹھنے والی ہے کہ ایسا نہ ہو کیونکہ اس میں اسٹاف کا نقصان ہے اسٹاف کی خواہش ہے کہ تعطیلات یکم یا پھر پندرہ مئی سے ہوں تاکہ وہ اطمینان سے تعطیل کا فائدہ اٹھا سکیں۔ دیکھو؟ دو چار دن میں طے ہو سکیگا تم پریشان مت ہو میں یہاں یہ دن گزارنے کی کوشش کروں گی، تنہائی سے البتہ طبیعت پریشان ہوتی ہے، خصوصاً راتوں کا مسئلہ عجیب ہے پھر چھوٹے بچے کی نگرانی بھی ضروری ہے۔ ضرورت بھی تو پھر اماں جان کو بلوا لوں گی وہ یہیں موجود ہیں۔

اگر پندرہ سے کالج بند ہوا تو دل چاہتا ہے کہ لکھنؤ جانے سے پیشتر تمہارے پاس آؤں پھر مئی میں لکھنؤ چلی جاؤں اسلیے اور بھی

کہ تم جون میں مجھے گوارا کیا رلاؤ گے نہیں، بہرحال میں وہی کرونگی جس میں تمہاری خوشی ہو، پندرہ اپریل سے اگر تمہارے پاس آ گئی تو پھر یکم مئی کے بعد ابو کو بلوا کر لکھنؤ چلی ہی جاؤں گی۔ علی گڑھ کا سناٹا اور وحشت افزا فضا یہ چیزیں کھٹک سی رہی ہیں لیکن سمجھداری کی بات یہی ہو گی کہ اب گرمی کی تعطیلات شروع ہونے تک یہیں پڑی رہوں۔

پورے راستے ایک احساس ستاتا رہا اور وہ اب بھی موجود ہے کہ میرے کسی طرزِ عمل نے تمہیں چلتے چلاتے ضرور تکلیف پہنچائی ہے۔ میرے لیے زندگی میں صرف یہی چیز ناقابلِ برداشت معلوم ہوتی ہے۔ باقی سب کچھ گوارا کر سکتی ہوں، اختر اگر میری کسی بات سے کبھی تمہیں کوفت ہوئی ہو تو اُسے میری فطرت کی کمزوری پر محمول کر کے معاف کر دینا اور اپنے کو تکلیف نہ پہنچاتے رہنا نہ جانے کیوں مجھے یہ احساس ہے کہ تمہیں مجھ سے رنج پہنچا، میرا احساس غلط نہیں ہو گا۔ بہرحال تمہیں منانے گوارا کیا پہنچنا چاہتی ہوں۔ جیسا تم کہو۔

فاطمہ بہن کے تنہا واپس ہونے سے دل پریشان ہوتا ہے۔ حصوصاً اس خیال سے کہ وہ مجھ سے کہیں زیادہ ڈرتی ہیں۔ خدا کرے بعافیت پہنچیں خیریت سے جلد اور ضرور اطلاع کرنا میں انتظار کرونگی۔

نثار کے لیے اپنی غیر موجودگی میں ہوٹل میں انتظام کرنا چاہتی تھی وہی مناسب اور اطمینان بخش طریقہ تھا لیکن فاطمہ بہن کو ہوٹل کے کھانے

سے اتفاق نہیں ہے۔ موجودہ طریقہ ڈانواڈول سا رہیگا۔ بہر حال۔

کالج میں بیٹھ کر تمہیں خط لکھ رہی ہوں۔ کپڑے تمہارے بھیج رہی ہوں۔ کتابوں کے لیے ایوب کو بھیجا ہے۔ آگئیں تو بھیجدوں گی۔

اگر فاطمہ بہن عفیفہ کے خیال سے لکھنؤ چلی گئیں اور تم بھی وہاں تنہا ہو گئے تو پھر یہیں چلے آنا میری تنہائی دور ہو جائے گی اور میں سفر کی دقت سے بھی بچ جاؤں گی TOO MUCK والی بات کی میں قائل نہیں ہوں اور نہ کبھی تمہیں ہونے دوں گی، اختر تمہاری محبت میرے لیے کبھی TOO MUCH ہونے کا درجہ نہیں رکھ سکتی اس پر مجھے شکوہ کرنے کا حق ہے،

لکھنؤ سے خط آیا ہے جادو خوش وخرم ہے خط تمہیں بھیج رہا ہوں۔ خط لکھو اور لکھو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے، تمہاری

صفیہ

مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

۸ اپریل ۴۷ء

عزیز اختر

ایک خط کل لکھ کر رکھ لیا تھا وہ بھی بھیج رہی ہوں آج یکم مئی سے تعطیلات کے امکان مکمل ہو گئے ہیں۔ خیر

تمہیں دو کتابیں بھیج رہی ہوں پڑھنا ضرور۔ ورنہ شکایت رہیگی

GOOSE MAN تو ابھی شروع کردو۔ دوسری پھر پڑھنا

خدا کرے تم خوش ہو بس تمہارے MOOD کے خیال سے

دل پریشان ہو جاتا ہے آخر یہ افسردگی اور کمہلایا دل کب تک؟

زندگی کی شادابی سے منکر نہ ہوا کرو دوست چھوٹی چھوٹی

چیزوں سے الجھ کر اسطرح اپنے کو بے چین اور بدمزہ کر لیتے ہو کہ پھر کوئی

روشنی باقی ہی نہیں رہتی۔ اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی۔

میری طرف سے فکرمند اور پریشان نہ ہونا۔ دن اچھے برے

گزر ہی جائیں گے۔ ممکن ہو تو دو چار دن یا ایک آدھ ہفتے کیلیے علی گڑھ

چلے ہی آؤ میرے ظلمت کدہ میں تمہاری ہی یاد کا چراغ جلتا ہے۔

فاطمہ بہن کے سلامتی سے پہنچنے کی اطلاع اور اپنی خیریت

کا خط لکھو۔

لکھنؤ بھی خط لکھ رہی ہوں، جادو بغیر زندگی بالکل ہی

سونی ہو گئی۔ اچھا۔ تمہاری

صفیہ

دارالسراج

لکھنؤ

۴ر مئی ۱۹۴۷ء

میرے اپنے اختر

اتنے دنوں بعد تمہاری تحریر دیکھنے میں آئی تم جانتے بھی ہو

کہ اس خط کو کتنی بار پڑھا؟ میں نے تمہیں اپنی رسید سے مطلع کرنے
کے لیے لکھا ضرور تھا۔ لیکن یہاں آکر کبھی حالات روبہ اصلاح نہ
ہوئے ہاں میں سوہنٹ کی تکلیف میں مبتلا رہی پھر چھوٹے صاحبزادے
علیل ہوئے۔ بہر حال دماغی طور پر خط تحریر ہوتے رہے۔ پے در پے
لیکن تحریر کی نوبت نہیں آئی۔

تمہارا ایکسپریس ڈلیوری والا خط علی گڑھ والوں نے ہی ہضم
کرلیا۔ مجھ تک نہیں پہنچا۔ مجھے اب علم ہوا کہ تم پھر تعطیلات باہر ہی
گزارنے کا قصد کر رہے ہو۔ یہاں تو راضی برضائے دوست والا
مضمون ہے۔ جہاں رہو خوش رہو اور تندرست یہی میرے لیے سب
کچھ ہے۔ میری زندگی کا مصرف ہی کیا سوا اس کے کہ وہ تمہاری خوشی
کے راستے میں کام آئے اور آسکے۔ بہر حال آجکل تو لکھنؤ ہوں بہت
سی فکروں اور پریشانیوں سے فرصت ہے۔ دل کی دنیا کبھی سُونی
تو نہیں کہی جاسکتی۔ تمہاری یاد سے اس سیہ خانے ہر دم روشنی
رہتی ہے۔ دن میں کتنی ہی مرتبہ ایک ہلکی سی تشنہ
مسکراہٹ سمیت تم اپنی صورت نظروں کے سامنے جھلکا جاتے
ہو اور بس۔

علی گڑھ کیسے آنا ہوا؟ نثار کا کام کیسے چل رہا ہے مجھے
اس کی پڑھائی کے متعلق فکر ہے۔

لکھنؤ آنے کو جی نہیں چاہتا؟ میں شکایت نہ کروں گی۔ اپنے

خیال سے نہ سہی میرے ہی خیال سے چلے آؤ۔ تم جانتے ہو کہ تمہاری ادنیٰ سی عنایت بھی مجھے کس درجہ خوش کر دیتی ہے پھر یہ تو بڑی بات ہوگی، آجانا جبکہ تم لکھ بھی چلے کہ آؤ گے! مجھے رہ رہ کر یہی شبہہ ہے کہ اخیر میں دو ایک معذرتی جملوں کے ساتھ لکھو گے کہ لکھنؤ آنا فی الحال ممکن نہیں، میرا کیا اکثر ہی مسوس کر رہ جاتی ہوں ایک بار اور سہی۔ لیکن تم جاود کو بھی تو نہ دیکھ سکو گے۔ تم سمجھ نہیں سکتے کہ وہ کتنی دلچسپ باتیں کرنے لگا ہے دنیا بھر کے جانوروں سے برادرانہ تعلقات رکھتا ہے اور اُن کی نقلیں کرتا ہے، خود پائپ منہ میں لگا کر عینک آنکھوں پر جما کر کرسی میں ماموں[1] صاحب بن کر بیٹھتا ہے اور گھنٹوں اخبار کا مطالعہ کرتا ہے۔ غرض بچہ کیا ہے ایکٹر ہے۔

بہرحال خاموش نہ رہنا جیسا کچھ ہو مطلع کرنا۔ فاطمہ بہن تو اچھی طرح ہیں۔

یہاں کے کیا حالات لکھوں، گرمی اور پریشانی، بچوں کے ہنگامے اور ایک مستقل سی بے کیفی اس کے سوا یہاں رکھا کیا ہے۔

بہت سے پیار میری جان۔

تمہاری

صفو

---

[1] انصار ہاروَنی

دارالسرانج لکھنؤ
۱۵ رمئی ۴۷ء
میرے اختر
بہت بہت پیار

تمہارا خط کل شام پہنچا، میرا دوسرا خط تو اب تک تمہیں مل گیا ہوگا۔ تم اس درجہ پریشان ہو جاؤ گے اگر مجھے یہ معلوم ہوتا تو میں فی الحال تمہیں اسکی اطلاع ہی نہ کرتی۔ ظاہر ہے کہ خطرے کی بات تو گزر ہی چکی، دو تین دن ذرا سخت گزرے، نگرانی اور علاج کی بدولت جلد سنبھل گئی۔ اب تقریباً ٹھیک ہوں۔ دو چار دن بعد سفر کے قابل بھی ہو جاؤں گی۔ گھبرانے کی کوئی ایسی بات نہیں جو کچھ گزرنی تھی گزر گئی۔ یہ بھی اچھا ہی ہوا۔ البتہ اپنی لاعلمی و بے خبری پر حیرت سی ہے۔

تمہارے پروگرام کی کوئی تفصیل میری سمجھ میں نہیں آئی تم نے بیشتر یہ لکھا تھا کہ بمبئی کا قصد کر رہے ہو، تار سے معلوم ہوا کہ ایک ماہ علی گڑھ رہو گے۔ اب پتہ نہیں جون کا مہینہ کہاں گزارو گے اگر گوالیار ہی واپس جاؤ گے تو ظاہر ہے میں علی گڑھ پہنچنے کے بعد تمہارے ہمراہ گوالیار جا سکوں گی، ورنہ دوسری شکل میں مجھے پھر لکھنؤ ہی لوٹنا ہوگا۔ ابھی بیس بائیس تاریخ سے قبل میں روانہ نہ ہو سکوں گی۔ پھر اس مختصر عرصہ کے لیے علی گڑھ آنا مناسب ہوگا یا نہیں اس کے متعلق تم بہتر سمجھ سکتے ہو دوسری بات یہ ہے

کہ الضار بھائی آج نینی تال جا رہے ہیں اور پہنچنے کے بعد رہائش کا انتظام کرکے حمیدہ آپا اور تمہیں اور مجھے وہاں بلانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اس صورت میں تم اگر پسند کرو تو تین چار ہفتے نینی تال گزارے جا سکتے ہیں۔ جون کے وسط میں اگر تم گوالیار رہی ہوئے تو میں وہاں پہنچ سکتی ہوں، ورنہ لکھنؤ واپس چلی آؤں گی گو کہ نینی تال کا مسئلہ فی الحال طے نہیں ہے۔ لیکن یہ تجویز بہر حال قابل غور ضرور ہے بہر حال میں تمہاری مرضی اور خواہش کو مقدم سمجھتی ہوں۔ اگر تم یہی چاہتے ہو کہ میں علی گڑھ آجاؤں تو میں اس کے لیے تیار رہوں لیکن سفر میرے لیے بیس بائیس تاریخ سے قبل مناسب نہ ہوگا۔ علاج ابھی میں نے بند نہیں کیا ہے۔ بیماری بھی تمہارا عطیہ تمہاری ہی نشانی تھی۔

یہاں کے حالات کیا لکھوں۔ ابو[50] انکم ٹیکس میں ملازم ہو کر کانپور چلے گئے۔ الضار بھائی آج نینی تال جا رہے ہیں۔ حمیدہ اور اماں کل ایک ہفتے کے لیے ردولی جا رہی ہیں، شاید جادو کو بھی ساتھ لے جائیں۔ اب گھر پر آپا اور میں رہ گئے دن گزارنا ہیں اچھا ہے تنہائی میں آرام ہی ملیگا۔

جادو کے حالات سنانے کے لیے نہیں، بس دیکھ سکتے ہو۔ ست ہیں بڑی طرح۔ باتیں بے تحاشہ بناتے ہیں۔

پوچھا جاتا ہے "تمہارے دادا کون ہیں" جواب ملتا ہے "استالن" اور تمہارے چچا کا نام "چچا دالب" (غالب)

"چچا دالب" (غالب) کا تذکرہ ہر وقت کرتے ہیں اور ان کی

---

[50] ابو المعروف صفیہ اختر کے بھانجے

تصویر لیکر ناچتے رہتے ہیں۔

ابا کے پاس آنے کو راضی نہیں، کیونکہ ان کے خیال میں "ابا" "تالے تالے" (کالے کالے) ہیں۔

چھوٹا بچہ اچھا ہے رحمان کے سایہ عاطفت میں پل رہا ہے۔

تم نے پہلے خط ہی نہ لکھا اب جو لکھا وہ اس درجہ سراسیمگی کے عالم میں لکھا کچھ پتہ نہیں کہ فاطمہ بہن بھی علی گڑھ آئی ہیں یا نہیں؟ اگر شاہ رخ اور گل رخ بھی آئی ہوں گی تب تو بڑی چپقلش ہوگی۔ زندگی کیسی گزر رہی ہے۔ کیا کیا تفریحیں میسر ہیں۔

بہر حال تم جواب میں دیر نہ کرنا۔ میرے متعلق جو طریقہ کار مناسب خیال کرو لکھو۔ تمہارے جی میں آئے کچھ دن لکھنؤ آکر میرے ساتھ گزار جاؤ۔ میں جون میں تم گوالیار رہوئے تو گوالیار تمہارے پاس آجاؤں گی۔ نینی تال جانا ہو سکا تو وہاں آکر رہ جانا، کچھ دن زندگی کے اچھے گزر جائیں گے۔ اگر ان میں سے کوئی بات بھی نہیں پسند آئی تو پھر لکھو میں علی گڑھ آجاؤں گی اور اس کے بعد جو مناسب سمجھو گے اُسکے لیے بھی تیار رہوں۔ گو کہ علی گڑھ آنے کے لیے کوئی خاص جذبہ آجکل پیدا نہیں ہوتا جبکہ پورا سال پھر وہیں گزارنا ہے۔

بہر حال اب میری طبیعت اچھی ہے۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ فاطمہ بہن علی گڑھ میں یا نہیں ہوں تو میرا آداب پہنچاؤ۔ عفیفہ، حنیفہ کو پیار۔

جواب کی منتظر تمہاری صفو

دار السراج
نیو سول لائنس لکھنؤ
۲۱ رمئی ۱۹۴۷ء

اختر عزیز

بہت سے پیار

کل شام کی ڈاک سے تمہارے دونوں خط ملے۔ جواب فوراً ہی دے رہی ہوں، خدا کرے بروقت تم تک پہنچ جائے۔ فارم بھر کر بھیج رہی ہوں" پاس بک" میری علی گڑھ ہی میں ہے اس مرتبہ بیماری کی حالت میں روانگی ہوئی۔ بستر پر پڑے پڑے کل سامان انیسہ آفتاب وغیرہ سے درست کرایا۔ اندازہ یہی ہے کہ انہوں نے کتاب میرے بڑے صندوق کی تہ میں رکھدی تھی۔ نمبر تو مجھے یاد ہے فارم میں بھر بھی دیا ہے البتہ EXAST رقم یاد نہیں تم دیکھ کر بھر لینا لیکن PASS BOOK حاصل کرنے میں تمہیں خاصی دقت کا سامنا کرنا پڑے گا غالباً اسلیے کہ میرے دو عدد صندوق ریاض بلگرامی (اللہ والی کوٹھی) کے مکان پر ایوب رکھوا آئے تھے۔ ممکن ہے صندوق حاصل کرنے میں تم وقت محسوس کرو اس لیے احتیاطاً ایک خط سعیدہ کے نام لکھ رہی ہوں۔ ایوب کی معرفت اُسے بلا تکلف بھجوا دینا۔ آٹھ دس دن کے لیے وہ ڈیڑھ سو روپیوں کا انتظام یقیناً کردیگی۔ تم اُس کی رقم نذیری جون کو واپس کردینا میرے اور سعیدہ کے اس قسم کے معاملات چلتے رہتے ہیں۔ لین دین میں وہ کھلی آدمی ہے۔ بہرحال خدا کرے تمہارا کام

آسانی سے چل جائے۔ مجھے گھبراہٹ رہے گی۔ تم مجھے لکھنا کہ کیا شکل ہوئی۔
تم نے علی گڑھ میں ملازمت کی کوشش کا ارادہ ظاہر کیا ہے نیت تو بہت سعید ہے خدا انجام بخیر کرے۔ مگر میری سمجھ میں تمہاری کوشش کا طریقہ پوری طور سے نہیں آیا، علی گڑھ کیا ہر جگہ اس قسم کے معاملات پیشتر ہی سے طے ہو چکتے ہیں۔ اشتہار وغیرہ سب فرضی سی چیزیں ہیں۔ وہاں عارضی تقرر انور میاں اور زیبا کا ہو چکا تھا۔ امکانات انہیں لوگوں کی تقرری کے زیادہ ہیں، بشرطیکہ رشید صاحب ان سے راضی بھی ہوں۔ البتہ یہ اور بات ہے کہ تمہاری شاعری کی شہرت سے مرعوب ہو کر اور تمہارے طالب علمی کے دور کی محنت کشی سے متاثر ہو کر وہ تمہارے خواستگار ہو جائیں۔ تمہیں رشید صاحب سے براہ راست گفتگو کرنی چاہیے۔ ان سے کہو کہ اگر امید تقرری کی ہو تو تم درخواست بھی دو گے۔ ورنہ بچوں کا سا کھیل کرنا نہیں چاہتے تمہاری گوالیار کی ملازمت برقرار ہے۔ لہٰذا یہ تحریک سنجیدہ ہی صورت میں کرو۔ ورنہ خاموشی ہی بہتر۔ رشید صاحب کی رائے تمہارے لیے مستحکم ہے اور صائب غالباً وہ تمہاری موافقت بھی کریں گے۔ یہ ضرور ہے کہ اُن کا منشا معلوم ہو جانا چاہیے۔ اس کے علاوہ تھوڑی بہت انکی ہمدردیاں اُبھارنی بھی ضروری ہیں۔ اس ضمن میں تم کہو تو عفور صاحب کو خط لکھوں۔ بہرکیف یہ تو ظاہر ہے کہ تمہارے لیے علی گڑھ موزوں جگہ تھی اور میرا مسئلہ درمیان میں نہ آچکا ہوتا تو غالباً اب تک تم علی گڑھ میں کام شروع بھی کر چکے ہوتے۔ کتنی ہی جگہیں نکل گئیں یہاں کام کرنے میں

میری تمہاری دونوں کی سہولتیں ہیں۔ پونا ممبئی میں فلم کا بازار سرد پڑ چکا ہے شکر ہے کہ تم دیس سے پردیس نہ گئے تھے، خیر اب کیا ہوتا ہے اسکا انتظار کروں گی۔

تم نے جون کا مہینہ میرے ساتھ گزارنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے اور یہ بھی کہ تم گوالیار رہنا پسند نہ کروگے۔ ظاہر ہے پورا سال ہی گوالیار میں گزرتا ہے۔ ایک آدھ ماہ کسی کشادہ فضا میں سانس لے سکو وہی غنیمت ہے۔ اس سلسلے میں میری ایک خواہش ضرور ہے۔ تم پوری کرسکو تو کرنا۔ علی گڑھ تو ظاہر ہے کہ جب فاطمہ بہن کے قیام میں میں نہ آسکی تو جون میں آکر کیا کروں گی، یونیورسٹی بھی بند ہوگی تمہاری دلبستگی بھی کیا خاک ہوگی۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ تم لکھنؤ ہی آنا لیکن کیوں نہ تم میری خوشی کی خاطر نینی تال چلے آؤ۔ ہماری شادی کو اب چار سال پورے ہورہے ہیں تم کیا جانو میں نے پیشتر سے کیا کیا خواب نہ دیکھے ہوں گے، کہیں بہت دور جانے کا تصور کسی مضبوط سے نگہبان کیا تھ جسکے تحکم میں ملائمت اور جس کے کرم میں بزرگی پنہاں ہو۔ اب تم نے خوابوں کی مدھم سی تعبیر اس بڑھاپے ہی میں سہی اختر۔

تم جون میرے ساتھ نینی تال میں آکر گزار دو۔ میری خوشی کی کوئی حد نہ ہوگی تمہیں پاکر اس حتی الامکان تمہاری خوشیوں کے راستے میں مزاحمت نہیں کرتی۔ کبھی کبھی تو میری خوشی بھی پوری کردیا کرو میرے دوست، میری ساری مسرتیں میری تمام تر راحتیں صرف تمہارے دم سے وابستہ ہیں، میرے ساتھ جو کچھ بھی کیا کرو اپنی خاطر نہیں بلکہ میری

خوشی کی خاطر کیا کرو اختر! پچھلی مرتبہ نینی تال کا قیام کیسا تشنہ گزرا، سر بفلک پہاڑیوں پر چھائے ہوئے کہر میں تمہاری ہی صورت مسکراتی نظر آتی تھی۔ جھیل کے شفاف اور لرزاں پانی میں ہر موج تمہارا عکس بنتی ہوئی معلوم ہوتی تھی، تم ان چیزوں کی تھوڑی قدر تو کر لیا کرو، دوست! بہرحال میری خواہش اور خوشی اسی میں ہے کہ تم نینی تال چلو۔ جبکہ تم خود ہی جون کا مہینہ گوالیار سے باہر میرے ساتھ گزارنے کا قصد رکھتے ہو، اگر ایسی ہی کوئی مجبوری حائل ہے تو مجھے صاف لکھ دینا میں لکھنؤ ہی ٹھہروں گی۔ الضار بھائی کا خط آیا ہے، قیام کا انتظام ہفتہ عشرہ میں ہو جائے گا۔ آپا حمیدہ اور اگر تم راضی ہو گئے تو پھر میں بھی مع ہر دو عدد صاحبزادوں کے جاؤں گی ورنہ پھر میں لکھنؤ رہ کر تمہارا انتظار کروں گی۔ میری رائے میں تمہیں نینی تال آتے ہوئے کوئی رکاوٹ نہ محسوس ہونی چاہیئے۔ الضار بھائی بہت ہی سیر باز اور انتہائی NON-INTERVENING آدمی ہیں اُن کا کوئی بوجھ تم پر نہ پڑے گا۔ میرا رشتہ نہ بھی ہوتا تو تم دوست کی حیثیت سے ان کے یہاں رہ سکتے تھے۔ بہرحال تم اپنی رضامندی لکھو گے جب ہی میں نینی تال جاؤں گی ورنہ نہیں۔ پہنچ کر دیکھوں گی گنجائش تو منی کو دعوت دوں گی اُسے نثار میرے پاس پہنچا دیگا۔

ہاں اس سلسلہ میں ایک بات قابلِ ذکر یاد آئی۔ اس مرتبہ حنیفہ[1] سے میں نے حمیدہ کو ملایا تھا، حمیدہ کو منی بہت پسند

---

[1] حنیفہ زبیر

آئی، اس نے اماں سے پر زور تعریف کی۔ اماں نے مجھ سے اظہار
بھائی کے لیے اسکی خواہش ظاہر کی ہے۔ اگر ایسا ممکن ہو جائے تو
تمہارے خاندان والوں کو تو بڑا سخت SHOCK پہنچے گا آخر ہم
لوگ بھی کیسے UNUSUAL واقع ہوئے ہیں۔ بہرحال یہ باتیں
اطمینان سے غور کرنے کی ہیں۔ ملنے پر دیکھا جائے گا۔

ہاں اسکول کے پریکٹیکل کے امتحانات میں میری ضرورت تو ہونی
چاہیے تھی لیکن اب تک کوئی باضابطہ اطلاع میرے پاس نہیں آئی ہے ایک خط
ابراہیم صاحب کے نام بھی رکھ رہی ہوں الیوب کی معرفت بھجوا دینا موقع ہوا
تو آجاؤں گی۔ مگر تم تو شاید گوالیار ہوگے۔ بہرحال۔

روپئے ملنے میں خدا کرے تمہیں آسانی ہو جائے، پچھلی مرتبہ تو
دستخطوں نے بڑی الجھن پیدا کر دی تھی۔ بہرحال تم جو بھی تاریخ
مجھے خط لکھ دینا۔ تمام حالات سے مطلع کرنا اور اپنا آئندہ کا پروگرام
یعنی گوالیار جا رہے ہو یا نہیں، وہاں سے کب واپس علی گڑھ آسکو گے
وغیرہ۔ مگر دوست سچ تو یہ ہے کہ تمہارے پروگرام کا ٹھیک ہی کیا
ہر لمحہ بدل سکتا ہے اور بدل جاتا ہے۔ یہ میں کسی تلخی سے نہیں۔ بلکہ
لطفِ بیان ہی کی خاطر کہہ رہی ہوں۔ خیر۔

فاطمہ بہن تو غالباً جون میں گوالیار جانا چاہیں گی۔ کیونکہ منّی
کو وطن پہنچنے کی عجلت ہوگی۔ علی گڑھ پہنچ کر وہ بھی نہ ملیں گی، شاید
خیر دو تین دن کی بات ہوگی۔ بچوں کی خاطر مجھ کو ہی نکلوں گی۔

یہاں کے حالات ہی کیا۔ خاصا سناٹا ہے۔ دن گزر تے ہیں بس۔ بے کیفی کا رونا ہی کیا۔ اب اسی میں کیف آنے لگا ہے "غم تنہائی" عشرت تنہائی میں تبدیل ہو چکا ہے۔

نثار کے پرچوں کے متعلق تم نے کچھ بھی نہ لکھا۔ خدا کرے کامیاب ہو جائیں۔ جواب کی منتظر رہوں گی فاطمہ بہن کو آداب کہنا۔ نثار منی کو پیار۔ خدا حافظ

تمہاری

صفیہ

دارالسراج

نیو سول لائنس

لکھنؤ

۱۰ رجون ۱۹۴۷ء

عزیز اختر

کل شام تمہارا خط ملا۔ عین انتظار کی حالت میں یہ تعطیلات سفر ہی میں گزر رہی تھیں۔ خدا انجام بخیر کرے۔

حسب فرمائش کتابیں، کاغذات سب آج ہی روانہ کر رہی ہوں۔ بعافیت تم تک پہنچ جائیں تو جانوں۔ انصار بھائی کے نہ ہونے سے CASH کے CHEQUE ہونے میں سخت دقت آرہی ہے ابا کا FINED-A.C ہے وہ مدد نہیں کر سکتے۔ مجبوراً زید بھائی کو دیا ہے کہ وہ اپنے دفتر سے حل مشکلات کرائیں۔

اس کے لیئے ایک ڈیڑھ ہفتہ انتظار کرنا ہے پھر پیسے بہت سے آجائیں گے فی الحال پانچ پانچ کے دو نوٹوں سے (جو کل ہی پرانا گوٹا لچکا بیچنے پر ملے تھے) کام چلا رہی ہوں۔

علی گڑھ سے فراغت حاصل ہونے پر میرے پاس آؤ گے نا؟ اس مرتبہ پوری چھٹیوں میں ایک ہفتہ اتفاق سے تمہارے ساتھ رہنا نصیب ہو سکا وہ بھی کس درجہ مصروفیت اور الجھنوں کا دور تھا۔ پانچ جولائی کو میری واپسی علی گڑھ ضروری ہو گی اس کی فکر ابھی سے لاحق ہے، دو چار دن تو اور میرے لیے نکالو۔ اخیر میں تمہارے ساتھ کو ترستی ہوں دوست لکھنؤ آنے کی ایک غرض اور بتاؤں؟۔ راز تمہاری آمد کی اطلاع پا کر دو مرتبہ آچکے ہیں، ریڈیو پر پروگرام دینا چاہ رہے تھے میں نے کہا کہ بیس جون کے بعد رکھ سکو تو اچھا ہے۔ اب اگر تم اپنے پہنچنے کی تاریخ لکھ سکو تو میں انہیں ٹیلیفون کر کے کوئی تاریخ طے کر لوں چالیس پچاس ایک "تجربے" کے نام ہی نکلو گے۔ دہلی روانگی سے قبل ایک خط پوسٹ کرتے جانا۔ میں راز سے گفتگو کر لوں گی۔ اپنی ایک آدھ تقریر کے لیئے بھی میں نے فرمائش کر دی ہے اُن سے۔ بہر کیف میں تمہارا انتظار کروں گی ضرور۔

سرور صاحب رشید صاحب پر تمہارے متعلق کیا اثر ڈالتے ہیں۔ دیکھو۔ آج ہی محمود صاحب کو بھی لکھوں گی کہ وہ سرور صاحب پر کچھ خوشگوار اثر ڈالنے کی کوشش کریں۔ بہرحال اب تو تمام باتوں سے اوپر یہ خیال ہے کہ تمہاری کوشش ناکام نہ رہے ورنہ تم

---

۵۱ راز مراد آبادی پروگرام ڈائرکٹر ریڈیو اسٹیشن لکھنؤ

اپنے کو بہت سوگوار کر لو گے۔

تم خط ہمیشہ ادھورا ہی لکھتے ہو کتنی باتیں رہ جاتی ہیں فاطمہ بہن کی خیریت تم نے نہ لکھی مجھے رہ رہ کر یہی اندیشہ ہوتا ہے کہ انہوں نے بد پرہیزی کی ہوگی اور طبیعت پھر بگڑ گئی ضرور ہو گی۔ میری رائے میں عفیفہ کو بی۔ ٹی" کر لینی چاہیے کتنی داخلے کے لیئے ابھی درخواست پہنچ جائے تو اچھا ویسے بروقت درخواست سے کبھی کام تو چل ہی جاتا ہے۔

یہاں کے حالات ہی کیا؟ گھر حسب دستور سونا پڑا ہے۔ انصار بھائی ۷-۱-۸ میں شرکت کرنے دہلی پہنچیں گے۔ تمہیں وقت ملے تو ٹیلیفون کر کے باتیں کر سکنا تو کر لینا۔ انہیں تو تمہاری موجودگی کا علم نہ ہو گا۔ اماں کی طبیعت برابر خراب چلی جا رہی ہے۔

جادو حسب دستور مست ہیں۔ اماں سے فرمائش کرتے ہیں" تم مر جاؤ دوسری اماں لاؤں گا پھول پھول"۔

اختر تم لکھنؤ نہ آؤ گے تو مجھے صدمہ ہو گا۔ میں اسطرح کیسی تنہا اور لاوارث سی رہتی ہوں تم کیا جانو،

اُس دن کے تصوّر سے کتنی خوش ہوتی ہے جب میں تم لوگوں کے ساتھ رہ سکوں گی اختر۔

تمہاری

صفیہ

مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ

۱۹ر جولائی ۱۹۷۰ء

اختر

ایک خط لکھ چکی ہوں تمہاری خیریت اب تک نہیں معلوم۔ اگر آج بھی تمہارا خط نہ ملا تو مجھے پریشان ہونے کا پورا حق ہوگا۔

کفیل پرسوں صبح آ گئے تھے۔ اُن کے آ جانے سے کافی ڈھارس بندھ گئی ہے۔ ورنہ اہلِ محلہ کی سراسیمگی سے حد درجہ کوفت تھی۔ شہر میں تمہارے جاتے ہی فساد ہوا اور برابر چوبیس گھنٹے کا کرفیو نافذ ہے گوشت ترکاری ہر شے ملنا بند ہے۔ یونیورسٹی والے خوف سے سہمے جاتے ہیں ہر مکان سے تقاضا آیا کہ تمہارا رہنا مناسب نہیں ہمارے گھر اٹھ آؤ۔ مگر اختر سیتا جی کے عزم کے ساتھ اُن حدود سے قدم نہ نکالا جو تم مقرر کر گئے تھے۔ خدا نہ کرے علی گڑھ میں کوئی راون پیدا ہو سکے ورنہ تم اسلنکا کو آگ لگوانے کی زحمت کہاں کرتے پھرو گے۔ کالج حسب دستور بند ہے گھر ہی پر رہتی ہوں مختلف کاموں میں منہمک۔ جتنی بھی صفائی ممکن تھی کر ڈالی۔ کرسیوں کے گدّے سی رہی ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ ہر وقت تیاریاں کرتی رہوں۔ اس آنے والی خوشی کے انتظار میں جس کا ابھی کچھ بھی ٹھکانہ نہیں ہے۔ تم دونوں میرے پاس آ جاؤ گے نا؟ میں تمہارے ساتھ رہا کروں گی۔ میری لاوارثی خواب کی سی بات بن جائے گی گو کہ

آج بھی ایک لحظہ کے لیے لاوارث تو نہیں ہیں۔

میں تم لوگوں کی خدمت میں خوش رہوں گی اور زندہ، مجھے اسکا موقع تو دو ، میں تمہاری ہو کر تمہیں اور تمہاری ہر چیز کو اپنا بنا لوں گی تم دیکھنا تو ہی فاطمہ بہن کو یقین دلایا کرو کہ تم نے بیوی نہیں کنیز پائی ہے اسکی عزت اسی میں ہے کہ وہ تم لوگوں کی خدمت کرے اور تمہاری ہی ہو کر رہے۔ دیکھو وہ دن کب آتا ہے جب میرا خواب سچا ہو گا۔

اور کیا لکھوں، قدرت اکثر نامہربان ہوتی ہے۔ تمہارے جاتے ہی بادل گھر گھر کر آئے اور ٹوٹ ٹوٹ کر برسے۔ کل سے آج تک منٹ بھر کو بھی پانی تھما نہیں۔ باؤلی ہو گئی ہے کیا برسات۔ کہنے کو جی چاہتا ہے۔

اپنے حال چال لکھو کاہے کی آس ہے؟ علی گڑھ والا معاملہ تو اب اگست کے اخیر ہی میں ہو گا۔ زاہد صاحب کی موجودگی میں، حیدر صاحب نے بھی طے کرایا ہے۔ گوالیار کے حالات لکھو سیاسی فضا کیسی ہے؟

فاطمہ بہن سے تاکید سمیت یاد دلا دو کہ میں نے دو ساڑیوں کی ململ کی فرمائش بہت عرصے سے کر رکھی ہے میں کچھ نہ سنونگی۔ مجھے اچھی باریک ململ دس گیارہ گز کہیں سے خرید کر بھیجیں، ہاں چھ عدد چائے کی پیالیوں کا انتظام بھی رکھنا چائے کی پیالیاں گزشتہ سال کے ہنگاموں کی نذر ہو گئیں

اودیس اچھا ہے ہاتھ مٹکا مٹکا کر ابا ابا ابا آؤ کا وظیفہ دہراتا رہتا ہے۔ آؤ میرا پیار قبول کرو۔ تمہاری

صفیہ

مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

۲۸/ جولائی ۴۷ء

اختر

میرا خط پہنچا؟

تمہارا لفافہ ملا۔ گھر سے روزانہ جادو کی خیریت کی اطلاع آتی ہے۔ آج بھی ابا کا خط آیا ہے۔ شکر ہے اب وہ خطرے سے باہر ہے۔

غالباً سولہ اگست سے تئیس تک باقاعدہ چھٹیاں عید کی ہوں گی ایک آدھ ہفتہ قبل علی گڑھ سے نکل سکتی ہوں تم جلیا کہو۔

صابرہ کا خط آیا ہے تمہیں بہت بہت سلام اس نے لکھا ہے پچیس اگست کو امریکہ روانہ ہو جائے گی۔ اس نے مجھے دہلی کا بلاوا لکھا ہے میں نے جواب میں لکھدیا کہ بہتر تو یہی ہوتا کہ وہ خود علی گڑھ ہو جاتی ورنہ پھر میں دہلی پہنچنے کی کوشش کروں گی۔

اگر تم نے گوالیار کا اذن دے دیا تو پھر ایسا بھی ممکن ہے کہ دہلی ٹھہرتی ہوئی تمہارے پاس آجاؤں۔ بہرحال ابھی وقت ہے جلیا مجھو مناسب سمجھنا لکھنا۔ جادو کو لکھنؤ سے لانے کا مسئلہ رہ جائیگا۔ وہ گھر کی حالت سنورنے پر ہی زیادہ اچھی طرح سے طے ہو سکیگا۔

آجکل ماجد یہاں آئے ہوئے ہیں۔ پرسوں سہ پہر وارد ہوئے

---

۵ صابرہ زیدی

میرس روڈ کی طرف تانگہ میں بیٹھے جا رہے تھے، رحمان نگر لینے گیا تھا وہ انھیں مل گیا تانگہ موڑ کر یہاں پہنچ گئے بھیلوں کی ایک شاندار لڑکی سمیت اکھانا یہیں کھا رہے ہیں۔ سوتیلے انور میاں کے گھر ہیں۔ کل انور میاں بھی ان کے ساتھ آئے۔ دن کا بیشتر حصہ دونوں کا یہیں گزرا تم جانو ماجد کی بکواس آجکل ایک خاص لفظ منور رنجن (سندھی والا) بہت مستعمل ہے۔ منور رنجن ہی کی فکر میں یہاں پہنچے ہیں۔ ساتھ یا آٹھ اگست کو پاکستان روانہ ہو رہے ہیں۔ مشاہرہ نو سو روپے ماہوار۔

اولیں دو تین دن سے اچھا نہیں ہے۔ شاید کوئی دانت کھول رہا ہے۔ اتنی کوشش کے بعد اس کی تندرستی سنبھلتی ہے اور خفیف سے دھکے میں سب کیا دھرا مٹی میں مل جاتا ہے۔ خیر۔

بارش یہاں برابر ہوتی رہی۔ موسم خاصا خوشگوار ہے میں تو کمرے میں پنکھا چلا کر ہی سوتی ہوں۔ کفیل بچارے سے بہت سہارا ہے۔ ابو سے بھی کچھ زیادہ۔ بڑا غریب اور سعادت مند لڑکا ہے۔ تمہاری خیریت کفیل کے پاس آئے ہوئے خطوں سے بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ تم اپنا حال لکھو۔ کس طرح دن گزر رہے ہیں دوست آخر ایسی بچوں کی سی ضدوں میں تمہیں کیا مزا آتا ہے اختر؟

میرے بہت سے پیار

تمہاری

صفیہ

مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

۳۰ر جولائی ۴۷ء

اختر

ابھی ابھی ایک چپراسی بہت سے کاغذات لیے ہوئے لوگوں
کے پتے معلوم کرتا ہوا ہمارے یہاں پہنچ گیا۔ معلوم ہوا کہ انٹرویو کے
لیے طلبی ہے۔ مسعود خان کا بلاوا ۱۰ اگست کا تھا (اور لوگوں کے دوسرے
چپراسی کے سپرد ہوں گے جیسا کہ اس شخص نے بتایا) اسکا مطلب ہے تمہارا
انٹرویو بھی دس ہی کو ہے۔ رکفیل دفتر بھی پہنچے مگر دفتر بند ہو چکا تھا
اب تفصیلی باتیں کل معلوم ہو سکیں گی۔ ایکسپریس تار کل روانہ کر دونگی
احتیاطاً یہ خط آج ہی پوسٹ کروائے دے رہی ہوں تم SICK
LEAVE پر کافی پہلے سے آجاؤ اس طرف کی دوڑ دھوپ کام
آسکے گی۔ میں آج محمود کے یہاں جاؤں گی اور تمام تفصیلات دریافت
کراؤں گی۔ ہو سکا تو سعیدہ کے ساتھ عظمت صاحب سے مل کر عابد
صاحب سے تحریری رائے منگوانے کا بندوبست کراؤں گی۔ سرور
صاحب سے ایک بار مل کر میں خود گوالیار کی حالت اور تمہاری
مشکلات بتانا چاہتی ہوں۔ تم کسی طرح پریشان مت ہونا۔ البتہ یہاں جلد
پہنچ جانے کی کوشش کرو۔

تمہاری

صفیہ

دارالسرانج
نیو سول لائنس لکھنؤ
۲۴ر اگست ۴۷ء

اختر عزیز

تمہاری کوئی خیریت آج تک نہیں معلوم۔ تمہارے خط کا انتظار تھا
میں بھی چپ رہی۔ ممکن ہے تمہیں میری خاموشی پر غصہ بھی ہو۔ چھوٹا بچہ
تمہارے سامنے ہی بخار میں مبتلا ہو چکا تھا، بخار برابر قائم رہا۔ سترہ
کی رات کو اسی وجہ سے آنا بھی نہ ہو سکا، پھر اٹھارہ کو کالج بھی کھل گیا
عید علی گڑھ میں نہیں ہوئی۔ اٹھارہ کی دوپہر کو دو بجے روانہ ہوئی اور
رات کے بارہ بجے یہاں پہنچ گئی۔ علی گڑھ ٹھہرنے سے اسقدر فائدہ
ضرور اٹھایا کہ شام کو جا کر رشید صاحب سے اور صبح ہی حبیب صاحب
سے TESTIMONLAS کے لیے غفور صاحب سے TESTIMONE-
LAS کفیل جا کر لے آئے۔ یہاں سے تینوں کی TRUE COPY
کرا کے اشرف صاحب کو مع ایک خط کے بھیج دی۔ رشید صاحب نے
اشرف کو ایک خط بھی لکھ ڈالا تھا سو وہ بھی ساتھ رکھ دیا۔ خط بلیغتر
تمہارے سلسلے میں تھا، اپنی شرمندگی دور کرنا چاہی ہوگی۔ شریف
آدمی ٹھہرے۔ بہر حال تمہارا کچھ بھی تو حال نہیں معلوم اختر، شام کی
ڈاک سے ہر روز تمہارے خط کا انتظار رہتا ہے۔
اختر! میری خواہش تو یہی ہے کہ منی میرے پاس رہتی۔ لیکن

ابتو آثار دوسرے ہیں۔ اگر میرا جانا کراچی ہو گیا تو پھر سب الٹ پلٹ ہو
جائیگا۔ نثار کو ہر حال میں میرے ساتھ رہنے دو۔ اگر میرا قیام علی گڑھ کا نہ
ہوا تو میں اس کا انتظام خود کر کے جاؤں گی۔ تمہیں اسکے لیے فکرمند ہونے کی
ضرورت نہیں۔ منی کو ہاسٹل ہی آنے دو وہ وہاں خوش بھی زیادہ رہ سکے گی
رحمان کو کب بھجوا رہے ہو؟ اسکے بغیر دو ایک دن کٹنا بھی مشکل ہے۔

کفیل مجھے پہنچا کر بجنور چلے گئے تھے۔ جمعہ کے دن واپسی کا وعدہ
کر کے آج تک تو بوٹے نہیں آج شام کو مجھے ضرور روانہ ہو جانا ہے۔ کفیل
نہ آئے تو تنہا جاؤں گی۔ لیکن علی گڑھ میں کیسے گزرے گی اسکا علم خدا ہی کو
ہے۔ اس وقت کفیل کا انتظار ہے۔

جادو کو بھی نہیں لے جا رہی ہوں، علی گڑھ میں ملازم کا بھی ٹھیک
نہیں ہے۔ خالی گھر میں اس کی کیسی گزر ہو گی۔ بے طرح باتیں کرنے لگا ہے
ابی کو بہت پیار سے یاد کرتا ہے۔ "ابی آئینگے تو ان کی سگریٹ جلاؤں گا
ابی کو ہرے گھوڑے پر بٹھاؤں گا۔ وغیرہ وغیرہ۔

تم کب سے چھٹی لے رہے ہو۔ علی گڑھ پہنچ کر اب تمہیں خط لکھوں گی
آمنہ[1] کا کوئی جواب آیا ہو گا تو مطلع کروں گی۔

یہاں پر دو تین دن ایک طرح کے کھلا دے میں گزر گئے اب کل سے وہی
جان لیوا تنہائی ہو گی اور میں، آخر یہ جسم کی نہیں روح کی تنہائی ہوتی
ہے جو مجھے اندر ہی اندر سے جلاتی رہتی ہے اور دوسروں پر کچھ ظاہر بھی نہیں
ہوتا یہ سچ جانو کہ اب میں علی گڑھ اسطرح پر رہنا نہیں چاہتی۔

---

[1] آمنہ ملک مجید

میں تم سے الگ رہ کر ہر طرح سے ناخوش رہتی ہوں۔ میری روح ہر لحظہ تم سے قرب کے لیے چیختی رہتی ہے۔ اختر مجھے اپنے ساتھ رکھو جس طرح بھی ہو سکے۔

علی گڑھ پہنچتے ہی تمہارے خط کی آس لگاؤں گی تحریر کو نہ ترسانا۔ آخر کس طرح جیوں گی پھر؟ کفیل نہ آئے تو بڑی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا دوست۔ رحمان کو روانہ کر دو۔

تمہاری صفیہ

مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ
۲۵ اگست ۴۷ء

عزیز اختر

کل ایک خط لکھنؤ سے پوسٹ کر چکی ہوں مل ہی جائے گا۔ لکھنؤ کا قیام بھی ختم ہوا۔ کفیل صاحب واپسی کا وعدہ کر کے خود گئے تو پھر نہ لوٹے نہ معلوم کیا افتاد پڑی۔ بہرحال مجھے آج کالج پہنچنا ضروری تھا۔ سفر نہایت تکلیف آمیز گزرا۔ کانپور پر کوئی چار گھنٹے گاڑی لیٹ تھی۔ بارہ بجے رات کو وہاں سے روانہ ہوئی اور صبح سات بجے تک ڈبے میں کھڑی ہوئی آئی۔ بچے کی ہمراہی میں ویسے ہی مفلوج سی ہو جاتی ہوں۔ بہرحال یہ بھی گزر گیا۔ گھر (اس ویران خانہ کو گھر کہتے بھی شرم آتی ہے دوست!) پہنچی اور افراتفری کے بعد بچے کو لبّی کی سپردگی

لبّی ۔ گھریلو ملازم

میں دیکر کالج آ گئی ہوں۔ یہاں کی قید ہے زنجیر بھی جھیلنی ہی پڑے گی۔
رحمان کو آج پندرہ دن ہو چکے گئے ہوئے انہیں کھٹکھٹاؤ، اور
جتنی جلد بھی وہ تیار ہو سکیں انہیں روانہ کرو۔ آج رات گھر پر کیسے رہ
سکوں گی؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ بہر حال۔
اپنی خیریت لکھو۔ بعض وقت اتنی دوری کا احساس دل کو ڈرا ضرور
دیتا ہے۔ لیکن پھر بھی تسلی کافی ثابت ہوتی ہے کہ دور کہاں رگ و ریشہ میں
سرایت کیے ہوئے تو ہو۔ اچھا بہت سے پیار۔

تمہاری صفیہ

مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ
۲۶/ اگست ۴۷ء
عزیز اختر
کل تمہیں ایک خط لکھا اور آل انڈیا ڈرائیور کی معرفت بھیجا ہے۔
سفر کی پریشانی، پھر یہاں کی تنہائی اور وحشت انگیز فضا کا
غبار دل پر تھا۔ ڈر یہ ہے کہ کوئی ایسی بات تو نہیں لکھ دی جس سے تمہارا
دل دکھے۔ شکیل کل شام آ گئے، ورنہ واقعتاً مشکل ہو جاتی۔ نوکر نہ ہونے
سے سخت کوفت ہے۔ رحمان اگر دماغ دکھائیں اور تازہ شرائط پیش کریں
تو انہیں بہت زیادہ ۱۲ ، ۱۵ مت دینا۔ وہ بیس روپے بڑی بہت قیمتی
پڑتے ہیں۔ فی الحال یہاں کے کسی نوکر سے کام چلاؤں گی۔ لکھنؤ سے ایک

باورچی (خاصا معقول سا) آنے کے لیئے تیار تھا۔ رحمان کے خیال سے نہیں لائی۔ بہرحال جیسا کچھ ہو لکھنا۔

اپنی خیریت جلد لکھو۔ آج کل کی حالت سے صحیح اندازہ ہو رہا ہے کہ تمہاری حالت تنہائی میں کیا بن جاتی ہو گی۔ اس اندازے سے کبھی دو ڈگری آگے۔ آخر خیال یہ ہوتا ہے کہ اب علی گڑھ میں کسی طرح جی نہ لگ سکے گا۔

یہ دن تو امید ہی گئے، اب کس دن کا انتظار سامنے رکھوں گھر ٹھیک کرنے کو قطعی جی نہیں چاہتا۔ آخر کیا مقصد ہے ساری پریشانی کا؟ یہ بھی تو نہیں معلوم کہ تمہیں کب دیکھوں گی؟

آخر! میں جی تمہارے اب نہیں رہ سکتی اور نہ رہنا چاہتی ہوں۔ لیکن یہ بھی کہ تمہاری خوشی میرے لیئے تمہارے ساتھ سے بھی مقدم ہے۔ پر تمہیں کبھی خوش دیکھنے کی آرزو میری زندگی میں صرف بعض لمحوں ہی کے لیے پوری ہو سکی۔ شاید وہی لمحے میری زندگی کا حاصل اور نچوڑ ہیں۔

خط لکھو کہ کچھ گرمی مجھ میں آئے۔ زندگی پتھر کی طرح سخت اور برف کی طرح محسوس ہو رہی ہے۔ مجھے ملا ئمت اور گرمی تمہیں سے مل سکے گی میرے دوست،

بہت سے پیار۔

تمہاری

صفیہ

مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

۵ ستمبر ۴۷ء

عزیز اختر

تسلیم آئے خیریت معلوم ہوئی۔ تشویش رفع ہوئی۔ اس طرف دو چار حادثات ایسے پریشان کن ہوگئے کہ بس یہی جی چاہتا تھا کہ تم سفر نہ کرو، تیسری تاریخ دوپہر کو دو لڑکوں کو کالج ہی سے ٹیلیفون کے لیے بھیجا وہ ناکام واپس آئے، شام کو کوشش کی پھر کام نہ چل سکا لاچار چوتھی کو ایکسپریس تار بھیجا، چوتھی کی شام کو خود پوسٹ آفس جارہی تھی کہ سلیم پہنچے نہ پوچھو کیا وحشت کا عالم تھا اور کیسے کیسے بھیانک تصور آتے تھے، خدا مجھے تمہاری سرپرستی میں موت دے میرے لیے یہی سب کچھ ہوگا۔ سچ جانو دو دن برابر فاقے کیے ہیں کھانے کو جی نہیں چاہتا تھا ویسے بظاہر روزمرہ کے کاموں میں خود کو منہمک رکھا، مگر دل کی بات کیسے معلوم؟ بہر حال۔

تمہارا صندوق سلیم کے کمرے تک آگیا، میرے پاس تو ابھی پہنچا نہیں، آج کفیل کو کالج سے واپسی پر بھیجوں گی۔

اشرف صاحب کا خط کل آیا بھیج رہی ہوں۔ انہوں نے یہ نہیں لکھا کہ یہ سب کچھ کب تک عمل میں آسکے گا۔ شورش اور فسادات کے سبب یقیناً دیر سویر تو ضرور ہوگی۔ لیکن جس وقت بھی معاملات تکمیل کو پہنچے طلبی ہوجائے گی۔ لہٰذا اس کے لیے مسلح ہی رہنا چاہیے نہ جانے کب بلاوا آجائے

ماجد کا خط آنے پر بھی کچھ معلوم ہو سکے گا۔ اچھا یہی ہوگا کہ تم پہلے پہنچ جاؤ۔ میرے معاملات میں بھی کوشش کر سکو گے ساتھ ہی اپنے لیے کوئی راہ نکال سکو گے۔ سنا ہے کہ تم نے استعفیٰ دیدیا ہے۔ اگر دیدیا تو اچھا ہی کیا ورنہ اب بھی، تم استعفیٰ ابھی دے کر آؤ اگلے حالات خود ہی Mould ہو جائیں گے۔ بہر حال ہمت کو ہاتھ سے دینے کی ضرورت نہیں۔ مانا کہ آگ کے دریا پار کرنے ہیں لیکن پھر آگے کوئی حل بھی تو ہے نا؟

اشرف نے اپنی طرف سے پوری شرافت اور انسانیت کا ثبوت دیا ہے۔ لیکن غالباً انہیں خود بھی اس کا اندازہ نہیں کہ یہ چیزیں کب تک طے ہو سکیں گی۔ حالات اتنے نازک ہو گئے ہیں کہ REFUGEES کا مسئلہ سب سے اوپر ہے۔ خیر۔

اپنا حال کیا لکھوں۔ ویران شامیں اور مکدر صبحیں یہ ہے زندگی کا پروگرام مگر امید کا چراغ گل نہیں ہوتا دوست کبھی تو میری زندگی مسکرائے گی۔

بچہ خاصہ بیمار ہے اسکی نگرانی میں مصروف رہنا پڑتا ہے۔ ہاں ایک بات ضروری ہے۔ تم آؤ تو خدا کے لیے شیروانی پہن کر مت چلنا۔ کھدر کے کُرتے میں آؤ۔ آگرے پر ذرا باخبر ہو کر حالات دریافت کرنا سمجھے۔ خط لکھو پروگرام لکھو۔ زیادہ پیار۔ تمہاری

صفو

مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ

۱۰ ستمبر ۱۹۴۷ء

میرے اپنے اختر

خط ملا۔ شکر کہ تم بعافیت ہو۔ دلی تو غدر کی داستان دہرا رہی ہے۔ یہاں کی فضا بے طرح مکدر ہے، دماغ کا توازن قائم رکھنے میں بڑی کوشش صرف کرنی پڑتی ہے۔ بہر حال تم زیادہ پریشان ہونا۔ گزر رہی ہے آنریبل کے متعلق ڈائرکٹر کو ٹیلیفون کر کے پتہ چلا کہ مستقل شملہ ہیں کل پھر خط لکھا ہے شملہ کے پتہ پر حمیدہ نے لکھا ہے کہ غلام محمد کے شوکت اللہ انصاری اور ذاکر صاحب سے اچھے تعلقات ہیں۔ ان دونوں سے باآسانی کام نکالا جا سکتا تھا۔ بشرطیکہ دلی میں امن ہوتا۔ اب تو اس کا سوال ہی نہیں ہے۔ بہر حال۔

نہ معلوم تمہاری کیسی گزر رہی ہے۔ تم نے مجھے لکھنؤ چلے جانے کو لکھا ہے۔ سو میرے دوست نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن والا مسئلہ ہے سفر تو بہت ہی خطرناک ہے۔ جانا بھی چاہتی تو کیونکر جاتی فی الحال تو یہیں گزر کرنی چاہیئے۔

تمہارے لیے قطعی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا مشورہ دوں۔ بمبئی کبھی پہنچنا مشکل ہوگا؟ پھر یہ کہ رشید صاحب نے خود مجید ملک کو خط لکھنے کے لیے کہا تھا۔ میں نے کہا کہ اختر کے آنے پر آپ انہیں کو لکھ کر

دیدیجیے گا تاکہ خط دستی جا سکے۔ اگر کہو تو میں رشید صاحب سے خط لیکر تمہیں بھیج دوں، روپیوں کا یہ ہے کہ اگر گوالیار سے بمبئی روانگی کا قصد کرو تو لکھدو میں گوالیار پہنچادوں گی ظاہر ہے قرض نہیں اس میں سود، مدت اور شرح فیصدی کا سوال پیدا ہوگا۔ جب تمہارے پاس روپیہ ہوگا اور توفیق تم اس کا چوگنا مجھے دیدینا لینے سے انکار نہ کروں گی بہرحال اپنی عقل سے زیادہ تمہاری سمجھ پر اعتماد کرتی ہوں۔ سوچ سمجھ کر جو بھی طے کرو اس سے مجھے مطلع کرو۔ کپڑے تمہارے سلے رکھے ہیں آٹھ پائجامے پانچ قمیص۔

جادو کی خیریت کبھی معلوم نہیں ہوتی دم گھٹ کر رہتا ہے تمہارے سب کے خیال سے اور زیادہ جی بے چین ہوتا ہے۔ نثار بھی اگر آنا بھی چاہیں تو فی الحال آ نہیں سکتے۔

کچھ نہیں تو مجھے خط ہی لکھا کرو۔ اس اجنبی دنیا میں کہاں تک جیتی رہوں گی۔ قلب حرکت کرتے کرتے رکتا ہوا محسوس ہوتا ہے دوست، کیا تم اور دور چلے جاؤ گے؟

اچھا پروگرام سے مطلع کرو۔ آپا آج کل میرے پاس ٹھہری ہوئی ہیں۔ گوالیار واپس ہونیکا قصد رکھتی ہیں کوئی سفر کا مشورہ نہیں دیتا۔

بعض وقت تو ہر روشنی گل ہوتی محسوس ہوتی ہے آخر میرے قریب آجاؤ میں تمہارے قرب کے بعد ہر کلفت کو کھو جاتی ہوں۔ فاطمہ بہن کو میرا پیار پہنچاؤ۔

تمہاری صفیہ

مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ

۱۶ار ستمبر ۴۷ء

اختر عزیز

خدا جانے میرا خط تم تک پہنچا بھی یا نہیں۔ بہر حال گوالیار کی دہشت آمیز خبریں سنکر دل حد درجہ پریشان ہے۔ خدا تم سب کو اپنی عافیت میں رکھے۔ سنا کہ بھوپال روانہ ہو رہے ہو اگر پناہ اسی میں ہے تو ضرور چلے جاؤ۔ فی الحال یہاں ایک لحاظ سے امن ہے۔ خطرہ ضرور ہے پھر بھی تم میری طرف سے اپنے کو بہت زیادہ پریشان نہ کرنا۔ میں پورے عزم واستقلال سے دن گزار لوں گی۔ خدانخواستہ کوئی بری گھڑی آہی گئی تو غفور صاحب یا محمود صاحب کے کنبے میں جا ملوں گی جو حشر بننا ہو گا بن بھی جائیگا۔ بہر حال۔

میں اسوقت اپنے معاملے سے زیادہ تمہارے لیئے پریشان ہوں۔ تم فاطمہ بہن کے ساتھ رہنا۔ دل و دماغ کو زیادہ متاثر نہ کرنا۔ میں تمہاری خاطر اپنی اور تمہارے بچے کی حفاظت آخری لمحے تک کروں گی۔ تم اس پر یقین رکھو۔ جادو کو دیکھنا نصیب بھی ہوگا یا اسکی تشنگی وتنہائی کی موت مرنا ہے کچھ نہیں معلوم۔

بہر حال تم میرے لیئے خود کو پریشان نہ کرنا اختر، فاطمہ بہن اور اُن کے بچوں کی نگرانی سے کوتاہی نہ کرنا۔ میں فی الحال

بخیریت ہوں۔ تمہاری
صوفیہ

مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ
۱۸ ستمبر ۱۹۴۷ء

اختر

ایک خط لکھا تھا کل اس خیال سے کہ آپا روانہ ہو سکیں گی رات ٹیلیفون پر بھائی جان سے پتہ چلا کہ تم بھوپال پہنچ چکے ہو خط دیکھتے ہی اپنی خیریت سے مطلع کرو۔ دہلی کی بگڑتی ہوئی حالت کا اثر علی گڑھ پر بہت ہے ہر طرف ویرانی سی محسوس ہوتی ہے۔ برابر چوریاں ہو رہی ہیں، انور انصاری کے یہاں جس پرچہ پر کپڑے تھے وہ رہ گئے باقی سب چلا گیا۔ اللہ رحم کرے۔

جاوید کے لیے جی بے چین ہے۔ اس تک پہنچنا بھی ناممکن ہے۔ بہر حال مستقل مزاجی سے کام کروں گی تم خط لکھو تو کفیل کو بھی ایک پرچہ لکھ دینا کہ جب تک اس کے لیے ممکن ہو میرے ساتھ ٹھہرا رہے، ورنہ میرا قیام قطعی دشوار ہو جائیگا۔ ملازم ہر روز ایک نیا آجاتا ہے اور دوسرے دن لوٹ کر نہیں آتا۔

تم لکھو تو رشید صاحب سے مجید ملک کے نام خط لے کر نہیں بھیجوں.... رشید صاحب نے خود ملک کو لکھنے کے لیے کہا تھا۔

آمنہ مہاجر آئی ہوئی تھیں۔ مسوری سے بھاگ کر یہاں

پہنچی ہے، نہ جانے کس طرح۔
دہلی کی یہی حالت کچھ دن اور رہی تو علی گڑھ بھی ضرور چکر میں آئیگا
بہرکیف گھبرانا نہیں میں کسی طرح اپنی محافظت کروں گی۔ تمہاری خاطر۔
تمہاری صفیہ

مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ
۱۹ ستمبر ۴۷ء
اختر

کہاں ہو کیسے ہو؟ کچھ بھی تو نہیں معلوم۔ بھائی رشید کی معرفت
یہ اطلاع پہنچی تھی کہ تم بھوپال چلے گئے۔ یہ خیال کرنے کو ایک لمحہ کے
لیے جی نہیں چاہتا کہ تم اس پر آشوب زمانے میں مجھ سے اس درجہ
بے تعلق و بے خبر ہو سکتے ہو کہ خط تک نہ لکھو۔ بہرحال ہر چیز برداشت
کرنی ہے۔ مرنا بھی چاہوں تو بچے دامن پکڑتے محسوس ہوتے ہیں۔ ان
بے گناہوں نے کیا قصور کیا ہے جو میری بدنصیبی کی سزا جھیلیں؟
علی گڑھ کا حال نہ پوچھو۔ تین راتیں جاگ جاگ کر گزار دیں
جب RAN ۶ بجے اسٹریچی ہال جانا ہوگا۔ لکھنؤ چلی بھی جانا
چاہوں تو سفر ناممکن اور بھی بات یہ ہے کہ میں لکھنؤ جانا بھی نہیں
چاہتی آخر ان سب کے اوپر میری ذمہ داریاں کہاں تک بڑھتی
رہیں گی۔ خط خدا کے لیے لکھو اپنی خیریت سے تو اطلاع کردو۔ میری

تنہائی و بے کسی بہت کچھ تمہارے خط سے دور ہو سکتی ہے۔
تمہاری پریشان حال
صفیہ

مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ
۲۷ ستمبر ۴۷ء

عزیز اختر
کل تمہارا رجسٹرڈ خط پہنچا اور تار۔ آج تمہارا ایکسپریس کا لکھا ہوا خط ملا۔ تمہارا بیرنگ خط اور ایک تار مجھ تک نہیں پہنچ سکا۔ اسی طرح غالباً میرے اکثر خط بھی گم ہو گئے ہیں۔ خیر۔
ماجد نے مجھے لکھا تھا کہ میرا معاملہ ایجوکیشن سے فائنانس ڈیپارٹمنٹ میں آ گیا ہے اور عنقریب ESTABISHMENT PROPOSAL کمیٹی کی میٹنگ ہو گی اس میں طے ہو جائیگا۔ پھر اخبار میں بھی ایسی خبر پڑھی کہ پاکستان حکومت نے ڈھائی لاکھ روپے اس مقصد کے لیے منظور کیے ہیں۔ چنانچہ اس لحاظ سے میرا تقرر تو ہو جانا چاہیے۔ اطلاع البتہ اب تک کوئی بھی نہیں مل سکی ہے۔ اب کہ تم اپنا جس طریقہ سے بھی بن پڑے بھوپال میں معاملہ پکا کرا لو اور مجھے بھی اگر ممکن ہے تو جگہ دلوانے کی شکل نکالو۔ کم زیادہ کی مجھے نہ فکر ہے اور نہ ایسی حالت میں ہونی ہی چاہیے۔ میری طرف سے درخواست دیکر میرا تقرر بھی کرا ہی لو۔

پاکستان سے اگر OFFER آیا بھی تو اس پر غور کیا جائے گا۔ لعد میں
اپنی اور میری شکل نکالنے کے بعد تم مجھے ایک خط اور لکھو اس وقت میں یہاں
سے فرصت حاصل کر کے روانہ ہو جاؤں گی۔ کل ایک خط میں نے تمہیں لکھا ہے
اُس میں یہ بھی لکھا ہے کہ سفر کے لیے کوئی ساتھی نہیں تیار ہو تا میں آج لکھنؤ
الفار بھائی کو خط لکھوں گی کہ وہ اپنے کسی ہندو دوست کو اس کے لیے
آمادہ کریں کہ یکم کے بعد وہ مجھے یہاں آکر بھوپال پہنچا دے۔

میں تمہارے خط کا انتظار ضرور کروں گی۔ میری اور تمہاری ملازمت کے
لیے موقع نکل آئے تو اچھا ہے۔ اپنا دیس تو نہیں چھوٹے گا۔ میرے اکثر خط تم
تک پہنچتے ہی نہیں ہیں خدا جانے یہ بھی پہنچیگا یا نہیں۔

تم اپنے احساس کی نزاکتوں کو خدا کے لیے کام میں نہ لانا اور یہ خیال
نہ کرنا کہ بھوپال نہ پہنچنے کا مقصد یہ ہے کہ میں کسی طرح کی بھی ہٹ دھرمی
سے کام لے رہی ہوں۔ دراصل میرا خیال اور عقیدہ یہی ہے کہ تمہارے قدم
اکھڑ جانے کے بعد مجھے آخری دم تک محنت کرنا اور تمھو حاصل کرتے رہنا
چاہیئے ورنہ یہ کشتی کیوں کر پار ہو گی۔ یونیورسٹی سے روپیہ کسی طرح مل
نہیں سکتا۔ کل ایک درخواست دیکر دیکھتی ہوں۔

میں تیاری شروع کرتی ہوں اور تمہاری طرف سے یہ اطلاع
آنے پر کہ تمہارا تقرر ہو گیا اور میرا ہو جانا ممکن ہے چل پڑونگی گو کہ سفر
انتہائی خطرناک ہو گیا ہے۔ زیادہ پیار۔ تمہاری

صفیہ

مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ
۲۹ ستمبر ۱۹۴۷ء

اختر

کل بھی ایک خط پوسٹ کر چکی ہوں۔ طبیعت سخت الجھن میں ہے فیصلہ مشکل ہے۔ میرے خیال میں کراچی کے مسئلے کو بھوپال پر ہر طرح فوقیت ہے۔ بھوپال اس وحشت کے دور کے لیے غنیمت سہی مستقل رہنے کی جگہ نہیں بنائی جا سکتی۔ وہی بھلے آدمیوں کا قحط یہاں بھی ہوگا جو گوالیار میں تھا۔ ہاں تمہیں اس بات پر ممکن ہے کوفت ہو کہ تم نے اتنی شدت سے مجھے بھوپال پہنچنے کو بار بار لکھا۔ میں تم تک نہ پہنچی، اختر میں یہاں تم سے وابستہ ہونے کے بعد ایک دن بھی خوش نہیں رہی اور نہ آج بھی تمہاری علیحدگی سے خوشی ہے البتہ اس احساس سے تشفی ضرور ہے کہ میری ملازمت کسی نہ کسی طرح تمہارے لیے مددگار ثابت ہو سکتی ہے لہٰذا تاوقتیکہ بھوپال میں معاملہ پکا ہو مجھے کام کرتے رہنا ضروری ہے۔

یہاں انتشار ضرور ہے لیکن فوری خطرہ نہیں، یو۔پی گورنمنٹ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہے کہ یو۔پی میں یہ آگ تیزی سے نہ بھڑکے چنانچہ فی الحال علی گڑھ میں کوئی شدید خطرہ سامنے نہیں اس لحاظ سے بھی میرا ملازمت برقرار رکھنا ممکن ہے۔ بس صرف اس وقت تک کہ میرا کراچی کا، ورنہ تمہارا بھوپال کا معاملہ ٹھیک ہو۔

میں نے ماجد اور اشرف کو آج ہی لکھا ہے۔ ماجد کو برابر کئی خط لکھوں گی۔ کوئی نہ کوئی پہنچ ہی رہے گا اور شاید اس کا جواب ہفتہ عشرہ میں مجھ تک آجائے۔ بہر حال علی گڑھ چھوٹا سمجھو۔ مجھے اب علی گڑھ چھوٹنے کا غم نہیں خوشی ہو گی۔ علی گڑھ نے ہم پر ترس نہیں کھایا ہم اسے اپنا کیسے سمجھیں؟

زیادہ کیا لکھوں دوست، تم خدا کے لیے کسی طرح کا ناخوشگوار احساس اپنے میں نہ پیدا کرنا مجھے دور سے اندیشہ ہی رہتا ہے۔ میں تمہاری ہی خاطر اس جدائی کو بھی گوارا بنا لیتی ہوں، ورنہ یہ میرے ویران دن کاٹے نہ کٹتے۔ دو تین دن سے بخار تھا، سخت کمزوری سی محسوس ہوتی ہے۔ اب اچھی ہوں۔ پریکٹس شروع ہو چکی ہے گرلز کالج جاتی ہوں۔

خط برابر لکھتے رہو میرا دم گھٹنے سے لگتا ہے، تمہاری خاموشی سے۔ بہت سے پیار میری جان۔ تمہاری اپنی

صفیہ

مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

۲ر اکتوبر ۴۷ء

اختر

تمہارا ایک خط کل ملا۔

تمہاری پریشانی اور الجھن کا احساس ہے مگر کئی پریشانی ہوتی ہے خدا

ہم سب کے حال پر رحم کرے اسوقت تو عقائد اور اصولوں کی مضبوطی کا امتحان ہے۔ اس عقیدہ کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔ کہ آخیر میں شیطنت کی ہار ہوگی اور انسانیت ہی کا بول بالا ہوگا۔

گوالیار تم سے چھوٹ گیا اسکے لیے اتنے شکستہ خاطر نہ ہو تمہارا ارادہ دو سال سے گوالیار چھوڑنے کا تھا، رہا ملازمت کا سوال تو وہی کہ "تجھے ڈھونڈھ ہی لیں گے کہیں نہ کہیں" گھبرانے کی کوئی ایسی بات نہیں۔

پیسوں کی طرف سے اتنے ہراساں نہ ہو۔ میں فی الحال کما رہی ہوں یہ بھی نہیں تو بری بسر ممکن ہے۔ گزر کرنے کو یہ بھی بہت ہے۔

تم نے لشتر کو لکھا ہے کہ وہ تجھے بھوپال پہنچا دے ٹھیک ہے کل ہی ماجد کا خط آیا جس کی رو سے میرا تقرر پندرہ اکتوبر سے ہو رہا ہے۔ ماجد کا خط بھی بھیج رہی ہوں، وہ تمہارے لیے دو شواریاں بتاتے ہیں لیکن یہ تو گورنمنٹ سروس کا سوال ہے۔ اس کے علاوہ کالجوں میں ادبی اداروں میں اور ظاہر ہے کہ کچھ عرصے بعد اکثر محکموں میں گنجائش نکلے گی اور فوراً نہیں تو چار چھ مہینے کے عرصہ میں تمہاری کھپت ہو ہی جائے گی۔ چنانچہ میری رائے اور خواہش تو یہی ہے کہ بھوپال میں بھٹکنے کے بجائے کراچی روانہ ہو جائے۔ میرا اندازہ ہے کہ تمہیں بھی اس سے اتفاق ہوگا اور تم بھوپال پر کراچی کو ترجیح دوگے۔ فاطمہ بہن کو بھی کراچی میں ملازمت مل جانے کی امید ہے لہذا پروگرام کراچی پہنچنے کا طے کرنا چاہیے۔

اب سوال یہ ہے کہ میں بھوپال پہنچنے میں اتنی ہی عجلت سے کام لوں جتنی کہ تم چاہتے ہو، یا پھر کچھ وقت لگا کر اطمینان سے تمام مراحل طے کرنے کے بعد علی گڑھ چھوڑوں؟ میرا APPOINTMENT LETTER اگر میری یہیں کی موجودگی میں آجاتا ہے تو پھر مجھے سال بھر کی چھٹی حاصل کرنے کا موقع ہوگا۔ موجودگی سے جو اثر پڑتا ہے اور کام نکلنے میں جو سہولتیں ممکن ہیں وہ بات غیر موجودگی میں نہیں آسکتی۔ میرے یہاں سے چلے جانے کے بعد یہی صورت ہوگی کہ ایک دو ماہ کی چھٹی کے بعد استعفیٰ بھیجدوں، یہ چیز فی الحال کسی طرح مناسب نہ ہوگی۔ چنانچہ میری رائے یہی ہے کہ مجھے تم یہاں اس وقت تک اور ٹھہرا رہنے دو کہ میرا APPIONTMENT LETTER کراچی سے آجائے۔

رہا جادو کا سوال، وہ لکھنؤ میں پوری آسائش سے ہے میرے بجائے اسے حمیدہ کی شفقت حاصل ہے خطرے کا مسئلہ اگر پیش ہوا تو آخر اور اتنی عزیز جانیں ہیں۔ خدانخواستہ اگر ان پر آنچ آئی تب جادو کو بھی نقصان پہنچ سکے گا۔ جادو کو ساتھ لیجانے میں خرچ پریشانی ذمہ داری ہر چیز کے اضافے کا امکان ہے نوکر یہاں سے ساتھ نہ جائیگا نہ لے جانا ممکن ہے۔ کراچی میں نوکر ملنے کی کیا شکل ہوگی، کچھ نہیں معلوم ایسی صورت میں دو دو بچوں کی نگرانی کے بعد ملازمت کی ذمہ داریاں نبھانی بڑی مشکل ہوں گی۔ چنانچہ جادو کو خدا کے بھروسے پر یہیں چھوڑو میرا دل بے چین ہوگا تو اس پر قابو بھی پالوں گی۔ اس کا کیا؟ —

اب میری رائے میں یہی طے کرو کہ کراچی چلنا ہے۔ لیکن پندرہ اکتوبر کے بعد، بمبئی کی طرف سے یا پھر ہوائی جہاز سے جیسا کچھ بھی مناسب خیال کرو۔

میرے چیک بھی یونیورسٹی میں رُکے ہوئے ہیں کل بھی چیف اکاؤنٹنٹ کو خط لکھا تھا، ان کا جواب ملا کہ ہفتہ عشرہ اور ٹھہر جاؤں میں نے INCREMENT بھی ابھی نہیں لیا ہے وہ بھی تین مہینے سے DUE ہے اسے بھی کسی طرح حاصل کرنا چاہیے پھر سنا ہے بھوپال سے ESCORT کے لیے یہاں کے لڑکوں نے لکھا ہے اگر ESCORT آ گیا تو اس کے ساتھ پہنچنے میں آسانی ہو گی۔ ورنہ ابھی دو چار دن کی بات ہے ایک آنے والے سے اطلاع ملی کہ جھانسی اور بھوپال کے بیچ میں آدمیوں کو مار کر ڈبے سے باہر پھینک دیا گیا۔ بہر کیف تم نے جو تاریخ کی حد مقرر کر کے خود مجھے لینے کے لیے آنے کا قصد ظاہر کیا ہے، خدا کے لیے ایسا نہ کرنا تم جہاں ہو وہیں بیٹھے رہو۔ خود کو بے وجہ خطرہ میں ڈالنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ میں جلد نہیں تو کچھ دیر میں تم تک ضرور پہنچ جاؤں گی تم زیادہ متوحش نہ ہو دوست، عزم اور استقلال کی ضرورت ہے گھبراہٹ سے بنا کام بگڑ جاتا ہے، اس دور سے نکل گئے تو امر ہو جائیں گے ہم سب۔

اچھا بہت سے پیار میرے اپنے اختر۔

تمہاری

صفیہ

مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ
۲۳ ؍ اکتوبر ۴۷ء

اختر

کل ایک خط تمہیں اسٹیشن پر پوسٹ کراچکی ہوں۔ تفصیلات معلوم ہوئی ہوں گی۔ ماجد کا خط بھی اس میں رکھ دیا تھا۔ میرا تقرر انسپکٹریس کی حیثیت سے ہو رہا ہے۔ ماجد کا خیال ہے کہ باضابطہ اطلاع مجھے پندرہ اکتوبر تک مل سکے گی۔ آج لبشر بھی آگئے۔ میرا خیال ہے کہ مجھے APPOINTMENT LETTER آنے تک ٹھہرنا چاہیئے اور اسکے بعد سال بھر کی تعطیل کی RECOMENDATION پرنسپل سے جس طرح بن پڑے اثر ڈلوا کر حاصل کر لینا چاہیئے۔ میری عدم موجودگی میں تعطیل حاصل ہونا بہت مشکل ہوگا۔ ابھی غفور صاحب کو بھی پرچہ لکھ کر بلایا ہے ان سے بھی مشورہ کروں گی۔ یہاں کی ملازمت کا سلسلہ ختم کرکے کراچی جانا عقلمندی کی بات نہ ہوگی۔ یہاں واپسی کے امکانات باقی رکھنے چاہئیں۔

میں لبشر کے ہمراہ اپنا ضروری اور قیمتی سامان کل لکھنؤ بھجوا دیتی ہوں۔ ہلکا پھلکا سامان ساتھ رکھوں گی اور تم اگر یہ چاہو کہ میں پندرہ سے قبل ہی پہنچ جاؤں تو تم مجھے (۲۵) نمبر پر شیخ رشید[1] کے یہاں ٹیلیفون کرو میں لبشر کو لکھنؤ سے یہیں واپس بلوالوں گی اور بھوپال روانہ ہو جاؤں گی۔ گوکہ لبشر کا خیال ہے کہ گوالیار کی طرف سے سفر ٹھیک نہ ہوگا دھولپور

---

[1] پروفیسر ہسٹری ڈپارٹمنٹ

اور گوالیار کے بیچ میں آدمی ٹرین سے باہر پھینکے جا رہے ہیں۔ پھر بھی اگر تمہاری خواہش ہوئی تو مجھے روانگی میں کوئی تامل نہ ہوگا۔ البتہ میرے ذہن میں مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے انتظامات پختہ اور مکمل کرنے کے بعد ہٹنا ٹھیک ہوگا۔ عجلت سے بنی بات بگڑ گئی۔

علی گڑھ سے سال بھر کی تعطیل کا بندوبست ضروری ہے نہ معلوم کراچی میں کیسی گزرے۔ بشیر مجھے اکتوبر کے تیسرے ہفتے میں بھی بھوپال پہنچا سکے گا۔

یونیورسٹی میں اسٹوڈنٹس اسٹرائک کی وجہ سے مہینہ بھر کی چھٹی ہوگئی ہے۔ بہرحال اپنی رائے سے ان تبدیل شدہ حالات پر مطلع کرو۔ میں وہی کروں گی جو تم مناسب خیال کرو۔ شیخ رشید کو میں نے پرچہ لکھدیا ہے۔ تمہارا ٹیلیفون RECEIVE کر لیا جائیگا زیادہ ہراساں نہ ہو میرے دوست! صبر و استقلال سے کام لینا ہوگا شکر کہ ہم تک ابھی آنچ نہیں آئی ہے۔ اچھا بہت سے پیار۔

تمہاری اپنی صفو

مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

۹ر اکتوبر ۴۷ء

اختر

تمہارا خط آج صبح ملا۔ میرے پچھلے خط بھی تم تک پہنچے ہوں گے۔ بشر کو میں نے سامان سمیت لکھنؤ بھیجدیا تھا۔ اب آج پھر لکھنؤ خط لکھ

رہی ہوں الفار بھائی کا کوئی ہندو دوست مجھے تم تک پہنچا دیگا، سوال صرف علی گڑھ سے چھٹی حاصل کرنے کا ہے اسی لیے کراچی سے OFFER آنیکا انتظار تھا، اب اگر تم پاکستان جانا پسند نہیں کرتے اور بھوپال کا خیال کر رہے ہو تو پھر اتنا ضرور اور آج ہی کرو کہ میرا APPOINTMENT LETTER مجھے یہاں بھیجدو تا کہ اسے دکھا کر میں حبیب الرحمان سے چھٹی لے سکوں اور روانہ ہو جاؤں۔ میں آج ہی سے تیار ہو رہی ہوں اور یہاں سے چھٹی ملتے ہی بارہ تک یا پندرہ تک بھوپال پہنچ جاؤں گی۔

بہر حال تم مجھے قطعی تیار سمجھو۔ کراچی سے خط آئے یا نہ آئے میں پندرہ تک تمہارے پاس ہوں گی۔ ٹھیک؟

تم کو وقت نہ کرو، میں اتنا ضرور چاہتی تھی کہ مجھے سال بھر کی چھٹی مل سکتی وہ کبھی نہ ملی، تو علی گڑھ تو چھوڑنا ہی ہے کسی طرح سہی۔

بہر حال زیادہ کیا لکھوں۔ تمہاری

صفیہ

مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

۹ر اکتوبر ۴۷ء

اختر عزیز

تمہارا خط ابھی ابھی ملا۔ تمہیں میری تاخیر سے کوفت ہوئی میں نے ناسمجھی سے کام لیا۔ اور اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ محض اس

خیال کے تحت کہ علی گڑھ کی ملازمت کا سہارا تمام سہاروں کے ختم ہو جانے پر بھی ہم لوگوں کے لیے باقی رہنا چاہیے۔ چھٹی ملنے میں بھی دقتیں پیش رہیں۔ بہر حال میری اس تاخیر سے تمھیں یقیناً شدید ذہنی کوفت پہنچتی رہی ہے۔ ورنہ تم اس درجہ بیزاری کا سا اظہار نہ کرتے مجھے ڈانٹ لینے کا مجھ پر غصہ غضب کرنے کا تمھیں ہر لمحہ حق حاصل ہے دوست لیکن مجھے "میری خوشی" پر چھوڑنے کا اختیار میں تمھیں کسی قیمت پر نہیں دے سکتی سمجھے؟ تمھاری خوشی ہی میری خوشی ہے رہی ہے اور رہے گی۔ اور بس۔

پرسوں ایک خط لکھ چکی ہوں۔ بارہ ورنہ تیرہ کو روانہ ہو جاؤں گی۔ لکھنؤ سے آدمی کو بلوا لکھ دیا ہے۔ سخت دقتوں کے دو چار ہونا پڑ رہا ہے۔ سامان کا کیا حشر کروں جی گھبراتا ہے یہ سب تو مردوں کے کام تھے جو کرنے پڑ رہے ہیں۔ بہر کیف اب آ رہی ہوں۔ تم سے پھر کبھی الگ نہ ہونے کے لیے۔

اب غصہ کم کر دو میرے اختر، تمھاری بیزاری مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔ ویسے ہی دل بے چین سا رہتا ہے۔ مجھے چیک کسی طرح نہیں مل سکتے۔ آج بھی چیف اکاؤنٹنٹ کا جواب آ گیا۔ اب جس ذریعہ سے روپے حاصل کر سکوں گی کر کے روانہ ہو جاؤں گی۔ باقی آگے دیکھا جائے گا۔

تم تیرہ چودہ کو میرا انتظار کرنا۔ تار پرسوں یعنی گیارہ کو

دوں گی، چھٹی کا معاملہ پکا ہو چکنے پر۔

اچھا اختر اب پچھلی کوفت کو بھول جاؤ اور میرے پہنچنے پر ہنسی خوشی سے ملنا، میں بہت پریشان رہ چکی اب تو یہ پریشانی ختم ہوگی۔ تم اپنی طبیعت مکدر مت کرنا دوست، میری ناسمجھی سے تمہیں پریشان رہنا پڑا۔ مجھے اس کا دُگنا غم ہے۔

جادو کو لینے کے لیئے نہ جاؤں گی، اس لیئے کہ پھر لکھنؤ سے اتنی آسانی سے نکلنا نہ ہو سکیگا گو کہ وہ لوگ تمہاری اور میری خوشی میں آج تک حائل نہیں ہوئے تاہم وہاں پہنچنے کے بعد ان لوگوں کے زیر اثر ہونا ہی پڑے گا سفر سے انہیں یقیناً اندیشے ہوں گے۔ جادو کو فی الحال وہیں رہنے دو۔

تمہاری صفیہ

مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

۲۷ اکتوبر سنہ ۱۹۴۰ء

عزیز اختر

تمہارا خط آج کالج سے واپسی پر ملا۔ دل سے بہت بھاری بوجھ ہٹ سا گیا۔ یہ وحشت دور ہوئی کہ تمہیں میرے خلوص کی طرف سے خدانخواستہ بدگمانی تو نہیں رہی۔ میں ہر قیمت پر تمہاری خوشی اور خواہش کو ترجیح دوں گی۔ اور اس سلسلہ میں مجھے کبھی

تم سے شرمندہ نہ ہونا پڑے گا۔ میں نے بھوپال پہنچنے میں تاخیر ضرور کی، اس سے تمہیں شدید کوفت بھی ہوئی ہوگی۔ میں تمہاری جگہ ہوتی تو یقیناً مجھے بھی ہوتی نہ کہ تم کہ جن کے احساسات مجھ سے کہیں زیادہ لطیف اور نازک ہیں تم اس شدت کے ساتھ مجھے ہر پریشانی اور اتنی بڑی ذمہ داری کے بدلے میں اپنے پاس بلاتے رہے اور میں نے پہنچنے میں دیر کی۔ تمہارا غصہ یا غم یقیناً بجا اور حق بجانب تھا۔ میں جانتی ہوں کہ مجھے چار سو میل کے فاصلے پر تنہا چھوڑنے کے بعد تمہارا ایک لمحہ بھی سکون سے نہیں گزرتا۔ میرا یہ پورا مہینہ اس بے چینی میں گزرا ہے رات کو آنکھ کھلتے ہی دماغ بیدار ہو جاتا ہے اور یہ تصور تیرتا ہوا آجاتا ہے کہ تم ضرور پریشان ہوگے۔ ہر طرح سے۔

بہرکیف میں لکھنؤ تار دے چکی ہوں۔ بشر کو میں نے اپنے یہاں دس تاریخ تک ٹھہرے رہنے کے لیے کہہ دیا تھا (اسکی یونیورسٹی بوجہ اسٹرائک بند ہو گئی ہے) اس خیال سے کہ تمہارا خط آنے پر اسے دوبارہ بلالوں گی۔ آج ہی حمیدہ کا خط آیا ہے معلوم ہوا کہ وہ اب تک وہیں مقیم ہے، بشر ورنہ پھر انصار بھائی کا کوئی ہندو دوست کل تک آہی جائے گا۔ میرا یہ حال ہے کہ کاٹھ کباڑ سب فروخت کر چکنے کے بعد اور دو تین صندوق لکھنؤ بھیج چکنے کے بعد بقیہ سامان سمیت ہر لحظہ سفر کے لیے تیار بیٹھی ہوں جس وقت بھی موقع مل سکے چلنا ممکن ہے۔ البتہ حبیب[1] صاحب سے مسلسل تین دن سے گفتگو نیز

[1] حبیب الرحمن پرنسپل زننگ کالج علی گڑھ

مراسلت جاری ہے۔ اُن کا کہنا یہ ہے کہ یہ دن ٹریننگ کالج میں تیری مصروفیت کے ہیں۔ آج ہی کل کالج کو میری خدمات کی ضرورت ہے۔ اسکے علاوہ یہ بھی کہ وہ میرے بھوپال والے OFFER کو اتنا مستحکم بھی نہیں خیال کرتے کہ اس پر اعتماد کرسکیں لہٰذا چھٹی وہ کسی طرح منظور نہ کریں گے۔ البتہ استعفیٰ RECOMMEND کردینگے وہ بھی اس شکل میں کہ بھوپال کا APPOINTMENT LETTER اُن کے سامنے پیش کروں۔ اس تشریح سمیت کہ وہاں میں اپنے شوہر کی سرپرستی میں رہ سکوں گی۔ اس لیے مجھے یہاں سے فرصت دیدی جائے۔ اس صورت میں لکھنؤ سے آئے ہوئے آدمی کو روک سکوں گی تو روکوں گی ورنہ پھر دوبارہ بلاؤں گی یہی ٹھیک ہوگا۔ بشرطیکہ خدا کرے نہ آئے وہ حد درجہ ڈرپوک لڑکا ہے پچھلی بار ہی وہ اتنا خائف سا تھا کہ مجھے اس کے ساتھ سفر کرنے کے مقابلہ میں تنہا چلنا زیادہ محفوظ معلوم ہوتا ہے۔

انصار بھائی جسے بھیجیں گے، وہ یقیناً ذرا معمر اور ذمہ دار ضرور ہوگا۔ کیونکہ وہاں ابا اماں کی رائے بھی شامل ہوگی۔ خیر میں آنے والے کو واپس نہ جانے دوں گی۔

تم نے بس اتنا کی گنجائش خود دی ہے۔ ورنہ ہر حال میں روانگی چودہ کو طے تھی۔ میں جانتی ہوں تم بقرعید وغیرہ سے بھی بیزار ہوگے۔ میں بقرعید سے قبل یقیناً تم تک آہی جاؤں گی یہاں بائیس

سے لے کر انتیس تک دسہرے اور بقرعید کی چھٹیاں ہیں PREVILAGE انتیس سے منظور کرائی جائے۔ اتنے عرصے بیشتر سے نوٹس ملنے پر وہ مجبوراً منظور کریں گے۔

میں اچھی طرح جانتی ہوں اختر کہ میری اس چھٹی حاصل کرنے کی خواہش پر تمہیں کوفت سی ہوتی ہے اور تمہیں یہ محسوس ہونا شروع ہوتا ہے کہ علی گڑھ کا قیام مجھے خوشگوار لگتا ہے اور میں اس خوشگواری کو ترک کرنا مشکل پا رہی ہوں یہ نہیں میری جان، مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ یہاں کی امید برقرار رہنے پر ہم لوگ زیادہ آزادی اور پوری بے تکلفی سے ہر قسم کا EXPERIMENT کر سکیں گے۔ اس امید کے ساتھ کہ اگر نہ راس آیا تو پھر بھی ایک پناہ کی صورت ہے تمہیں بڑی فکر سے نجات رہے گی۔ یہاں کا سلسلہ ختم ہونے پر تمہیں بہت پھونک پھونک کر قدم اٹھانا ہوگا، ہم تین عدد فکروں کا بوجھ تمہاری جان پر بڑھ جائے گا۔ مجھے اسی کا خیال ہے اور کچھ نہیں۔ بہر حال میں بھوپال آؤں گی اور کام بھی کروں گی۔ خواہ چھٹی ملے یا نہیں استعفیٰ منظور ہو ہی جائے گا۔

بعض وقت میں سوچتی ہوں کہ تم اور فاطمہ بہن علی گڑھ آگئے ہوتے تو تمہیں اتنی کیا اس کی آدھی پریشانی بھی نہ ہوتی نثار اور منی کی تعلیم کا سلسلہ چلتا رہتا، تم چاہتے تو ریسرچ ہی شروع کر دیتے میں اپنا گھر سجا پاتی اور اپنی تنہائی کا غم بھول جاتی، علی گڑھ

فی الحال خطرے میں نہیں۔ دہلی کی اور بات تھی سکھوں کا زور پنجاب
کی طرف سے بہت تھا۔ یو پی گورنمنٹ نے پناہ گزینوں کا ادھر آنا قطعی بند
کر رکھا ہے۔ پھر پوری نظر علی گڑھ کے تحفظ پر ہے اگر خدانخواستہ
علی گڑھ خطرے میں آیا تو پھر بھوپال ہی کون محفوظ رہے گا؟ اتنی بڑی
ہندو ریاست حلقہ کیے ہوئے ہے ایک مسلمان حکمران کیا کر سکے گا۔ خیر یہ
تو بیکار کی بکواس تھی۔ اب تو صورت یہی ہے کہ تم بھوپال سے نہ
ہٹو اور میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔ میری تیاری ہر طرح مکمل
ہے، گھر اجڑا ہوا ہے، صندوق تک PACK کر لیے ہیں۔ صرف
کالج سے فراغت کی دیر ہے، مجھے خود اس سلسلہ میں جرم کا سا احساس
ہے کہ عین ایسے موقع پر کالج کا ساتھ چھوڑ رہی ہوں۔ جب میری
ضرورت خاص طور پر ہے لیکن اپنی ضروریات اور مصیبتوں کے مقابلہ
میں اسے اہمیت نہیں دی جا سکتی۔ تم خدا کے لیے ہراساں مت ہو
چنیں نیز ہم نخواہد ماند۔ ہمت سے کام کرنا ہے اچھے دن بھی آئیں گے
خط آج ہی لکھ ڈالو OFFER بھیج سکو تو بہت اچھا ہے۔

شان صاحب بھی ہیں کراچی روانہ ہونے کے خواہشمند سلمیٰ عنقریب
ایک تیسرے عدد کا اضافہ کریں گی دونوں سخت متفکر اور پریشان ہیں خدا نے
تمہیں اس تیسری فکر سے بچایا یا شکر کرو نگ کب تک؟ خیر تمہاری دونوں شیروانیاں
آگئیں۔ سوئٹر بھی رکھا ہے اور چار جوڑے نئے کپڑے سب بطور سوغات ساتھ لاؤں گی۔
اچھا بہت سے پیار۔ فاطمہ بہن کو بھی۔

تمہاری صفو

مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ
۱۶/اکتوبر ۴۷ء

اختر عزیز

دو خط بھیج چکی ہوں۔ پہنچے؟ آج بدقت تمام بڑی دوڑ دھوپ
کے بعد ڈیڑھ ماہ کی چھٹی منظور ہوئی ہے۔ شکر کیا اس عرصہ میں ڈھنگ سے
سوچ بچار کر ہم سب نتیجہ پر پہنچ سکیں گے ٹھیک؟ بائیس کو روانہ ہو کر تئیس کو
تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی سچ جانو بہرحال میں چودہ کو چل دیتی لیکن کرم ہائے تو
مارا گستاخ کرد" والی بات ہے تمہاری بیس تاریخ والی رعایت سے فائدہ اٹھایا ہے
اب مجھ سے خفا مت ہونا اختر۔ تم نہیں جانتے کہ تمہاری برہمی سے کس درجہ
خائف ہوں۔ دنیا کی ہر چیز گوارا لیکن تمہاری خفگی نہیں چاہتی۔ اچھی بات
صرف یہی ہو سکتی ہے کہ حبیب الرحمان کو یہاں تک ہموار کر سکی کہ یہاں کی
ملازمت کا رشتہ باقی رہے گا۔ اگر تمہاری اور میری ضرورتوں کا اشارہ
اس طرف ہوا تو ہم سب یہاں واپس آسکیں گے۔

اچھا اب بلاشبہ میرا انتظار تئیس کو کرنا۔ مجھ سے ہنسی خوشی ملنا
میں تم کو بڑی پست حالت میں ملوں گی۔ جانتے ہو پچھلی ماہ سے
اب تک ایک رات بھی سو نہیں سکی ہوں۔ میری صحت تباہ ہے
بستر کھڑے ہوئے ہیں ساتھ چلیں گے۔ اچھا پیار تم سب کو۔ تمہاری

صفو

مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ

۲۱/ اکتوبر ۱۹۴۷ء

میرے اپنے اختر

پروگرام کی رو سے آج مجھے روانہ ہو جانا چاہیئے تھا لیکن صرف ایک بار اپنے خلوص پر اعتماد کر کے رک رہی ہوں تمہیں انتہائی کوفت ہو گی، غصہ آئے گا، بیزاری پیدا ہو گی، ان سب چیزوں کی مستحق میں ہوں لیکن مجھے اس بات کا بھی یقین ہے کہ تم مجھے اس مسلسل تاخیر کے لیے ضرور معاف کر دو گے۔ جب تمہیں اس کا احساس ہو گا کہ میں تم سے ایسے نازک وقت میں نافرمانی کر رہی ہوں تو تمہاری ہی خاطر اور ساتھ ہی ظاہر ہے کہ اپنی خاطر بھی، بالکل اسی طرح جیسے کسی مریض کو ناخوش کر کے کڑوی دوا پلانی پڑتی ہے افاقے کی امید میں۔

کل حبیب الرحمٰن صاحب کی طرف سے باضابطہ اطلاع آئی کہ انہوں نے چھٹی RECOMMEND کر کے بھیجی تھی، وائس چانسلر کا جواب آیا ہے کہ یہاں سے باہر جانے کے لیے ایک دن کی چھٹی بھی منظور نہیں کی جا سکتی ہے، اگر مجھے جانا ہے، وہ بھی کھوپال تو مجھے استعفیٰ دیکر جانا ہو گا۔ دوبارہ لوٹ آنا بھی چاہوں تو ممکن نہ ہو گا اختر یقین کرنا اور اپنے برہمی کے لمحے میں بھی اس احساس کو نہ مٹانا کہ میری زندگی کا ایک ایک لمحہ اور میری ہستی کا رشتہ تمہارے اور صرف تمہارے

لیٹے ہے۔ بھوپال مجھے کام کرنا چاہیے اور کروں گی لیکن اس یقین کے
ساتھ کہ تمہارے لیے کوئی FUTURE PROSPECTS ہیں یا کوئی
ہے؟ تمہیں وہ لوگ ابتک کوئی جگہ نہیں دے سکے ہیں پھر آنج جگہ مل
بھی جائے تو اس بحرانی دور میں غنیمت معلوم ہوگی پھر دو ایک سال
سے زیادہ چل سکی یا نہ چل سکی۔ گوالیار کی بات اور تھی۔ وہاں کا
ADMINISTRATION اچھا تھا رام پور کا حال جانتے ہو بھوپال
بھی کچھ بہتر نہیں جبکہ ریفیوجیز کا اتنا شدید INFLUX ہے اور ہر طرح
کی دقتیں بڑھ رہی ہیں۔ اس صورت میں بھوپال کے امکانات کیلئے
علی گڑھ کے امکانات ختم کرنے مناسب ہیں یا نہیں؟ اس پر ایک
بار غور تو کرو۔ ایک اور بھی چیز ہے جو تمہیں حد درجہ پریشان کیے
ہوئے ہے وہ میرے تحفظ کا خیال ہے۔ تم ایک دن بھی بھوپال میں
سکون سے نہ بیٹھ سکے۔ اس خیال کے ماتحت کہ میں غیر محفوظ ہوں
مجھے تمہاری سرپرستی پہ جو ناز ہے اس سے تمہاری اس پریشان حالی
میں بھی ایک لمحہ کے لیے میں محروم نہیں ہوئی ہوں۔ آخر تم متوحش
ضرور ہو تاہم اس بات پر یقین کرو کہ علی گڑھ کی حفاظت کیلیے یو۔ پی کی حکومت
ہر کوشش کر رہی ہے بھوپال جتنا محفوظ ہے علی گڑھ بھی ہے اگر مسلمان
کو تم پر مٹا دینا۔ ممکن ہے تو علی گڑھ پر بھی آنچ آئیگی ورنہ علی گڑھ بچا رہے گا
لہٰذا یہاں کے خطرے کے احساس سے پریشان نہ ہو۔
اب یہ رہا کہ علی گڑھ میں قیام کے بعد کیا امکانات رہ جاتے

ہیں۔ اس پر بھی میں نے بہت غور کیا۔ تم کہو گے کہ علی گڑھ میں تمہارے لیے کیا راہیں نکل سکتی ہیں؟

اختر جتنا خلوص میرے پاس تمہارے لیئے ہے۔ خلوص کیا جبکہ میری کل ہستی ہی ہے تمہاری اور صرف تمہاری' اس کا واسطہ دیکر تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ میں تمہاری بیوی نہیں خادمہ بن کر خوش رہوں گی۔ تم اور فاطمہ بہن یہاں چلے آؤ۔ فاطمہ بہن کو بھی یہاں کوئی کام مل جائیگا۔

تم جانتے ہو اور تمہیں اس کی قدر بھی ہے کہ میں نے ادنیٰ اور معمولی عورتوں کا سا رویہ کبھی نہیں رکھا۔ میں نے تمہیں کبھی فاطمہ بہن سے علیحدہ کرکے نہیں دیکھا۔ میں نے ہمیشہ تم دونوں کی ہو کر رہنا چاہا۔ اور آج بھی چاہ رہی ہوں۔ اختر اگر مجھ پر بڑی گھڑی آئی تو تمہیں ساتھ دینا ہوگا۔ تم پریشانی میں ہو تو میں تمہارے لیے دل و جان سے حاضر ہوں۔ تم سنو علی گڑھ سے بہتر جگہ تم بھوپال کو نہ پاؤ گے۔ علی گڑھ سے زیادہ آسانیاں تمہیں بھوپال میں نہ ملیں گی۔ تم مجھ پر اعتماد تو کرتے ہو؟ میری طرف دیکھو۔ کیا تم ایسا خیال کر رہے ہو کہ میں اپنی ذاتی راحتوں اور آسائشوں کی خاطر علی گڑھ چھوڑنے پر آمادہ نہیں؟ اختر میری جان، تمہارے بغیر زندگی میں مجھے کوئی راحت نہیں نصیب ہو سکتی۔ میں کبھی تم سے اتنی ضد نہ کرتی، اگر میری نیت میں خفیف سا نقص بھی ہوتا، چونکہ مجھے اپنی نیت کی صداقت پر یقین ہے اسلیئے تم سے نڈر رہنے کی جرأت بھی پیدا ہوتی ہے" بس اک میں نے ہی اکثر

کی ہیں نافرمانیاں اسکی۔ تم غور کرو گے تو خود بھی اس نتیجہ پر پہنچو گے کہ میری بھوپال کی ملازمت سے قطعی وہ آسانیاں نہ حاصل ہو سکیں گی جو علی گڑھ کی ملازمت سے نصیب ہیں۔ تم مجھ پر یقین کرو میرے خلوص کا امتحان لو دیکھو میں پوری اترتی ہوں یا نہیں؟

میں جانتی ہوں تم پریشان ہو، ہر طرح پریشان، گھر چھوٹا ملازمت گئی، ساری جڑیں اکھڑ سی گئیں۔ اب اس پودے کو دوسری زمین پر لگنا ہے۔ میرا پہنچنا اس سلسلہ میں نہایت اہم تھا مجھ سے تمہیں تقویت حاصل ہوتی، تمہارے خیالات میں شادابی آتی اور تمہارے نظریوں میں مضبوطی اور اسی چیز کی خاطر میں تم تک پہنچ بھی جاتی۔ لیکن راستے اتنے مخدوش ہیں۔ ہر روز بری خبریں سننے میں آتی ہیں۔ سفر کرنا ایک سنجیدہ مرحلہ معلوم ہوتا ہے۔ میرے ہاتھ پاؤں پھول سے جاتے ہیں۔ راستے میں کیا گزر جائے گی۔ اس پر قطعی اعتماد نہیں پیدا ہوتا اور سفر کی ہمت باقی نہیں رہتی۔ ورنہ بقرعید کی چھٹی کے لئے تم تک پہنچنا از بس ضروری تھا۔ میرے پہنچنے سے تمہیں بہت تسکین ملتی۔ لیکن اسوقت تسکین کے پہلو زندگی سے اٹھے ہوئے ہیں دوست ایکدوسرے کی محبت پر غیر متزلزل اعتماد کی ضرورت ہے اور اسی کے سہارے زندہ رہنے کی۔ سفر کے خیال سے روح کانپتی ہے وہ بھی چھوٹے بچے سمیت۔

اگر تمہیں اپنے علی گڑھ آنے کا خیال کسی لحاظ سے قابل قبول نہ معلوم ہو تو پھر میں بھوپال تو آہی جاؤں گی۔ محرم کی چھٹی کے بعد

سے استعفیٰ دے کر۔ مگر آخر تم مجھے اپنے سے علیحدہ کرکے میرے خلوص پر
شبہ کرو یہ مجھ پر ظلم ہوگا۔ سچ جانو میں ہمیشہ جس طرح تمہاری خوشی
کو اپنی خوشی سمجھتی رہی ہوں آج بھی سمجھتی ہوں اور ہمیشہ سمجھوں گی۔
کیا علی گڑھ کی یہ تنہا اور ویران زندگی میرے لیے اس ملائمت اور
گداز کے مقابلے میں زیادہ گوارا ہے جو مجھے تم سے حاصل ہے۔ کیا میں
ہر لمحہ تمہیں پا لینے کے لیے تشنہ نہیں لیکن پھر بھی تمہاری ناراضگی کے
RISK پر بھی یہاں کیوں رک رہی ہوں، اختر صرف اس عقیدے
اور یقین کے ساتھ کہ اس طرح تمہارے لیے زیادہ مفید ثابت ہو
سکوں گی، ورنہ میرا یہاں ایک لمحہ بھی ٹھہرنا ممکن نہ تھا۔
علی گڑھ جیسی جگہ تم نہ پا سکو گے۔ تم یہاں ایک دو سال
P.H.D ہی کی خاطر سکون سے گزار دو گے پھر کبھی تو کوئی راہ
نکل ہی آئے گی۔

منی اور نثار کی زندگی کا یہ وقت اس طرح رائیگاں نہ ہوگا
کیا تمہیں کسی طرح کا وہم میری صداقت کی طرف سے پیدا ہے؟
ٹھنڈے دل سے تو سوچو میں یہ سب کچھ کیوں کہہ رہی ہوں؟
میں نے مستقل تمہیں علی گڑھ کی دعوت دی ہے آخر کسی بل بوتے پر
ہی تو! بہر حال میرے اپنے اختر خدا کے لیے خود کو متاثر اور پریشان
مت کرنا۔ مجھ سے بیزار مت ہونا۔ یہ چیز زندگی میں سب سے زیادہ
تکلیف دہ بن چکی ہے۔ تمہیں مجھ سے مسلسل پریشانی اٹھانی پڑ رہی ہے،

نگر سبب پر تو غور کرو۔

خط لکھتے رہو۔ بشر پہنچ گیا ہو تو اسکی اطلاع دو ورنہ اُسے پرانی کوتوالی کے پتہ پر جھانسی خط لکھو اور روپے اور خط منگوالو۔ شال بھی۔ میں یہ انتظار کے دن کسی طرح کاٹ سکوں گی۔ اگر تمہاری صحت نے ساتھ دیا تو، ورنہ اپنی محبت کی قسم کھاتی ہوں کہ تنہا چل کھڑی ہوں گی انجام تم جانو۔

تمہاری

صفیہ

مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

۲۸ اکتوبر ۴۷ء

اختر عزیز

کل تمہارا تار غفور صاحب کے نام پہنچا تھا، آج صبح اُس کا جواب دے چکی ہوں۔

بشر کے ساتھ روانہ نہ ہو سکنے کے دو اسباب تھے (۱) یہاں سے فوری استعفیٰ کی طلبی اور اس کے بغیر ملنے کی اجازت نہ ہونا (۲) بشر کی ہمت نے قطعی جواب دے دیا یعنی یہاں تک کہ مجھے یقین ہو گیا کہ میں جانا بھی چاہوں تو وہ لیجا نہ سکے گا۔ ساتھ ہی ASCORT کے ARRANGE ہونے کی پوری مستحکم اطلاع تھی۔

چنانچہ ۲۴ تاریخ چند صاحبزادے آکر اطلاع کر گئے کہ روانگی

طے ہے۔ میں اس درجہ تیار بیٹھی تھی کہ بس آدھے گھنٹے میں گھر میں تالا ڈال کر سامان سمیت اسٹیشن پہنچ گئی۔ انتظام کی عدم موجودگی کے سبب واپس ہونا پڑا۔

اس دن سے آج تک بستر تک بندھا رکھا ہوا ہے۔ خبر تھی کہ بقر عید بعد GAURD مل سکے گا۔ لہٰذا کل کی یعنی اننیس کی روانگی طے تھی۔ وائس چانسلر نے آج طلباء کو بلا کر یہ اُمید ختم کر دی۔ آج شام میں نے کلکٹر اور سٹی مجسٹریٹ دونوں سے گفتگو کی کہ کوئی خاطر خواہ نتیجہ نکل سکے۔ لیکن چونکہ یونیورسٹی خود اس کے خلاف ہے اسلیے کچھ وہ نہیں کر سکتے رہی سہی یہ امید بھی ختم ہوئی۔

اب سوال یہ ہے کہ علی گڑھ سے کسی طرح پیچھا چھڑایا جائے۔ اور بھوپال پہنچا جائے۔ جس کی ایک شکل یہی ہے کہ لکھنؤ سے کسی کو بلوا کر آج ہی کل میں روانگی ہو جائے؟ یہ شکل صرف استعفیٰ والی ہے۔ تم خاصے ناراض ہو چکے ہو۔ اس چیز سے مگر آخر' یہاں کا سلسلہ اگر اس خیال سے باقی رکھنا چاہتی ہوں کہ مجھے یہاں سے کوئی خاص دلچسپی ہے' تو مجھ پر زندگی حرام سمجھو۔ خیال ہوتا ہے کہ خدانخواستہ کوئی بُرا وقت پڑے تو ہم سب کیلیے عزت آبرو سمیت کوئی روٹی کا ٹھکانہ تو ہوگا۔

اب جہاں اتنی پریشانی اٹھائی ہے' دس بارہ دن اور سہی محرم کی یکم سے چھٹی ہو جائے گی۔ اسوقت تک ٹریننگ کالج کا کام بھی ختم کرا سکوں گی اور اسطرح سرخروئی کے ساتھ چھٹکارا حاصل کر سکوں گی۔ بلکہ

حبیب صاحب SICK LEAVE دلوانے کا بھی وعدہ کرتے ہیں اس کے علاوہ SUPPLEMENTARY امتحانات کل سے شروع ہیں اس سے سوڈیڑھ سو روپیہ بھی کما لوں گی۔ بھوپال تو کاپیاں وغیرہ نہ پہنچ سکیں گی۔ یہ کمائی بھی جائے گی۔

اخر میں جب تمہارے بھوپال کے پورے قیام پر نظر کرتی ہوں تو اس احساس سے میری گردن جھک جاتی ہے کہ تم نے ایک ایک لمحہ میری پریشانی اور میری فکروں میں گزارا ہے لیکن یقین کرو یہاں سے ہٹنے میں سہولت اور تاخیر کسی ذاتی مفاد کو مدنظر رکھ کر نہیں کی میں نے۔

مجھے یہی احساس رہا کہ تمہیں آئندہ کی پریشانیوں سے تحفظ دے سکوں میں نہ تم سے الگ رہنا چاہتی ہوں نہ میرے لیے یہ ممکن ہے میری سوگوار زندگی اس کی شاہد ہے، میرے لیے اپنے دل سے بڑا کوئی ثبوت نہیں جو تمہیں پیش کر سکوں، تمہیں میرے دل کی پہچان ہے اور تم اس کی قدر بھی کرتے ہو، تم برہم ہو گے غصہ کرو گے لیکن ساتھ ہی یہ نہیں بھول سکتے کہ تمہاری نظریں میرے دل پر حکمرانی کرتی ہیں دوست۔

میں اگر اپنی فطرت کو فریب دے سکی تو تمہیں بھی دے سکوں گی ورنہ تم سے ہمیشہ صداقت برتی ہے اور اس غرور کو لیکر مرنا چاہتی ہوں کہ تمہارے سامنے خوف کی حالت میں بھی سچی رہی ہوں۔

اخر میری نادانیوں سے ہمدردی رکھو۔ مجھ سے بیزار مت ہو میں اچھی یا بری ہوں تو تمہاری ہی۔ تمہارے بغیر میں زندہ نہ رہ سکوں گی۔

میں یہاں سے یکم محرم یعنی ۱۲ ؍ نومبر کو روانہ ہو جاؤں گی
کھوپال والی ملازمت JOIN کر لوں گی۔ ساتھ ہی اس چیز پر بھی
زور دو کہ تمہیں بھی وہ لوگ ABSORB کر سکیں ورنہ پھر یہ کہو کہ
صفیہ کی ملازمت بیکار ثابت ہو گی۔ وہ اگر میرے پہنچنے کے لئے عجلت
کا اظہار کریں تو تم سفر کی دِقت کا عذر پیش کر سکتے ہو اور ساتھ ہی
یہ بھی کہ میرے RELIEVE ہونے میں وقت لگ رہا ہے۔

اختر، تم مجھ سے خفا نہ ہونا۔ میں جانتی ہوں کہ تمہیں اس چار
سال میں میری ذات سے کبھی اتنی کوفت نہ پہنچی تھی مگر اسباب پر تو نظر
کرو۔ اور ساتھ ہی میری نیت پر بھی۔ میری نیت کی صداقت پر شبہ
نہ کرنا وہ بالکل صادق ہے۔

خیر دس بارہ دن اور گزارنے ہیں لکھنؤ سے آدمی آ سکے گا اور
میں تم تک پہنچ سکوں گی۔ یہ سب ہو جائے گا بشرطیکہ تم اپنی طبیعت
کو میری طرف سے متاثر نہ کرو اختر تم تو جانتے ہو میں نے تمہاری
خوشی ہی کو اپنی خوشی سمجھا ہے۔ بعض اوقات عورت کی فطرت
اسے بہت سے معاملات میں کمینہ بنا دیتی ہے لیکن میرے اختر میں کمینہ عورت
نہیں بننا چاہتی۔ میں تمہاری عورت ہوں تمہاری عورت کو تو پاکیزہ ہونا
ہے میں ہمیشہ پاکیزہ رہوں گی میں کوئی ایسا کام نہیں کر سکتی جس سے میری
پاکیزگی میں فرق آ جائے۔ میرا ہر سانس میری ہر دھڑکن میرا ہر احساس
تمہارے ہی لیے ہے اختر تم مجھے خود سے الگ تصور نہ کرو۔ میں تم سے

الگ نہیں ہوں میں تم سے دور نہیں ہو سکتی۔

سوئٹر کل پارسل کروں گی، تمہیں سردی سے تکلیف ہو گی آؤ میرے

پیارلو۔ تمہاری صفو

مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ

۶ر نومبر ۴۷ء

عزیز اختر

بہت سے پیار

میرے پچھلے خط پہنچے؟

اختر میں جانتی ہوں کہ میری ذات سے تمہیں ہر ممکن پریشانی اٹھانی پڑی ہے۔ مگر میں بھی تو اسی درجہ پریشان رہی ہوں اس مرتبہ شرکت غم اس انداز سے ہوئی! جا بھی سکوں گی، بہت جلد تمہارے پاس ہوں گی، یہاں لڑکیوں کے کام کا ایسا عجیب نازک دور تھا کہ یونیورسٹی والے مجھے فرصت نہ دے سکتے تھے۔ اور میں بھاگتے ہوئے مجرم محسوس کرتی تھی، کام میں نے دگنی رفتار سے چلایا ہے دس نومبر کو پوری طرح فرصت ہو جائے گی پھر میں ہلکے ضمیر کے ساتھ تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔ یہاں ESCORT کے ARRANGE ہونے کی پوری کوشش ہو رہی ہے، لڑکے دوڑ دھوپ میں مصروف ہیں ممکن ہے کہ جلد ہی روانگی ہو سکے، بہر کیف جس وقت بھی ESCORT کا انتظام ہو گیا میں ساتھ روانہ ہو جاؤں گی

میرے سامان کی تیاری ایسی ہے کہ میں کالج سے سیدھی اسٹیشن جا سکوں گی
کفیل بچے کو معہ سامان کے گھر سے اسٹیشن پہنچا دیں گے اگر ESCORT
نہ بھی ٹھیک ہوا تو بارہ نومبر کو مجھے پہنچا ہوا سمجھو۔
کراچی سے مشاعرہ کا بلاوا تو نہیں آیا؟ ماجد کا خط تو یہی کہتا
تھا اگر بھیجنے کے AIR PASSAGE کا ذمہ لیں تو جانے میں
کیا برائی ہے؟ سو بھی آؤ۔ میں نے ماجد کو یونہی تفریحاً لکھ دیا تھا کہ
کبھی ہمارے آدمی کو تم لوگوں نے مدعو کیوں نہیں کیا؟
اختر بڑے ناز سے بس ایک التجا ہے کہ تم مجھ سے برہم نہ ہونا
میں نے اپنے احساس میں کسی قدم پر لغزش نہیں پائی ہے۔ میں
حالات سے مجبور ہوتی رہی ورنہ کب کی تم تک پہنچ چکی ہوتی۔ میں
زبان سے نہیں دل سے کہتی ہوں کہ تمہارے قدموں ہی میں رہ کر
حقیقی مسرت پا سکتی ہوں اور باقی رہو نگی بس یہ کہ تمہیں انتظار ضرور کرنا پڑا۔
یہی سمجھ لو کہ تمہیں مجھے پہلی بار حاصل کرنے میں کسی کوشش
کا موقع نہیں آیا تھا۔ میں خود ہی تم تک پہنچ سی گئی تھی، میری اس
آرزو کی تسکین اب ہو سکتی ہے کہ میرا تعاقب کیا جائے اور میں بچتی
رہوں۔ یہاں تک کہ تھک کر خود کو اپنے شکاری کے سپرد کر کے آرام
پا سکوں۔ آؤ تمہیں بہت سے پیار کر لوں۔

تمہاری

صفو

حسین آگ

(صفیہ کے نام)

تیری پیشانیٔ رنگیں میں جھلکتی ہے جو آگ
تیرے رُخسار کے پھولوں میں دمکتی ہے جو آگ
تیرے سینے میں جوانی کی دہکتی ہے جو آگ

زندگی کی یہ حسین آگ مجھے بھی دیدے

تیری آنکھوں میں فروزاں ہیں جوانی کے شرار
لبِ گلرنگ پہ رقصاں ہیں جوانی کے شرار
تیری ہر سانس میں غلطاں ہیں جوانی کے شرار
زندگی کی یہ حسیں آگ مجھے بھی دیدے

ہر ادا میں یہ جواں آتشِ جذبات کی رَو
یہ مچلتے ہوئے شعلے، یہ تڑپتی ہوئی لَو
آ مری روح پہ بھی ڈال دے اپنا پرتَو
زندگی کی یہ حسیں آگ مجھے بھی دیدے

کتنی محروم نگاہیں ہیں، تجھے کیا معلوم
کتنی ترسی ہوئی باہیں ہیں تجھے کیا معلوم
کیسی دھندلی مری راہیں ہیں تجھے کیا معلوم
زندگی کی یہ حسیں آگ مجھے بھی دیدے

آ کہ ظلمت میں کوئی نور کا ساماں کر لوں
اپنے تاریک شبستاں کو شبستاں کر لوں
اِس اندھیرے میں کوئی شمعِ فروزاں کر لوں
زندگی کی یہ حسیں آگ مجھے بھی دیدے

بارِ ظلمات سے سینے کی فضا ہے بوجھل
نہ کوئی سازِ تمنّا نہ کوئی سوزِ عمل
آ کہ مشعل سے تری میں بھی جلا لوں مشعل
زندگی کی یہ حسیں آگ مجھے بھی دیدے

جاں نثار اختر

